قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

ہان چلو شہر کے بازار کا سودا دیکھو
نقد سرمایہ امت کا سیاہ دیکھو

سلک مرصع



یعنی

بیان واقعہ کربلا مولفہ جناب مولوی سید محمود صاحب ساکن حیدرآباد

مطبع مفید دکن حیدرآباد میں طبع ہوئی

التماس

یہ قصہ وہ نہین تم جس کو قصہ خوان سے سنو
ستم کشون کی کہانی مری زبان سے سنو

قبل اسکے کہ یہ کتاب آپ کے ملاحظہ مین لائی جائے ہم کو اپنے معزز ناظرین کی خدمت مین بہت سی قابل عفو معذرتین کرنی ہین ۔ یہ مضمون جو پیش کیا جاتا ہے ایک ایسے واقعہ کا مرقع ہے جس کو ایک مدت سے کل اسلامی دنیا دیکھ رہی ہے ۔ اور جسکے خط وخال پر ہر اعلی و ادنی کی نگاہین پڑ چکی ہین ۔ کربلا کا غضبناک معرکہ کون مسلمان ہے جو نہین جانتا ؟ ہندوستان مین تو ہندو بھی اس واقعہ سے بہ نسبت مسلمانون کے کم واقف نہین ہین ۔ اور صدق دل سے اعتقاد رکھنے مین بھی مسلمانون کے برابر ہین ۔ ہر سال محرم مین سیکڑون ہزارون روپئے نذر و نیاز مین صرف کیئے جاتے ہین ۔ غریب سے غریب آدمی بھی قرض دام لیکر اپنے مقدور سے زیادہ خرچ کرتا ہے ۔ جابجا تعزیہ داری کی مجلسین ترتیب دی جاتی ہین ۔ اور ان مین مرثیہ خوانی ہوتی ہے ماتم کیا جاتا ہے ۔ اہل مجلس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ

گویا آج ہی شہید ہوئے ہین ۔ اور کیون نہو؟ اون کی مصیبت ۔ اونکی تنہائی
اونکی بیکسی اور اون کی اعلی خاندانی اسی بات کی مقتضی ہے ۔ گویا کوئی کہہ سکتا ہے
کہ کسی ادنی سے ادنی آدمی کی بھی لاش گھوڑون سے پامال کی گئی ہے ۔ اور ایسی حالت
مین تین دن تک بے گور و کفن دھوپ مین پڑی رہی ہے ۔ اس کا رنج اور اس کا
الم اگر ساری عمر کیا جائے تو بھی کم ہے ۔ بلکہ کچھ بھی نہیں ہوا ۔ اگر ہم مسلمان ہین
تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اون کے نام پر اپنی جان قربان کر دین ۔ رونا اور پیٹنا تو کس
شمار مین ہے ۔ کیونکہ اس واقعہ کا تعلق دراصل ہمارے پیغمبر کی ذات سے ہے ۔

عام دلچسپی کی شہرت نے اس واقعہ کو ایسی وسعت دی ہے کہ اس کے ایک ایک
مضمون پر سو سو قسم کے رنگ چڑھ گئے ۔ نازک خیال شاعرون نے اس کے بیان مین
وہ وہ زور آزمائیان کی ہین کہ قلم توڑ دیئے ۔ ایسی صورت مین اس پر قلم اوٹھانا
دن کو چراغ جلانا ہے ۔ بھلا! مین ایسا کہان کا جادو بیان ہون کہ یہ میرا مضمون
اون معجز نگارون کے سامنے فروغ پا سکے جنہون نے باوجود اپنی اعلی لیاقت کے
اسی ایک فن مین اپنی تمام عمر صرف کر دی ہے ۔ مین اور میرا خدا! سچ کہتا ہون کہ
مجھے تو اتنی لیاقت تھی کہ جس کے بل پر ایسی جرات کر سکتا ۔ اور نہ اتنی فرصت تھی کہ بیکار
بیٹھے رہنے سے اوکتا کر اس کے لکھنے پر متوجہ ہوتا ۔ یہ تو صرف ایک دوست کی اصرار نے
مجھے اس بات پر آمادہ کیا ۔ نہ اپنے حسن بیان کے اظہار نے ۔ اگرچہ مین جانتا ہون
کہ یہ جو کچھ مین نے لکھا ہے اس کے صلہ کی امید مجھے اونہین بزرگوارون سے زیادہ
رکھنی چاہیئے جنکا ذکر اس کتاب مین کیا گیا ہے ۔ لیکن چونکہ یہ واقعہ کیا بلحاظ اپنے
شہرت انگیز حالات کے اور کیا بنظر اپنے مذہبی تعلقات کے ایک ایسا اثر رکھتا ہے کہ

جس کے سننے کے بعد ممکن نہین کہ دل پہلو مین تڑپ نہ جائے ۔ اور یہ پیرایہ بھی جو مین نے اختیار کیا ہے ایک نیا پیرایہ ہے ۔ اس لیے خیال کیا جاتا ہے کہ شاید اسمین کسی قدر دلچسپی پیدا ہو جائیگی ۔ اگر اتنا بھی نہو تو عقیدت مند ناظرین کو صرف اون بزرگوارون کی خوشنودی مد نظر رکھنا بھی کچھ کم فائدہ کی بات نہو گی جنہون نے ہماری بہتری کے لیے اسقدر مصیبتین جھیلی ہین ۔

جہانتک ہو سکا مین نے صحیح صحیح واقعات معتبر کتابون کے واخلے سے لکھے ہین پھر بھی ممکن ہے کہ بمصداق "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" اس مین کچھ غلطی نکلے ۔ لہذا مجھے اپنے مہربان ناظرین سے قوی امید ہے کہ وہ اگر کسی مقام کو اصلاح طلب دیکھینگے تو اوس کی ترمیم کر دینگے ۔ فقط

مقام حیدرآباد
مرقوم نہم محرم سنہ ۱۳۲۰ ہجری

راقم
محمد محمود

هو العلی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل المحنة والبلاء لعباده الاتقیاء . وخصهم بالتسلیم والرضاء ونشکره بما وعد الصابرین بحسن الجزاء . والصلوة والسلام علی افضل الانبیاء محمد ن المحمود فی الارض والسماء . وآله وذریته المطهرین من الرجس والخطاء . واصحابه المتصفین بالصدق والصفاء . سیما الامام الهمام السعید سید الشهداء خامس اهل الکساء . مولای ومولی الکونین ابی عبدالله الحسین المقتول بسیف الجفا

مولفہ

الصلوة والسلام ای نور رب المشرقین	الصلوة والسلام ای نور چشم میم و عین
الصلوة والسلام ای بدل ذات مصطفی	الصلوة والسلام ای تاج فرق فرقدین
الصلوة والسلام ای راحت جان رسول	الصلوة والسلام ای قبله گاه نشأتین
الصلوة والسلام ای لخت کبد بتول	الصلوة والسلام ای حب تو شد فرض عین
الصلوة والسلام ای فدیه راه خدا	الصلوة والسلام ای باعث [illegible]
الصلوة والسلام ای مورد کرب و بلا	الصلوة والسلام ای [illegible]

پہلا باب

محسن کشی سے ہے دوزخ کی آگ تیز
کھاتے ہیں وہ جو نمک کو چھوڑے بیدادگر

احسان کیا چیز ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب بہت آسانی سے دیا جا سکتا ہے۔ ہر ایک وہ چیز جس کی کسی کو حاجت ہو، کسی دوسرے شخص کی طرف سے دی جائے جس کے دینے کا اس پر کوئی حق نہ ہو وہ احسان ہے خواہ وہ چیز صرف ایک بات ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اس کو وہ بات معلوم نہ تھی جس کے باعث وہ ایک پریشانی کی حالت میں تھا اور اب معلوم ہو جانے سے اس کی پریشانی دفع ہو گئی۔ پس احسان ہو گیا۔ احسان ایک عربی لفظ ہے۔ اس کے معنے نیکی کرنے کے ہیں۔ نیکی سے مراد یہ ہے کہ کسی کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ پس اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ بھلائی کرے تو اس کی نسبت اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک میں یوں فرماتا ہے کہ "ہل جزاء الاحسان الا الاحسان" کیا احسان کا بدلہ سوائے احسان کے کچھ اور بھی ہے؟ یعنے کچھ نہیں۔ جب تک احسان کے

بدلہ میں احسان نہ کیا جائے احسان اوترتا نہیں ۔ اعلی درجہ کے لوگ تو احسان کے معاوضہ میں احسان کرنے کو بھی اوس کا معاوضہ نہیں سمجھتے ۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جو شخص پہلے احسان کرتا ہے اوس کے لیئے کوئی وجہ ایسی نہیں ہوتی جو احسان کرنے پر مجبور کرے ۔ بلکہ وہ تو صرف اپنی نیک نفسی کو کام میں لاتا ہے ۔ اور اوسکا بدلہ جو کیا جاتا ہے وہ فی الحقیقت بہ مجبوری کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ اگر احسان نہ کیا جاتا تو اوس کا بدلہ وجود میں نہیں آسکتا تھا ۔ اس قسم کے لوگوں کے خیال میں تو کسی کا احسان کسی پر سے اوترتا ہی نہیں ۔ خیر کچھ ہی کیوں نہو ۔ لیکن احسان کا معاوضہ کرنا اوس کے نکرنے سے بہتر ہے ۔ اس میں اگر کچھ اور نہیں تو اتنا ضرور ہے کہ انسانیت ظاہر ہوتی ہے ۔ احسان کئی قسم کا ہوتا ہے ۔ ایک تو وہ ہے کہ اوس میں صرف زبانی کوشش ہوتی ہے ۔ ایک وہ ہے کہ اوس میں روپیہ خرچ ہوتا ہے ۔ ایک وہ ہے کہ جس میں محنت کرنی پڑتی ہے اور ایک احسان وہ ہے کہ جس میں یہ دونوں تینوں باتیں ہوتی ہیں ۔ جبکہ ہم احسان کی اقسام پر نظر کرینگے تو ہم کو لازم ہوگا کہ اوسکی حیثیت پر بھی غور کریں ۔ جیسی حیثیت احسان کی ہوگی ویسا ہی اوس کے معاوضہ میں بھی لحاظ کرنا ضرور ہوگا ۔ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو معاوضہ کا اطلاق اوس پر صادق نہ آئیگا ۔ اور خدا تعالی کے فرمان کا منشاء پورا نہوگا ۔

ہمارے رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی قوم پر جو جو احسان کیے اوسکے لیے اللہ جلشانہ نے یہ فرمایا ہے کہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا ان اللہ غفور شکور " ای محمد تم اپنی قوم سے کہدو کہ

ہیں تم سے اس کے بدلے میں کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقربا سے محبت رکھو ۔ اور جو شخص نیکی کمائیگا ہم اوس میں اور حسن بڑھا دینگے ۔ بیشک خدا بخشنے والا ہے قدرشناس ہے ۔ تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ اس آیت میں لفظ حسنۃ سے مراد محبت اور اطاعت اہل بیت ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا معاوضہ اہل بیت کی محبت اور اطاعت کرنا ہے ۔ اور وہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں معاوضہ کے علاوہ نیکی بھی ہے ۔ اور نیکی بھی کیسی ؟ جو قبولیت کی رونق سے چمکا اوٹھنے والی ہے ۔ اور پھر اوس پر طرہ یہ کہ اہل بیت کی محبت اور اطاعت کرنے والوں پر خدا کی نہ صرف بخشایش ہی ہوتی ہے بلکہ بارگاہ کبریائی میں اونکی قدر و منزلت بھی کیجاتی ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کے اقربا کون ہیں جنکے ساتھ محبت کرنیکا حکم ہوا ہے آپ نے فرمایا ۔ علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں ۔

اللہ جلشانہ نے ہمارے حضرت کو اپنی رسالت کا معاوضہ قوم سے طلب نہ کرنے کے لیے جو ارشاد فرمایا ہے اوس کی کیا وجہ ہے ؟ کیا اس نظر سے کہ یہ کام کچھ ایسا بڑا نہ تھا ؟ جو معاوضہ لینے کے قابل سمجھا جاتا ۔ یا معاوضہ لینے کے قابل تو تھا لیکن قوم معاوضہ دینے کے لائق نہ سمجھی گئی ۔ یا وہ کام ایسا سنگین تھا کہ اوس کا معاوضہ ہو ہی نہیں سکتا تھا ۔ جبکہ ہم قوم کی حالت اور کام کی حیثیت پر نظر کرتے ہیں تو یہ آخری ہی وجہ صحیح معلوم ہوتی ہے ۔ اس قوم کی درستی کے لیے حضرت نے کیسی کیسی اذیتیں خود قوم کے ہاتھوں اوٹھائیں اور کیا کیا مشقتیں اپنے اوپر

گوارا کئے ہین۔ جنکے بیان کرنیکو ایک مدت اور جنکے لکھنے کو بڑی فرصت چاہیے۔ جب کہین اس قوم کے بخت جاگ سکتے۔

زمانہ جاہلیت کا حال تاریخون مین دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی حیثیت کیا تھی اور ان کا طرز معاشرت کیسا تھا۔ کوئی قوم دنیا مین مہذب نہین ہو سکتی جب تک کہ اوسکی تعلیم و تربیت نہو۔ کوئی ملک دولتمند نہین ہو سکتا جب تک کہ اوسکی زمین قابل زراعت نہو۔ ملک عرب کی سرزمین سے اکثر ہمارے ناظرین واقف ہین کہ اوسمین بجز ریگستان اور کوہستان کے کچھ نہین ہے۔ کوسون پانی کا نام نہین نہ کہین سبزی کا پتا نہین۔ نہ کہین تناور درخت ہین جنکے سایہ مین بھولے بھٹکے مسافرونکو دہوپ کی شدت سے پناہ مل سکے۔ نہ کہین سبزہ ہے جس سے آنکھون کو ٹھنڈک اور دل کو تازگی پہونچ سکے۔ ٹھنڈی خوشگوار ہوا کے عوض مین لوؤن کی لپٹ اور باد صرصر کے طوفان ہین۔ جس سے ریتی کے انبار کے انبار اوڑ کر ہمیشہ ادہر سے ادہر اور ادہر سے ادہر پہاڑیون کے جیسے ٹیلے ہو جاتے ہین جس سے مسافرون کو راستے کی شناخت نہین ہوتی۔ اور اوس آتش ریز بیابان مین بھٹک کر ہلاک ہو جانیکے سوا کوئی چارہ نہین ہوتا۔ بعض مخصوص مقامات کے سوا نہ کہین دریا ہین نہ چشمے۔ ایسی حالت مین اگر کہین پر ببول اور کھجور کے سایہ دار جھنڈ اور آب شیرین کا چشمہ مل گیا تو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھی جاتی ہے۔ اوس ملک کے رہنے والے اکثر ایسے ہی مقامات پر بستے ہین۔ اور محنت مزدوری کرکے اپنی شکم پروری کرتے ہین۔ ایسی حالت کے لوگون سے کیونکر امید کیجا سکتی ہے کہ وہ دولتمند ہونگے اور تعلیم و تربیت پاکر مہذب بنینگے۔

ملک عرب ایشیا کے شمال و جنوب مین ایک جزیرہ نما ہے ۔ یہ جزیرہ نما بحر قلزم کے مشرقی ساحل پر کنعان (فلسطین) کے جنوب مین واقع ہے ۔ اسکے جنوب کی طرف بحر ہند ہے اور مشرق کی جانب بحیرۂ فارس اسکی حد بندی کر رہا ہے یعنے اسکے سنگستانی سواحل کو تین طرف سے سمندر کا پانی تھپیڑے دے رہا ہے اور چوتھی طرف ایک لق و دق اور دشوار گزار بیابان پڑا ہے ۔ اس زمین پر زراعت نہین ہوتی البتہ گھوڑے ۔ اونٹ ۔ بکریان اور دنبے کثرت سے پیدا ہوتے ہین اور بہت اچھے ہوتے ہین ۔ وہان کے لوگونکی گزران اکثر انہین پر ہوتی ہے ۔ اور تجارت کے لیے بندرگاہ جدہ ہے جو مکہ معظمہ سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہے ۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بحر قلزم کے قریب اور ایک دوسرے سے دو سو ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہین ۔ مکہ معظمہ سے ایک مہینہ کی راہ پر یمن ہے ۔ اور اسی قدر فاصلہ پر دوسری جانب شام ہے ۔ یہ مقدس شہر تین پہاڑونکے بیچ مین ایک میدان پر جو دو میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہے واقع ہے ۔ زمین سنگستانی ہے پانی اوس متبرک چاہ زمزم تک کا بھی کھاری ہے ۔ پیشتر یہان بھی پانی کی بڑی قلت تھی ۔ مگر اب تو نہر زبیدہ کے آجانے سے بہت آرام ہو گیا ہے ۔ (۱)

(۱) — خلفائے عباسیہ کے عہد سلطنت مین ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون نے بغداد کی ندی (دجلہ) سے ایک نہر تخمیناً سات فیٹ عریض کاٹ کر مدینہ منورہ سے ہوتے ہوئے مکہ معظمہ کا اور وہان سے کوہ عرفات کا چکر دیکر قصبہ منیٰ مین لاکر چھوڑ دی ہے یہ نہر شروع سے آخر تک زمین کے اندر نہایت مستحکم سنگ بست لاکھون روپیہ کے صرف سے تیار ہوئی ہے جو اب تک اوس نیک بی بی کی یادگار باقی ہے ۔ اور جس سے لاکھون آدمی خصوصاً ایام حج مین زائرین مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً فائدہ اوٹھاتے ہین ۔ منہ

اس ملک کے لوگ جو عرب کہلاتے ہین سمعیل علیہ السلام کی اولاد ہین ۔ جبکہ ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنے آبائی وطن ملک اسٹریا سے ہجرت کر کے کنعان مین آکر بسے اور وہان اونکو دوسری بی بی ہاجرہ کے بطن سے سمعیلؑ پیدا ہوے تو پہلی بی بی سارہ کے لحاظ سے جنکو کوئی اولاد نہو سکنے کی وجہ سے اکثر رنج و ملال رہتا تھا اسمعیل کو اور اون کی مان کو وہان سے نکال کر اوس مقام پر لائے کہ جہان اب شہر مکہ آباد ہے ۔ اور خدا کے حکم سے وہان بیت اللہ کی بنا ڈالی ۔ اور جب وہ مقدس مکان تیار ہوا تو یہ دعا کی ۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "ربنا انی اسکنت ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ۔ ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تہوی الیہم وارزقہم من الثمرات لعلہم یشکرون" اے میرے پروردگار مین نے اپنے بال بچون کو ایک ایسے جنگل مین جو بالکل ناقابل زراعت ہے تیرے معزز گھر کے نزدیک اسلیے بسایا ہے کہ وہ تیری عبادت کرین ۔ اے میرے پروردگار تو لوگون کے دل انکی طرف رجوع کر دے اور اونکے رزق مین میوے دے تاکہ وہ شکرگزار رہین ۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا مقبول ہوئی ۔ ہر طرف سے لوگ اس مقدس گھر کے طواف اور حج کو آنے لگے اور اسمعیل کی اولاد کے کھانے کے لیے ستر میل کے فاصلہ (طائف) سے کھجور ۔ انگور ۔ انجیر ۔ انار اور تربوز وغیرہ میوہ جات جانے لگے ۔ اون کی اولاد مین خدا نے اسقدر برکت دی کہ اوس تمام ملک مین وہی وہ ہوگئے ۔

زمانہ کے انقلاب سے یہان کے لوگ جاہل ۔ وحشی اور بت پرست ہوگئے تھے انمین نہ تو علم و ہنر کا چرچا تھا ۔ نہ دینداری اور خدا پرستی کا چسکا ۔ پوری مشرک اور کافر

بن گئے تھے ۔ یہانتک کہ اوس مقدس بیت اللہ کو ایک اعلی درجہ کا صنم خانہ بنار کہا تہا ۔ خدا کا نام بہولے سے بہی اون کی زبان پر نہ آتا تہا ۔ غرض اونکی دنیا اور آخرت دونون خراب تہین ۔ جیسا کہ خداتعالی فرماتاہے کہ خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ہو الخسران المبین ۔ جب یہ حالت خدا کو پسند نہ آئی تو انکی ہدایت کے لیے حضرت کو نبوت اور رسالت عنایت فرمائی ۔ اوس وقت آپکی عمر شریف چالیس سال کی تہی ۔ نبوت ملنے کے بعد تیئیس سال زندگی وفا کی ۔ اس تیئیس سال مین دس سال تو قوم کے ہاتہون اذیت اوٹہانے مین گزر گئے ۔ جن کانون نے عمر بہر کلمۃ الحق نہ سنے ہون اون کو کب گوارا ہو سکتا تہا کہ حضرت کی پند و نصیحت خوشی سے سنین اور اپنے باپ دادا کی چال چہوڑین ۔ سب کے سب دشمن جان بن گئے ۔ یہانتک کہ حضرت کو اپنے آبائی وطن مکہ معظمہ سے ہجرت کرنی پڑی ۔ اسکے بعد تیرہ سال کا زمانہ جو اطمینان کا زمانہ کہا جا سکتا ہے اوس مین بہی ایک بڑا حصہ جہاد و قتال مین صرف ہوا ۔ ایسی بگڑی ہوئی قوم کا بنانا کچہ آسان کام نہ تہا ۔ لیکن خدا کے بہروسہ پر حضرت نے اپنا فرض منصبی ادا فرمایا ۔ خدا کی قدرت ہے کہ اس قلیل مدت کی ہدایت اور تربیت نے وہ اثر دکہایا کہ تمام ملک عرب کفر کی تاریکی سے نکل کر ایمان کی روشنی مین آگیا ۔ وہی لوگ جو پہلے کافر تہے اب مسلمان بنے ۔ اور جو حیوان تہے وہ انسان ہوئے دنیا مین عزت اور آخرت مین جنت ملی ۔ پہر تو بڑہتے بڑہتے ایسے بڑہے کہ آسمان کے تارے ہوگئے ۔ تمام دنیا ان کو حیرت کی نگاہ سے دیکہنے لگی ۔ دنیا داری مین سب سے اول درجہ بادشاہت کا اور دینداری مین سب سے اول درجہ ولایت انکا موروثی نزکہ ہو گیا ۔ مغرب سے لیکر مشرق تک ان کی حکومت اور عدل کا سکہ بیٹہہ گیا ۔

ساری دنیا میں ان کے علم و فضل کا ڈنکا بج گیا۔ ایسی قوم کے اسقدر عروج کرنے کی کسے امید تھی؟ اور کس کے خیال میں آسکتا تھا؟ کہ چرواہے بادشاہ بن جائینگے۔ اور جاہل مطلق عارف کامل ہوجائینگے۔ یہ محض ہمارے حضرت کا صدقہ ہے کہ مٹی کو اکسیر بنے پیروں کو سر بنا دیا۔ اگر ان کا کلمہ نہ پڑہیں تو پھر کس کا پڑہیں۔ سبحان اللہ۔ حضرت کی کیا ذات پاک تھی۔ جنکا نام لینے سے کفر کافور اور شرک دور ہوجاتا ہے۔ کیا کہوں بشریت ایسا گلے کا ہار ہوگئی ہے کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ نہیں تو کچھ اور کہتا۔

اللہ جلشانہ نے جسقدر کمالات کل انبیائے سلف کو عنایت فرمائے تھے وہ سب کے سب ہمارے حضرت کی ذات مبارک میں جمع کردئے تھے۔ اور پھر اون کمالات کے اشتراک میں بھی ہمارے حضرت شریک غالب تھے۔ دیکھئے! آدم اور داؤد علیہما السلام نے خلیفۃ اللہ کا لقب پایا تو ہمارے حضرت خدائی کے ظہور کا باعث کہلائے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "لولاک لما خلقت الافلاک" اور "لولاک لما اظہرت الربوبیۃ" اگر تو نہوتا تو پیدا نکرتا میں آسمانوں کو۔ اگر تو نہوتا تو ظاہر نکرتا میں خدائی کو۔ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا خطاب ملا تھا ہمارے رسول مقبول کو خدا تعالی نے اپنا حبیب فرمایا۔ سلیمان علیہ السلام کی سیر ہوا پر ہوتی تھی تو ہمارے حضرت کی سیر عرش پر ہوئی۔ اون کی حکومت فقط ملک شام پر تھی۔ اور یہاں آپ کے نام کی بدولت تمام روئے زمین پر ہے۔ کلمہ "اشہد ان محمدا رسول اللہ" نے سب کا سر جھکا دیا ہے۔ اور آیندہ بھی انشاء اللہ تعالی قیامت تک جھکا رہیگا۔ یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال انسان کے معمولی حسن و جمال سے بیشک بڑھا ہوا تھا۔ مگر سراپا نور نہ تھے۔ ہمارے حضرت سراپا نور تھے۔ اسی لیے

آپ کے جسم مبارک کا سایہ نہ تھا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انا من
نور اللہ وکل شئی من نوری " یعنی خدا کے نور سے بنا ہوں اور تمام چیزیں میرے نور سے
بنی ہیں ۔ اور " من رانی فقد رای الحق " جس نے مجھے دیکھا بیشک اوس نے
خدا کو دیکھا ۔ یونس علیہ السلام عبادت میں بہت مشہور ہیں ۔ مگر ہمارے
حضرت کی عبادت اور ریاضت کو خدا تعالی بھی مان گیا ۔ اور فرمایا کہ یا ایہا
المزمل قم اللیل الا قلیلا " اے اکملی والے رات کو ذرا کم اوٹھا کر ۔ مطلب یہ کہ
راتوں کو جاگتے جاگتے اور عبادت کرتے کرتے تھک جاوگے ذرا آرام بھی لیا کرو ۔
حضرت رات کو نماز میں اسقدر کھڑے رہتے تھے کہ پاؤں ورم کر جاتے تھے لہذا یہ
آیت اوتری ۔ ایوب علیہ السلام کا صبر مصائب دنیا پر چند روزہ تھا اور آخر
اون کو اسی دنیا میں راحت بھی نصیب ہو گئی ۔ ہمارے حضرت کا صبر اہل بیت کی
مصیبت پر کیا حالت زندگی میں بلحاظ واقعات آئندہ کے اور کیا آئندہ بہ نظر
وقوع واقعات کے قیامت تک ہے ۔ اس کی حقیقت آئندہ ناظرین پر ظاہر ہوگی ۔
موسی علیہ السلام کو کلیم اللہ کا خطاب ملا تھا ۔ اور وہ خدا سے باتیں کرتے تھے ۔
مگر جب وہ طور پر گئے اور طالب دیدار ہوئے تو اون کو ٹکا سا جواب مل گیا " لن ترانی
تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا ۔ ہمارے حضرت عرش کے پرے اوس مقام پر گئے
جس کو لامکان کہتے ہیں ۔ اور خدا سے اتنے قریب ہو گئے کہ دو انگل کا بھی فرق
نہ رہا ۔ خود اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ " ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی
فاوحی الی عبدہ ما اوحی " پھر نزدیک ہوا اور جھک گیا تو گویا دو کمانوں کے قبضے مل گئے
یا اوس سے بھی کم ۔ پھر سمجھا دیا اپنے بندہ کو جو کچھ کہ سمجھانا تھا ۔ یہ وہ مقام ہے کہ

جہان دوئی کو گنجائش ہی نہین ۔ عیسی علیہ السلام روح اللہ تھے اور وہ مردون کو زندہ کرتے تھے ۔ ہمارے حضرت کی تعلیم وتلقین نے لوگون کے دلون پر وہ اثر کیا تھا کہ بمصداق "موتوا من قبل ان تموتوا" فنافی اللہ کے مقام کو پہونچ گئے تھے ۔ یعنے جیتے جی مر گئے تھے ۔ مردون کو تو ان کے امتیون نے زندہ کر دیا اس کے علاوہ اور بہت سے فضائل وکمالات ایسے ہین جو خاص ہمارے حضرت کی ذات سے مخصوص ہین ۔ ان مین کسی نبی کی شرکت نہین ۔ جیسے قامت مبارک کا سایہ نہونا ۔ اور پشت مبارک پر مہر نبوت کا ہونا ۔ اور آپ کی بعثت تمام عالم پر جن وانس سے بلا تخصیص کسی قوم اور ملک کے ہونا ۔ اور خاتم النبیین کے لقب سے سرفرازی پانا بحکم اس آیت کے "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" محمد تم مین سے کسی مرد کا باپ نہین ہے مگر خدا کا رسول اور کل پیغمبرون کا خاتم ہے ۔ اور خطاب رحمۃ للعالمین کا خدا کی بارگاہ سے عطا ہونا جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" ہم نے تجھے نہین بھیجا مگر عالم کے لیے رحمت کو بھیجا ہے ۔ اور سیر معراج سے مشرف ہونا ۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے "سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ۔ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ہو السمیع البصیر" پاک ہے وہ کہ جس نے سیر کرائی اپنے بندہ کو رات کے وقت بیت اللہ سے طرف بیت المقدس کے جس کی گرداگرد کو ہم نے برکت دی ہے ۔ تاکہ دکھائین اوس کو کچھ ہماری نشانیان ۔ بیشک وہ سننے والا ۔ دیکھنے والا ہے ۔ مطلب یہ کہ ہمارے حضرت مین قدرت کے عجائبات دیکھنے کی اور کلام بے حرف وصوت سننے کی قابلیت تھی ۔

جو بات اون سے کہی جاتی تھی وہ سن سکتے تھے ۔ اور جو چیز دکہلائی جاتی تھی وہ
دیکھ سکتے تھے ۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرت نے کیسا سنا اور کیسا دیکھا ۔ غرض
یہ فضائل تو ظاہری تھے جو اس دنیا مین مشاہدہ کیے گئے ۔ آئیندہ آخرت
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ عطا ہونے والا ہے وہ یہ ہے ۔ کہ روز قیامت کا
اہتمام آپ کے سپرد ہوگا ۔ یعنے حشر کے میدان مین جہنڈا کہڑا کرنا جس کا نام
لوار الحمد ہے ۔ اور آپ کا کرسی پر الکرعرش کی دہنی جانب مقام محمود پر تشریف
رکہنا ۔ جیسا کہ خدا تعالی خبر دیتا ہے کہ "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا"
امید ہے کہ تیرا پروردگار تجہے مقام محمود مین کہڑا کرے ۔ اور شفاعت عامہ کی
اجازت کا حاصل ہونا ۔ موافق اس آیت کے کہ "ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ"
اور بہت جلد تیرا خدا تجہے اتنا دیگا کہ تو راضی ہو جائیگا ۔ اور سب سے پہلے پل صراط پر سے

* ہجرت سے ایک سال پہلے ماہ رجب کی ستائیسوین شب مین جناب رسول
کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حرم کعبہ مین اپنی پہوپی ام ہانی کے گہر آرام فرماتے
تہے ۔ نصف شب گزرنے کے بعد جبرئیل آئے اور حضرت کو سوتے سے جگا کر کہا کہ
چلئے جناب باری نے آپکو بلایا ہے ۔ حضرت اوسی وقت دروازہ کہول کر باہر
نکلے ۔ آپ نے دیکہا کہ ایک جماعت فرشتون کی حاضر ہے اور ایک براق زین
کسا ہوا کہڑا ہے ۔ جبرئیل نے آپ کو بیت اللہ مین لیجا کر آپ کا سینہ مبارک چاک کیا
اور آپ کے دل کو آب رحمت سے دہویا اور پہر درست کر کے سینہ کو درست کر دیا ۔ وہان سے
آپ براق پر سوار ہو کر فرشتون کی جلوس کے ساتہ بیت المقدس کو تشریف لیگئے ۔ اور وہان

تشریف لیکر حوض کوثر پر تشریف لیجاتا اور وہان سب اون لوگون کی مہمانداری کرتا جو بہشت
مین جانے والے ہین ۔ بحکم انا اعطیناک الکوثر بے شک ہم نے تجھکو کوثر بڑا عطیہ
دیا ہے ۔ اور بہشت کا دروازہ اپنے دست مبارک سے کھول کر سب کو بہشت
مین پہونچاتا ۔ یہ تمام باتین ایسی ہین جنسے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے بعد
ہمارے حضرت ہی ہین ۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالے اور اوسکے تمام فرشتے
حضرت پر درود بھیجتے ہین ۔ اور مسلمانون کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی درود بھیجا
کرو ۔ جیسا کہ قرآن مجید مین آیا ہے کہ ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی
یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۔ ترجمہ ۔ اور اوسکے فرشتے نبی پر
درود بھیجتے ہین ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لاتے ہو ۔ اوسپر (نبی پر) درود
بھیجو اور سلامتی مانگو ۔

تتمہ

اور روح انبیاء کی جماعت کے امام ہوکر نماز ادا فرمائی ۔ پھر وہان سے اوسی براق پر سوار
ہوکر آسمان پہ چلے گئے ۔ ایک ایک آسمان پہ ایک ایک نبی مرسل سے ملاقات اور
گفتگو کرکے ساتون آسمان طے فرمائے اور اوسکے بعد سدرۃ المنتہی تک پہونچے
(یہ ایک درخت ہے ساتوین آسمان کے پرے جسکو طوبی بھی کہتے ہین ۔ جبرئیل کا
مقام وہین ہے) اور وہان بیت المعمور اور حوض کوثر اور نہر الرحمۃ کو ملاحظہ فرمایا ۔
یہانتک تو جبرئیل ہمراہ رکاب تھے ۔ اوسکے آگے آپکی سواری کے لیے
رفرف آیا (یہ ایک تخت رواں کا نام ہے) آپ اوسپر سوار ہوکر تنہا
سیدھے چلے گئے ۔ اس منزل مین جبرئیل ساتھ نہ تھے ۔ تنہا حضرت کی ذات تھی

اب یہ دیکھنا ہے کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس قوم کو دنیا اور آخرت دونوں کی بادشاہت مل گئی ۔ اور اتنے بڑے کام کے بدلے میں خدا تعالی نے حضرت کو اس قوم کی جانب سے ایک ایسی چیز کے لینے کو کہا جو بالکل نظر میں نہیں جچتی ۔ اور وہ کیا تھی؟ صرف اہل بیت کے ساتھ محبت سے پیش آنا ۔ تو کیا اس سے اوس کا پورا معاوضہ ہو جاتا ہے؟ اور کیا یہ لوگ اوس حکم "ہل جزاء الاحسان الا الاحسان" سے عہدہ برا ہو جاتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ یہ تو ایک ایسا عظیم الشان احسان ہے کہ جس کا معاوضہ انسان کی قدرت سے باہر ہے ۔ دنیا اور آخرت کے مقابلہ میں کوئی ایسی چیز پیش کرنا جس سے ان دونوں کا معاوضہ ہو سکے غیر ممکن ہے ۔ اور ایک اسی قوم پر کیا منحصر ہے اس میں تو ایک دنیا قاصر ہے ۔ اسی واسطے اللہ جلشانہ نے اپنے حبیب کو معاوضہ کا سوال کرنے سے منع فرمایا ۔ اور کہا کہ اونکو صرف اہل بیت سے محبت کرنے کی تاکید کر دو ۔ اور رسالت کے معاوضہ کو

تتمہ

یا خدا کی ذات تھی ۔ ہر وقت جناب باری سے حکم ہوتا تھا کہ نزدیک آو ۔ ایک ایک حکم پر ایک ایک پردہ نور کا اوٹھتا جاتا تھا اور آپ ایک ایک درجہ آگے بڑھتے جاتے تھے ۔ یہانتک کہ ایک ہزار بار حکم ہوا اور ایک ہزار درجہ تقرب میں ترقی ہوئی ۔ پھر آپ لامکان میں داخل ہو گئے ۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے "ثم دنی فتدلی ۔ فکان قاب قوسین او ادنی ۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی" یہ وہ مقام ہے کہ جہان جسم کو تو کجا روح کو بھی دخل نہیں فقط اللہ ہی اللہ ہے اور بس ۔ وہاں حضرت کا قرب اور وصل ذات باری میں جیسا کہ ہوا اوس کا حال کون بتا سکتا ہے ۔ کسی کے وہم و قیاس کی کیا حقیقت ہے

بہی ایک بات کافی سمجہو ۔ اگر غور سے دیکہا جائے تو اسمین بہی قوم ہی کا فائدہ مدنظر رہا ۔ اور یہ بہی ایک احسان بالائے احسان ہوا ۔ اسلیئے کہ درحقیقت یہ معاملہ بہی اونکو اوسیطرح کا نفع پہونچانے والا تہا جسطرح تجارتی معاملات نے اونکو نفع پہونچایا تہا ۔ اور بظاہر وہ کوئی ایسی چیز بہی نہ تہی جسکے دینے مین قوم پر کچہہ بار پڑتا ۔ یہ تو ایک مفت کرم داشتن کا سا معاملہ تہا کہ جسمین حضرت کے کل احسانات کا معاوضہ ہوجاتا تہا ۔ نہ قوم پر حضرت کے احسان کا بار رہتا تہا ۔ اور نہ اہل بیت پر قوم کا احسان رہتا تہا ۔ اور پہر اوسپر خدا کی خوشنودی مفت مین ملجاتی تہی جسکا وعدہ خدا نے کیا ہے ۔ معلوم نہین کہ اور کیا ملتا تہا اور کتنا ملتا تہا ۔ مگر افسوس ہے کہ اس قوم ناحق شناس احسان فراموش سے اتنا بہی نہو سکا ۔ بلکہ برعکس اوسکے قوم نے اہل بیت کے ساتہہ وہ بیرحمانہ سلوک کیا جو دشمن کے ساتہہ بہی کسی نے نکیا ہوگا ۔ خدا کا حکم اہل بیت سے محبت کرنیکے واسطے جو ہوا تہا شاید وہ بطور اتمام حجت کے تہا ۔ اللہ جل شانہ اپنی قدرت کاملہ سے جانتا تہا کہ یہ لوگ نہایت سفاک اور بڑے ہٹ دہرم ہین ۔ آئندہ

تتمہ

جو وہان تک پہونچ سکے ۔ ہمارے حضرت نے جاتے وقت بیت المقدس مین نماز بہی ادا کی ۔ اور آسمانون پر ارواح انبیاء سے ملاقات بہی فرمائی ۔ اور لامکان مین جناب باریتعالی شانہ سے راز و نیاز بہی ہوا ۔ اور اپنی قوم کی نجات کے بارہ مین سفارش بہی کی ۔ اور آتے وقت آسمانون کی سیر کی ۔ اور بہشت و دوزخ کا تماشا بہی دیکہا ۔ جب واپس آئے ہین تو چلتے وقت مکان کے دروازہ کی زنجیر جو ہل گئی تہی اب تک اوسکی حرکت باقی تہی ۔ اور بچہونا جو سوتے مین گرم ہوگیا تہا اوس مین ابہی سردی کا اثر نہین پہونچا تہا صبح کو جب حضرت نے اوس سیر کا حال بیان فرمایا تو تمام اصحاب نے جنکو حضرت کا تقدس اور کمال سات دن مشاہدہ ہوتا تہا ۔ جنکو خدا نے چشم بصیرت دی تہی فوراً کہدیا صدق

بہت کچھ فساد مچائینگے ۔ اور اہل بیت کے ساتھ طرح طرح کی بیمروتی سے پیش آئینگے ۔ انکو پیش از وقت آگاہ کر دینا ضرور ہے ۔ ایسا نہو کہ قیامت کے روز اپنی ناواقفی کا عذر کر بیٹھیں ۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اہل بیت نے انکے ساتھہ کیا برائی کی تھی جسکے باعث ان لوگوں نے نہ خدا کے حکم کا خیال کیا ۔ نہ پیغمبر کے فرمان کا لحاظ ۔ اور نہ اہل بیت کی عظمت و شان کا پاس کیا ۔ گویا اونکو خدا اور رسول سے کچھ واسطہ ہی نہ تھا ۔

اگرچہ وہ تمام مصیبتیں جو قوم کے ہاتھوں اہل بیت پر پڑیں سب لوح محفوظ پر لکھی ہوئی تھیں ۔ اور اوس کا علم پیغمبر کے ذریعہ سے خود اہل بیت کو ہو چکا تھا ۔ اور وہ بھی راضی برضائے پروردگار تھے ۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ تمام آفتیں جو ہم پر آنیوالی ہیں گنہگاران امت کی نجات کا ذریعہ ہونگی عوض ہیں ہیں ۔ اور جبکہ ہم نے بخشائش امت کا بیڑہ اوٹھایا ہے تو ضرور ہمکو اون تمام مصیبتوں کی برداشت صبر و شکر کے ساتھہ کرنا چاہیے جو خدا نے مقدر کی ہیں ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان لوگوں کو اپنی طرف سے ایسا کرنا جائز تھا؟ ہر ایک آدمی کو خدا تعالی نے فاعل مختار بنایا ہے ۔ اور پیغمبروں کو بھیج کر اچھے برے

تتمہ

یا رسول اللہ ،، کفار اور منافقین نے اپنا شک ظاہر کیا تو آپ نے اونکو بیت المقدس کی تمام نشانیاں بتلا دیں ۔ حالانکہ آپ نے کبھی بیت المقدس کو نہیں دیکھا تھا ۔ اور اس راستے میں جو قافلہ کفار کا ملا تھا اوس کا حال من وعن بیان فرما دیا ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سیر جسمانی نہ تھی شاید روحانی سیر ہوگی ۔ کیونکہ اس طرح کا عروج اور یہ سرعت جسمانی امکان سے خارج ہے ۔ اون کا یہ خیال صحیح نہیں ہے ۔ خدا کی قدرت آدمی کے فہم و ادراک سے باہر ہے ۔ اونکو ذرا غور کرنا چاہیئے کہ جس چیز کو ہم نے ممکن قرار دیا ہے اوس کی بنا صرف ہمارے مشاہدہ پر رکھی گئی ہے ۔ انسان اور حیوان کا توالد و تناسل ۔ نباتات کا نشو و نما اور اونکی اقسام ۔ پھول اور پھل میں

کام سے سمجھا سمجھا دیتے ہین۔ ہر ایک فعل کی جزا اور سزا سے آگاہ کر دیا ہے۔ سارا قرآن ایسی ہی وعدہ و وعید سے بھرا ہوا ہے۔ اسی لیے اچھے لوگ بری کاموں سے پرہیز کرتے رہتے ہین۔ پھر کیا یہ لوگ مسلمان نہ تھے؟ کیا اچھے برے کام کی انکو تمیز نہ تھی؟ کیا انہوں نے قرآن مجید مین یہ آیت نہین پڑہی تھی کہ "ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا" جو لوگ خدا کو اور اوسکے رسول کو ایذا پہونچاتے ہین لعنت بھیجتا ہی خدا اونپر دنیا اور آخرت مین۔ اور مقرر کر دیا ہے اونکے لیے عذاب رسوا کرنیوالا۔ یہ تمام سوالات ایسے ہین جنکا جواب بجز اقرار کے اور کچھ نہین ہو سکتا جبکہ ان لوگون کو مرنے کے بعد دوسرے عالم مین جانیکا اتفاق ہوا ہوگا تو پھر اونہون نے دیکھا ہوگا کہ خدا نے اون کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

تتمہ

طرح طرح کا رنگ اور بو اور ذائقہ اور اثر۔ اگر عملی ممکنات سے درگزر کے دیکھا جائے تو یہی عقلی محالات ہو جاتے ہین۔ ہم نہین بتا سکتے کہ یہ امور ممکن کیون ہو گئے۔ قدرت نے اس دنیا کے کارخانہ کو اگر عادی نکر دیا ہوتا تو کیا کوئی کہہ سکتا کہ یہ محال نہین ہے؟ یہ مقتضائے عقل سلیم نہین ہے کہ جن چیزون کو ہم دیکھین اون کو تو ممکن کہا کرین اور جو چیزین ہماری نظر سے نہ گزرین اون کو محال قرار دین۔ گویا ہم قدرت کے تمام کامون سے واقف ہین۔ ہمارا تجربہ کتنا! ہر روز نئی نئی چیزین ایجاد ہوتی ہین اور ہم حیران رہ جاتے ہین۔ پھر وہ کونسی عقل ہے جو اس سیر کو جسمانی نہین تصور کرتی"۔ منہ۔

دوسرا باب

رتبہ ہی اہل بیت کا تحریر سے فرزون قرآن اور حدیث سے ثابت کر بین کیا لکھون

جس طرح خداوند عالم نے اپنی کل مخلوقات مین گروہ پیغمبران کو موافق اس فرمان کرامت نشان سے "ان اللہ اصطفی آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین ۔ ذریۃ بعضہا من بعض" (بالتحقیق برگزیدہ کیا ہے خدا نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام عالم پر ۔ بعض کی اولاد کو بعض سے) شرف بخشا ہے ۔ اور جس طرح گروہ پیغمبران مین بفحوا اس آیت کے "تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض" (یہ وہ پیغمبر ہین جنکو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی) ہمارے پیغمبر آخر الزمان کو افضل و اکمل بنایا ہے ۔ اوسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہار کو نہایت پاک اور منزہ پیدا کیا ۔ یہ ایک بدیہی مسئلہ ہے کہ بڑون کی کمائی چھوٹون کے حصہ مین ارثاً آتی ہے ۔ جبکہ نفس فضیلت آدم سے لیکر بڑہتے بڑہتے سلسلہ بسلسلہ ارثاً ہمارے حضرت تک پہونچی ہے تو بالضرور حضرت کی

آل اولاد اوس کی مستحق ہے ۔ اسی بنا پر حق سبحانہ وتعالی شانہ نے انکی اطاعت اور محبت کو تمام مسلمانون پر واجب گردانا ہے ۔ اور انکے تقدس اور عصمت کے بارہ مین آیت تطہیر نازل فرمائی ہے ۔

امام احمد اور مسلم نے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت باہر تشریف لائے ۔ اوس وقت آپ ایک کمل سیاہ بوٹے دار اوڑہے ہوئے تہے ۔ اوسکے بوٹے اونٹ کی کجاوہ کی شکل کے تہے ۔ اتنے مین امام حسن آئے ۔ حضرت نے اون کو اوس کمل مین لے لیا ۔ بعد اسکے امام حسین رض آئے ۔ اونکو بہی وہ کمل اوڑہا لیا ۔ بعد اسکے بی بی فاطمہ زہرا رض آئین ۔ آپ نے اونکو بہی کمل مین چہپا لیا ۔ اس کے بعد علی مرتضی رض آئے ۔ اونکو بہی اوسی کمل مین لے لیا ۔ اور یہ آیت پڑہی کہ "انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا" تحقیق خدا یہی چاہتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے پلیدی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک کرے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے ۔

امام احمد نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان مین تشریف رکہتے تہے ۔ صبح کے وقت بی بی فاطمہ رض تشریف لائین ۔ اون کے ہاتہہ مین ایک طبق تہا جسمین حریرہ کا ایک کاسہ تہا اونہون نے وہ طبق حضرت کے حضور مین پیش کیا ۔ حضرت نے اوس وقت میرے اوڑہنے کی خیبری چادر چبوترے پر بچہائے بیٹہے تہے ۔ سرور عالم نے بی بی فاطمہ سے فرمایا کہ تم اپنے شوہر کو اور فرزندونکو بہی بلالاؤ

بی فاطمہؓ فوراً جاکر علی مرتضیٰؓ کو بلا لائین اور امام حسن اور امام حسین کا بھی ہاتھہ پکڑکرلے آئین ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون صاحبزادونکو اپنی گود مین بٹھالیا ۔ علی مرتضیٰؓ داہنی طرف اور بی بی فاطمہ بائین طرف بیٹھین ۔ مین اپنے حجرہ مین نماز پڑہ رہی تھی ۔ اتنے مین حق سبحانہ تعالےٰ نے یہ آیت کریمہ "انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً" نازل فرمائی تب آنحضرت نے اوس چادر کو اوٹھا کر اوڑہ لیا ۔ اور ان چارون کو بھی اوڑہا کر اوسکے چارون گوشے پکڑلیے اور آسمان کی طرف ہاتہہ اوٹھاکر تین بار یہ دعا کی ۔ "اللھم ہولاء اہلی اذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیراً" بار خدایا ! یہی میرے اہل بیت ہین انسے پلیدی کو دور کر اور ان کو ایسا پاک کر جیسا پاک کرنیکا حق ہے ۔ ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ اوس وقت مین نے اپنا سر اوس چادر کے اندر کرکے کہا کہ یا رسول ! مین بھی انکے ساتھہ ہون ؟ آنحضرت نے اوس چادر کو میرے ہاتہہ سے چھوڑا کر فرمایا کہ تو اچھی ہے اپنی جائے پر رہ ۔

اسی راوی نے طریق شہر بن حوشب سے روایت کی ہے کہ جس روز امام حسین کی شہادت کی خبر مدینہ مین پہونچی تو مین نے سنا ہے کہ بی بی ام سلمہؓ رو رو کر کوستی تہین کہ اہل عراق کو خدا غارت کرے جنہون نے اوس کو قتل کیا ۔ خدا اونپر لعنت کرے جنہون نے اوسکو فریب دیا اور خوار کیا ۔ مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا ہے کہ جس روز آیت تطہیر خدا نے نازل فرمائی تھی سرور عالم نے اوسکو اور اوسکے بھائی کو اور اوسکے ماں باپ کو چادر اوڑہا کر فرمایا تھا کہ یہی میرے اہل بیت ہین ۔

ترمذی نے عمر بن ابی سلمہ ربیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آیتہ تطہیر ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی ۔ اور جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والثنا نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بلا کر چادر اوڑھائی اور فرمایا بار خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں ان سے پلیدی کو دور کر اور پاک کر انکو جیسا پاک کرنے کا حق ہے ،، ۔ ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ! میں بھی ان کے ساتھ ہوں تو آنحضرت نے فرمایا کہ تو اچھی ہے اپنی جگہ پر رہ ۔

مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے آخری حج کر کے واپس جاتے وقت مقام غدیر خم پر پہونچے تو برسر منبر یہ بیان فرمایا کہ میں بھی ایک بشر ہوں اور مجھے بھی ایک روز خدا کے پاس جانا ہے ۔ میں تمہارے پاس دو بڑی بھاری عمدہ چیزیں چھوڑتا ہوں ایک تو خدا کی کتاب جس میں سراسر نور اور ہدایت ہے اوس کو مضبوط پکڑو اور دوسری میرے اہل بیت ہیں ۔ میں اہل بیت کے باب میں تمکو خدا یاد دلاتا ہوں ۔ میں اہل بیت کے باب میں تمکو خدا یاد دلاتا ہوں ۔ میں اہل بیت کے باب میں تمکو خدا یاد دلاتا ہوں ۔ حضرت کا تین بار خدا کو بیچ میں دے کر اہل بیت کے واسطے تاکید فرمانا بڑا سخت حکم ہے اہل بیت کا خیال رکھنے اور اونکی اطاعت اور محبت کرنے کے واسطے ۔ گویا قرآن متن ہے اور اہل بیت اوسکی تفسیر ہیں ۔ یا یوں کہیئے کہ وہ قرآن صامت ہے اور یہ قرآن ناطق ہیں ۔

مسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایکبار نجران کے نصاری جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسی علیہ السلام کے

سکے باب مین بحث کرنے کو آئے تہے ۔ جب تقریر کو طول ہوا تو اوس وقت یہ آیت
نازل ہوئی کہ "فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا
وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین"
(جو شخص تم سے حجت کرتا ہے اوس مین بعد پہونچنے دلائل کے تو پہر کہدو کہ آؤ ہم تم
بلائین ۔ ہم اپنے بیٹون کو اور تم اپنے بیٹون کو ۔ ہم اپنی عورتون کو اور تم اپنی
عورتون کو ۔ ہم اپنے عزیزون کو اور تم اپنے عزیزون کو پہر مباہلہ کرین اور لعنت
چاہین خدا کی جہوٹون پر ۔) اس حکم کے موافق حضرت نے اون سے فرمایا
اچھا چلو ۔ مباہلہ ٭ کرینگے ۔ دیکھین کون سچا ہے اور کس کی دعا اثر کرتی ہے ۔
ہم بہی اپنے بیٹون ۔ عورتون اور عزیزونکو بلاتے ہین ۔ تم بہی اپنے بیٹون ۔ عورتون
اور عزیزون کو بلاو ۔ اس بات پر وہ لوگ راضی ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم مباہلہ کرنے کے واسطے گہر سے نکلے ۔ اس ہیئت سے کہ امام حسین کو کندہے پر
بٹہایا ہے اور امام حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہین بی بی فاطمہ زہرا آپ کے

٭ زمانہ سابق مین یہ طریقہ تہا کہ جب کوئی پیغمبر نبوت کی دعوت کرتے اور قوم اونکو نہ مانتی
تو ایسے موقع مین دونون فریق اپنی اپنی حقیت جتانے کے لیے اپنے اپنے بیٹون ۔ عورتون
اور عزیزون کو جنکی پاک نفسی پر اونکو اعتماد ہوتا تہا اپنے ساتھ لیکر جنگل مین جاتے تہے
ایک فریق خدا کی بارگاہ مین دعا کرتا تہا کہ بارخدایا جو کوئی جہوٹا ہو اوس پر تو اپنا غضب
نازل کر ۔ اور فریق ثانی آمین کہتا تہا ۔ اس طریقہ کا نام مباہلہ تہا ۔ اللہ جلشانہ نے
اپنے رسول کو اس امتحان کے لیے حکم فرمایا ۔ منہ ۔

سمجھتے تھے کہ چل دئیے اپنے گھرون کو اور اوس دن یہ پیچھے حضرت علی سے ملنا ۔ اور جب وقت ہوا حضرت نے یہ فرمایا کہ واللہ اعلم ... لا ادری ‹‹ دعا کی بار خدایا یہ میرے اہل بیت ہیں ... ۔ پھر جب نصاریٰ نے
نے حضرت کو اس ہیئت سے مباہلہ کرنے کے لیے چلتے ہوئے دیکھا ۔ اور یہ مبارک نورانی شکلین ایک عجب حالت شفقت مین اونکی نظرون مین آئین تو ڈر گئے ۔ اونکو وہ بات یاد آگئی جو اپنی کتابون مین اونہون نے دیکھی تھی کہ پچھلے زمانہ مین ایک پیغمبر اسی ہیئت سے اپنی قوم کے اصرار پر مباہلہ کرنے کو نکلے تھے تو اوس قوم پر خدا کا قہر نازل ہوا تھا ۔ ان کو یقین ہو گیا کہ اب بھی ضرور ہم پر خدا کا کوئی قہر نازل ہو جائیگا ۔ لہذا اونہون نے حضرت سے معافی چاہی ۔ اور بجائے اسلام قبول کرنے کے جزیہ دینے پر راضی ہوئے ۔ اوس وقت حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو خدا تعالیٰ اون کی صورتین مسخ کر دیتا اور ایسی آگ برساتا کہ نجران مین کوئی جاندار زندہ نہ بچتا ۔ یہان تک کہ اون کے گھر کی چڑیان بھی جل کر خاک ہو جاتین ۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت جنکو خدا تعالیٰ نے ذوی القربیٰ کے لقب سے یاد فرمایا ہے یہی چار مقدس ذاتین تھین ۔ اور انہین کی پاک نفسی اور تقدس کا درجہ اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ ایسے سخت امتحان کے نازک وقت مین انہین کو خدا کی بارگاہ کبریائی مین پیش کرنا مناسب سمجھا گیا ۔

حاکم نے ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی ہے کہ جو اوس مین سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جس نے اوس سے منہ موڑا وہ ہلاک ہوا ۔

اسی راوی سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگون میں سے (صحابہ کی طرف خطاب کرکے) وہی شخص اچھا ہے جو میرے بعد اہل بیت کے ساتھ احسان کرینگے۔

ابن عساکر نے جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کریگا مین اوس کا بدلہ قیامت کے روز کر دونگا۔

دیلمی نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص تکلیف پہونچائیگا میرے اہل بیت کے سبب سے تو اوسپر خدا کا سخت غضب نازل ہوگا۔

خطیب نے جناب علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شفاعت اوسی کے لیے ہوگی جو میرے اہل بیت کے ساتھ دوستی رکھیگا۔

دیلمی نے جناب علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مین قیامت کے روز چار قسم کے لوگون کا شفیع ہونگا۔ ایک تو اوس شخص کا جو میری اولاد کی تعظیم کریگا۔ دوسرے اوس شخص کا جو میری اولاد کی حاجت روائی کریگا۔ تیسرے اوس شخص کا جو اونکی مشکل کے وقت کام آئیگا۔ چوتھے اوس شخص کا جو دل سے اور زبان سے اون کا دوست رہیگا۔

دیلمی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آل محمد کے ساتھ ایک دن کی دوستی ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

خطیب اور ابن عساکر نے اوسی راوی سے یہ بھی روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "مردون مین سب سے بہتر علی ہے اور جوانون مین سب سے بہتر حسن اور حسین ہین اور عورتون مین سب سے بہتر فاطمہ ہے"۔

ابن عساکر نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "جس نے دوست رکھا ان کو (علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کی طرف اشارہ کرکے) اوس نے بالیقین مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے دشمن رکھا انکو اوس نے بالیقین مجھے دشمن رکھا"۔

امام احمد اور طبرانی اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو شخص لڑیگا تم سے (علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کی طرف اشارہ کرکے) لڑونگا مین اوس سے اور جو شخص صلح کریگا تم سے صلح کرونگا مین اوس سے"۔

ملا نے جناب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "حوض کوثر پر میرے اہل بیت کے ساتھ بلکر (جیسے دو انگلیان ملی ہوئی ہوتی ہین) وہ لوگ آئینگے جو اون کو دوست رکھینگے"۔

حاکم نے جناب علی مرتضی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (علی مرتضی کی طرف خطاب کرکے) "اول جو لوگ بہشت مین آئینگے وہ مین اور تو اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہین۔ حضرت علی فرماتے ہین کہ مین نے پوچھا یا رسول اللہ ہمارے دوست کب آئینگے تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے پیچھے"۔

ابن ماجہ اور حاکم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہم فرزندان عبد المطلب پیشرودان اہل بہشت ہیں یعنی میں اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور مہدی"۔

یہاں تک تو اہل بیت کے فضائل بالاشتراک بیان ہوئے۔ اب ہر ایک ذات فرخندہ صفات کے فضائل جدا جدا بیان کیے جاتے ہیں۔

عبد اللہ بن عباسؓ ۱؎ سے منقول ہے کہ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بھی آپ کے بارہ میں بکثرت مروی ہیں۔ اگر اون سب کا ذکر کیا جائے تو بہت طول ہوتا ہے لہذا چند حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے علی کو دوست رکھا اوس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے علی کو رنج پہونچایا اوس نے مجھے رنج پہونچایا۔ جس نے علی کو برا کہا اوس نے مجھے برا کہا"۔

اور یہ بھی فرمایا کہ "اے علی تم پر عیسیٰ بن مریم کی مثال صادق آتی ہے۔ یہود نے

۱؎ بخاری اور مسلم میں ابن مسعود محدث نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ اونہوں نے جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ کے لیے وضو کا پانی رکھا تو آنحضرت نے اون کے حق میں یہ دعا کی کہ "اللھم فقہہ فی الدین" اے بارخدایا! تو اس کو احکام دین کی سمجھ بوجھ دے۔ یعنے قرآن کے رموز و نکات سکھادے۔ چنانچہ اس دعا کی برکت سے عبد اللہ بن عباس بڑے عالم ہوئے۔ قرآن کی تفسیر کی اکثر روایتیں انہیں سے لی جاتی ہیں منہ۔

فضائل ... علی [illegible]

اونکی ہمراہ عداوت کرکے اپنے تئیں جہنم پہونچایا ۔ اور انصاری نے اون کو از راہ محبت اس درجہ پر پہونچا دیا جس درجہ کے وہ لائق نہ تھے ۔ اس لیے اون دونوں نے اپنی آخرت خراب کی ۔ ایسا ہی وہ دو فریق بھی ہلاک ہونگے جو میری اور تمہاری دشمنی پر کمر باندھینگے ۔ یا میری اور تمہاری محبت میں حد سے زیادہ بڑھ جائینگے" ۔

مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے علی تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسی کے لیے ہارون تھے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں" ۔

بخاری اور مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضی سے فرمایا کہ "تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں" ۔

انس بن مالک سے روایت ہی کہ ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر ایک بہنا ہوا پرند رکہا ہوا تہا ۔ آپ نے دعا کی کہ "یا خدا ! تو اپنی مخلوق میں جس شخص کو زیادہ دوست رکہتا ہی اوسکو میرے ساتھ کہانیکے لیے بہیجدے" ۔ ہنوز یہ دعا ختم نہونے پائی تہی کہ علی پہونچے اور آپکے ساتھ اوس پرند کو نوش فرمایا ۔

بخاری اور مسلم نے سہل بن سعد سے روایت کی ہی کہ خیبر کے جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کل میں اپنا علم اوس شخص کو دونگا جسکے ہاتھ پر خدا نے فتح رکھی ہے ۔ وہ خدا کو اور اوسکے رسول کو پیار کرتا ہے اور اوسکو بھی خدا اور اوسکا رسول پیار کرتا ہے" ؎

؎ خیبر کی جنگ میں علی مرتضی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہیں آئے تہے جب لڑائی نے طول کہینچا اور کفار کا غلبہ ہونے لگا تو جبرئیل بارگاہ ایزدی سے یہ بشارت لائے

کہ ناد علیاً مظہر العجائب ۔ تجدہ عوناً لک فی النوائب ۔ کل ہم وغم سینجلی ۔ بنبوتک یا محمد وبولایتک یا علی یا علی ۔ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل مین اپنا علم اوس شخص کو دونگا جس کے ہاتھہ پر خدا نے فتح رکہی ہے ۔ مجاہدین مین رات بہر اس بات کا چرچا رہا کہ دیکہئے کل حضرت اپنا علم کس کو عنایت فرماتے ہین خدا کا کرنا کہ جناب علی مرتضی صبح ہونے کے پیشتر ہی مدینہ سے آنپہونچے ۔ اور علیحدہ ایک خیمہ مین اوتر پڑے ۔ اوس زمانہ مین آپ کی آنکہین دکہتی تہین ۔ جب صبح ہوئی تو تمام مجاہدین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے ۔ ہر ایک اس بات کا امیدوار تہا کہ وہ علم مجہے ملے ۔ یکایک آنحضرت نے پوچہا کہ علی کہان ہین ۔ لوگون نے عرض کیا کہ وہ ابہی آئے ہین اور اون کی آنکہین دکہتی ہین ۔ آپ نے فرمایا ۔ اون کو بلاو ۔ جب وہ سامنے آئے تو آنکہون پر پٹی بندہی ہوئی تہی ۔ آنحضرت نے اپنا لعاب دہن اون کی آنکہون مین لگایا اوسی وقت آنکہین اچہی ہوگئین ۔ پہر حضرت نے اپنا علم اون کو عنایت کرکے جہاد کا حکم دیا ۔

مرحب قوم یہود کا ایک بڑا نامی سپاہی لشکر کفار مین تہا ۔ وہ اپنی جماعت سے آگے بڑہکر میدان جنگ مین آیا اور یہ رجز پڑہی ۔ ”قد علمت خیبر انی مرحب ۔ شاکی السلاح بطل مجرب ۔ اطعن احیاناً وحیناً اضرب ۔“ اوس کو اپنی پہلوانی کا اسقدر دعوی تہا کہ تمام لشکر کفار اوس کو مقدمۃ الجیش سمجہتا تہا ۔ اور فتح وشکست اوسی کی ذات پر منحصر تصور کی گئی تہی ۔ واقع مین وہ تہا بہی ایسا ہی ۔ اب تک اوسی کے بل پر اتنا زور وشور بہی تہا ۔ اب جناب مشکل کشا نے اوس کے مقابلہ مین آکر یہ رجز پڑہی ”انا الذی سمتنی امی حیدرہ ۔ کلیث غابات کریہ المنظرہ ۔ اکیلہم بالسیف کیل السندرہ“

اگرچہ پہلے تو اوس نے اپنے فخر کے جوش میں کچھ نہ سمجھا ۔ اور لاف زنی کرنے لگا ۔ مگر جب مقابلہ ہوا تو آنکھیں کھل گئیں ۔ تلوار پر تلوار اور نیزہ پر نیزہ چلنے لگا ۔ اس وقت میدان جنگ کا سمان دیکھنے کے قابل تھا ۔ برابر آٹھ آٹھ گھنٹہ تک مقابلہ رہا ۔ نہ وہ ہارا ۔ نہ یہ تھکے ۔ دونوں طرف سے سپہ گری کے جوہر دکھلائے جا رہے تھے ۔ اور شجاعت بیچ میں کھڑی جوہری کا تکبر پر کہہ رہی تھی ۔ آخر کار حضرت علی کا وار چل گیا ۔ وہ ایسا غضب کا وار تھا کہ سر پر پڑتے ہی بجلی کی طرح زمین تک اوتر گیا ۔ حالانکہ اوس کے سر پر فولادی خود تھا ۔ اور جسم میں زرہ بکتر ۔ اور اوسپر فولادی چار آئینہ تھا ۔ اور پشت پر فولادی سپر تھی ۔ ذوالفقار جو خود کو کاٹ کر سر سے اوتری تو ان سب کو برابر دو کرتی ہوئی زین پر آئی ۔ اور زین کو لیتی ہوئی گھوڑے کو بھی دو کر کے زمین پر جا کر ٹھیری ۔ مرحب کا زمین پر گرنا تھا کہ فوج اسلام میں نعرہ اللہ اکبر بلند ہوا ۔ لشکر کفار کے پانوں اوکھڑ گئے ۔ پھر کیا تھا ۔ سب کے سب بھاگ کر قلعہ میں گھس گئے ۔ اور دروازہ بند کر لیا ۔ لشکر اسلام کا جوش ایسا نہ تھا جو اتنے میں دب جاتا ۔ اونکے بھاگنے سے اور بڑھ گیا ۔ مجاہدوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا ۔ مگر چونکہ دروازہ لوہے کا تھا کسی سے نہ کھل سکا ۔ اوس وقت حضرت علی نے قلابہ میں ہاتھ ڈالکر جو کھینچا تو دیوار میں سے اوکھڑ کر گر پڑا ۔ مجاہدین قلعہ میں داخل ہو گئے کفار الامان ! الامان !! پکارنے لگے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے حال پر رحم فرما کر امن دیا ۔

ابو رافع کہتے ہیں کہ اوس دروازہ کو اوٹھانے کے لیے ہم آٹھ آدمیوں نے ملکر برابر زور لگایا مگر وہ ہلا تک نہیں ۔ اوٹھنا اور پلٹنا کیسا ۔ اس معرکہ سے حضرت علی کے زور ولایت کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔ اسی کو زور ید اللّٰہی کہتے ہیں ۔ اور ضرب حیدری اسی کا نام ہے منہ ۔ ۔

فضیلت بی بی فاطمہ زہرا

بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ذات با برکات تو مستغنی عن الصفات ہے۔ اونکی نسبت اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ایک جزو ہین بخاری اور مسلم مین مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ ایکبار ابو جہل نے اپنی بیٹی حضرت علی کو دینی چاہی تھی اور بی بی فاطمہ نے اوسکی شکایت آنحضرت سے کی تو آپ نے فرمایا کہ مین ہرگز ابو جہل کو اس امر کی اجازت نہ دونگا۔ مین ہرگز ابو جہل کو اس امر کی اجازت نہ دونگا۔ مین ہرگز ابو جہل کو اس امر کی اجازت نہ دونگا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی سے کرے۔ مگر یہ کہ ابی طالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دے کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ مجھے بھی وہی چیز رنج دیتی ہے جو اوس کو رنج دیتی ہے اور وہی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے جو اوسکو تکلیف دیتی ہے۔

بخاری اور مسلم مین اسی راوی سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا فاطمہ میری ہے اور البتہ مجھے خوف آتا ہے کہ کہین اوس کے دین مین فتنہ نہ ڈالا جائے اور مین ایسا نہین ہون کہ حلال چیز کو حرام کردون اور حرام کو حلال بتلاؤن۔ لیکن قسم ہے خدا کی کہ خدا کے پیغمبر کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی ایک مکان مین کبھی جمع نہونگی "۔

طبرانی نے ابن عساکر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (بی بی فاطمہ کی طرف خطاب کرکے) تجھپر اور تیری اولاد پر خدا تعالی عذاب نکرے گا "۔

طبرانی اور بزار اور ابو یعلے نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے " فاطمہ نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اس لیئے اللہ تعالی نے

اوسپر اور اوسکی اولاد پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیا"۔

بخاری اور مسلم نے بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (بی بی فاطمہ کی طرف خطاب کرکے) "کیا تو راضی نہیں ہوتی اس بات سے کہ تو سردار ہے میری امت کی تمام عورتوں کی"۔ مطلب یہ کہ بی بی فاطمہ زہرا تمام مسلمان عورتوں کی سردار اور مالک ہیں ۔ اسی حدیث کی بنا پر بی بی کو سیدۃ النساء اور خیر النساء اور خاتون جنت اور خاتون قیامت کہتے ہیں ۔ بی بی کا وہ مرتبہ ہے کہ جب وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتی تھیں تو حضرت اونکو سروقد تعظیم دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے ۔

فضائل امام حسن اور امام حسین

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تو تھے ہی ۔ مگر اکثر روایتوں سے ثابت ہوا ہے کہ ان دونوں بزرگواروں کو آنحضرت نے متبنی کیا ہے اور اپنا فرزند فرمایا ہے ۔

امام حنبل نے جناب امیر المومنین علی مرتضی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام حسن پیدا ہوئے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "دکھاؤ میرے فرزند کو ۔ اور تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟" حضرت علی نے عرض کیا کہ میں نے ان کا نام حرب رکھا ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا "نہیں ۔ اس کا نام حسن ہے"۔

جب امام حسین پیدا ہوئے تو آنحضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ "دکھاؤ میرے فرزند کو ۔ اور تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟" جناب امیر نے

عرض کیا۔ کہ میں نے ان کا نام حرب رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں اس کا نام حسین ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے ان بچوں کا نام ہارون کے فرزندوں کے نام پر رکھا ہے۔ جنکو عبرانی زبان میں شبر و شبیر کہتے ہیں [۱]۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے نقل کی ہے کہ حسن اور حسین دونوں نام بہشت والوں کے ہیں۔ اسکے پیشتر عرب میں یہ نام کسی نے نہیں رکھا تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جبرئیل نے یہ دونوں نام خدا تعالی کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ کے لاکر دئے تھے۔

ترمذی اور ابن حبان نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں ایک رات کسی کام کے لیے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تھا۔ دیکھا کہ آپ کسی چیز کو چادر میں چھپائے بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے چادر ہٹائی۔ میں نے دیکھا تو امام حسن اور امام حسین حضرت کی گود میں بیٹھے ہیں۔ اوس وقت آپ نے فرمایا۔ کہ یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ ای باریتعالی! میں انکو دوست رکھتا ہوں۔ تو بھی انکو دوست رکھہ۔ اور اوس شخص کو بھی دوست رکھہ جو کہ ان کو دوست رکھے۔

[۱] زبیر بن بکار وغیرہ سے منقول ہے کہ امام حسن تاریخ پندرہوین رمضان ۳ھ ہجری مین پیدا ہوئے۔ اور امام حسین پانچوین شعبان ۴ھ ہجری مین پیدا ہوئے۔ اس حساب سے امام حسین دس مہینے بیس روز امام حسن سے عمر مین چھوٹے مین [illegible]

ترمذی نے جناب علی مرتضیٰ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین کو ایکروز اپنے ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ جو شخص دوست رکھیگا مجھے اور دوست رکھیگا ان دونوں کو اور ان کے ماں باپ کو وہ میرے ساتھ اوسی درجہ میں بہشت میں قیامت کے روز ہوگا۔

امام احمد اور ابن شیبہ اور طبرانی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "خداوندا! میں ان دونوں کو (امام حسن اور امام حسین کی طرف اشارہ کرکے) دوست رکھتا ہوں تو بھی انکو دوست رکھ۔ اور دشمن رکھ اوس شخص کو جو ان کو دشمن رکھے"۔

ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو شخص حسن اور حسین کو دوست رکھیگا۔ وہ مجھے دوست رکھیگا۔ اور جو شخص ان دونوں سے عداوت رکھیگا وہ مجھ سے عداوت رکھیگا"۔

ترمذی نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یارسول اللہ! آپکو اپنے اہل بیت میں زیادہ پیارا کون ہے؟ آپ نے فرمایا "حسن اور حسین ہیں"۔

ابو نعیم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو شخص دوست رکھیگا حسن اور حسین کو دوست رکھونگا میں اوسکو اور جسکو میں دوست رکھونگا اوسکو خدا دوست رکھیگا اور جسکو خدا دوست رکھیگا داخل کریگا اوسکو بہشت میں۔ اور جو شخص دشمنی کریگا ان دونوں سے یا ظلم کریگا بیر دشمن رکھونگا میں اوسکو اور جسکو میں دشمن رکھونگا اوسکو خدا دشمن رکھیگا اور جسکو خدا دشمن رکھیگا

داخل کریگا اوس کو دوزخ مین ۰ اور ہمیشہ اوسپر عذاب ہوگا ''

امام احمد نے عبداللہ بن شداد سے اور اونہون نے اپنے باپ شداد سے روایت کی ہے کہ ایک روز ہمارے سامنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر یا عصر کی اداکرنیکے لیے مکان سے باہر تشریف لائے ۔ اوس وقت امام حسن یا امام حسین بخرض دونون مین سے ایک صاحبزادہ حضرت کے ساتھ تھے ۔ جب نماز کو کھڑے ہوئے تو ایک سجدہ مین حضرت کو بہت دیر لگی ۔ مین نے سجدہ سے سراوٹھاکر دیکھا تو وہ صاحبزادے آپکی پشت پر سوار ہیں اور حضرت سجدہ مین ہین ۔ مین نے پھر سجدہ مین سر رکھدیا ۔ یہانتک کہ اس سجدہ مین ستر بار سبحان ربی الاعلی کے کہنے کا وقفہ ہوا ۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد اصحاب نے عرض کیا یارسول اللہ ! آج خلاف معمول سجدہ مین بہت دیر ہوئی ۔ ہم خیال کرتے ہین کہ کوئی نئی بات ہوئی ہے یا وحی اوتری ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا دو کہ ایسا کوئی امر تو واقع نہین ہوا ۔ لیکن یہ لڑکا میری پشت پر بیٹھا تھا مین نے اوس کے خلاف مرضی حرکت کرنا مکروہ جانکر سجدہ سے سر نہین اوٹھایا ''

اسی قسم کی اور بہی روایتین امام احمد اور ابن عساکر اور ابی سعید اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہین ۔ طول کلامی کے خیال سے چھوڑدیگئین ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بزرگوارون کی خاطرداری نماز مین بہی مدنظر رہی ہے حالانکہ نماز خدا کی عبادت ہے ۔ مگر انکی خاطر عبادت سے کم نہ سمجھی گئی ۔

امام احمد اور ابن ماجہ نے یعلی بن مرہ سے اور طبرانی نے جابر سے روایت کی ہے کہ ہم ایکروز دعوت مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جارہے ۔ یکایک ہم نے دیکھا کہ حسنین بازار مین کھیل رہے ہین ۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

جماعت سے آگے بڑہکر اپنے دونوں ہاتھہ پہیلا دیئے ۔ اور حسین اودہر اودہر بہاگنے لگے ۔ آنحضرت
اونکے ساتھہ ساتھہ پہرتے تہے اور مسکراتے تہے ۔ آخر اونکو پکڑ لیا اور بوسہ دیکر فرمانے لگے کہ
"حسین مجہسے ہے اور مین حسین کا ہون ۔ دوست رکہیگا خدا اوس شخص کو جو دوست رکہیگا
حسین کو ۔ حسین ایک سبط !! ہے اسباط مین سے "۔

ابو یعلی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایکروز امام حسن اور امام حسین آپس مین کشتی کرتے
تہے ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ "ہیئہ حسین ہیئہ حسین" یعنے
او حسین ! او حسین ! جانے نہ دو حسن کو پکڑ لو ۔ بی بی فاطمہ زہرا اوس وقت حاضر تہین ۔
اونہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسا کیون فرماتے ہین ؟ یعنے حسین کی طرفداری
نسبتاً بہ حسن سے کیون کرتے ہین ؟ آنحضرت نے فرمایا دو کہ جبرئیل کہڑے ہین اور ہیئہ
حسین ! ہیئہ حسین ! کہتے ہین ۔ ابن شاہین نے بہی اسی مضمون کی ایک روایت
جناب علی مرتضی سے بیان کی ہے ۔ معلوم ہوا کہ جبرئیل بہی ان بزرگوارون کے ساتھہ
کہیل کود مین شریک رہتے تہے ۔ اور انکو خوش کرتے تہے ۔

ابن ماجہ اور حاکم اور طبرانی اور ابن عساکر نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ
فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسن اور حسین دونون سردار ہین

!! سبط بکسر سین مہملہ وسکون با موحدہ ۔ درخت شاخدار کو کہتے ہین ۔ اور اسی مناسبت سے اولاد اور
قبیلہ کو بہی سبط کہنے لگے ۔ اور اسباط بالفتح جمع اوسکی ہے ۔ پس جس معنے مین عرب مین لفظ قبیلہ استعمال ہوا
اوسی معنے مین بنی اسرائیل کی بارہ قبیلونکو اسباط کہتے ہے ۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ امام حسین بجائے
ایک قبیلہ کے ہین ۔ یعنے اونکی اولاد زیادہ ہوگی اور کئی قبیلہ بنین گے منہ ۔

نوجوانان بہشت کے ۔ اور ان کا باپ ان سے افضل ہے"۔

دیلمی اور ابن عدی اور ابن عساکر نے انس بن مالک سے روایت کی کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آئے میرے پاس وہ فرشتے کہ وہ کبھی زمین پر نہیں آئے تھے اور خوشخبری دی مجھ کو اس بات کی کہ بیشک حسن اور حسین سردار ہیں نوجوانان بہشت کے میں جنکا باپ انسے بہتر ہے"۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے ۔ اسکے راوی بڑے بڑے جلیل القدر چند صحابی ہیں ۔

امام احمد اور بخاری اور ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسن اور حسین دونوں پھول ہیں میرے باغ دنیا کے"۔

طبرانی نے بی بی فاطمہ زہرا سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں ۔ "میں نے ایکروز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنحضرت کی بیماری میں اپنے دونوں بچوں کو لیجا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ دونوں آپ کے فرزند ہیں ۔ انکو کسی چیز کا وارث کرو۔ حضرت نے فرمایا حسن کو میری عظمت اور سیادت ہے ۔ اور حسین کو میری جرات اور سخاوت"

جابر بن سمرہ نے ام ایمن سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہیں ۔ " ایک روز بی بی فاطمہ نے حسن اور حسین کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ انکو کچھ عنایت کرو ۔ حضرت نے فرمایا ۔ میں نے بڑے کو دبدبہ اور حلم عطا کیا ہے اور چھوٹے کو محبت اور رضا بخشی ہے"۔ اسکے سوائے اور بہت سی حدیثیں ہیں ۔ اگر وہ سب کی سب لکھی جائیں تو ایک دفتر چاہیے ۔ لہذا اسی پر اکتفا کیا گیا ۔

یہ دونوں بزرگوار جس طرح جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں مشابہ تھے اوسی طرح آنحضرت کی صورت میں بھی مشابہت رکھتے تھے ۔ چنانچہ امام احمد اور ترمذی نے جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن

سے سینہ تک اور امام حسین سینہ سے لیکر پاؤن تک جناب رسالتمآب سے پوری
مشابہت رکھتے تھے ۔ گویا ان دونون ذاتون کے ملنے سے آنحضرت کا سراپا
نظرون مین پورا ہوجاتا تھا ۔ اس اعتبار سے آنحضرت کی صورت بالکل حقیقت مین دو حصے
ہوکر ان دونونکی خلقت مین شامل ہوئی تھی ۔ اور حضرت علی اور بی بی فاطمہ ان
دونونکی خلقت کا باعث بنے تھے ۔ اس حالت مین یہ پنجتن بمثل حواس خمسہ کے
کامل اور مکمل ہوگئے ۔ اور انمین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ کی تمیز کرنیکے واسطے
بجز اصلیت اور فرعیت کے اور کوئی دوسری بات نرہی ۔ یعنے ایک درخت ہے اور
اوسکی کئی شاخین ہین ۔ اس ہیئت مجموعی سے ان سب کی محبت اور اطاعت
مسلمانون پر فرض عین ہوگئی ۔ انمین سے کسی ایک کی دوستی عین دوستی جناب رسول
خدا کی ۔ اور انمین سے کسی ایک کی دشمنی عین دشمنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھیری ۔
یہی اون تمام احادیث کا ماحصل ہے جو بیان کی گئی ہین ۔ اور محبت و عداوت کو بھی
مدارج ہین جس درجہ کی محبت یا عداوت ہوگی اوسی کے مطابق اوسکا ثمرہ اور نتیجہ ملیگا ۔

تیسرا باب

کیا شام سے اندھیرا مدینہ مین پڑ گیا
گل ہو گیا چراغ بھرا گھر اوجڑ گیا

اب ہم اون واقعات مین سے جو اہل بیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہین صرف ایک واقعہ کا حال بیان کرتے ہین جو مشہور آفاق ہے اور جس کی صحت پر تمام اسلامی دنیا کا اتفاق ہے ۔ یہ واقعہ ایسا قیامت خیز ہے کہ نہ کسی کی زبان مین اتنی طاقت ہے کہ اوس کی کیفیت پورے طور پر بیان کر سکے اور نہ کسی کے قلم مین یہ قدرت ہے کہ اوس کی سرگذشت خاطر خواہ لکھہ سکے ۔ آج اس واقعہ کو بارہ سو برس سے زیادہ ہوگئے ہین ۔ مگر کیا ممکن ہے کہ اوس کا رنج وملال کچھ کم ہو گیا ہو ۔ ہر سال جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو محبان اہل بیت پر اوس کا غم والم تازہ ہو جاتا ہے ۔ وہ تمام مظالم جو قوم کے ہاتھون اہل بیت پر نازل ہوئے ہین اوس کا سمان آنکھون مین پھر جاتا ہے ۔ اس کے بیان مین صد ہا کتابین اور ہزار ہا مرثیے لکھے گئے ۔ لیکن کیا مجال ہے کہ کسی کے قلم سے اس کی کامل تصویر اوتری ہو ۔

ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک ایسا واقعہ کسی نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے۔ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ کسی پیغمبر پر جب کوئی مصیبت گزری ہے تو اون لوگون کے ہاتھون گزری ہے جنہون نے اون کو نہین مانا تھا۔ اور جو کچھ احکام الٰہی اون کے ذریعہ سے صادر ہوئے تھے اون کو غیر صحیح جانا تھا۔ لیکن ایسا کبھی نہین ہوا کہ پیغمبر کو مانتے ہون۔ احکام الٰہی جو کچھ اون کے ذریعہ سے صادر ہوئے ہین اون کو صحیح جانتے ہون۔ پھر اون کی اولاد کو چن چن کر بے دریغ تہ تیغ کیا ہو۔ اور اولاد بھی کوئی دو چار پشت کی نہین۔ صرف ایک ہی پشت اور وہ بھی ایسی کہ جس کی خود پیغمبر نے پرورش کی ہو اور اوس کو اپنی جان سے عزیز رکھا ہو۔ اور کل قوم پر اوس کی محبت خدا کے حکم سے فرض ہو گئی ہو۔ معمولی بات ہے کہ بیگانون سے اگر کچھ اذیت پہونچتی ہے تو اتنا رنج اور اتنا افسوس نہین ہوتا جتنا یگانون کے ہاتھون پہونچنے سے ہوتا ہے۔ خدا کی پناہ! ان یگانون نے اہلبیت پر وہ مصیبت ڈالی ہے جس کا بیان نہین ہو سکتا۔ جس وقت کربلا کے میدان مین حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ماتم ہوا ہے دنیا مین قیامت کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ چنانچہ بیہقی نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھین کہ جس روز یہ واقعہ ہوا ہے آسمان سے اسقدر خون برسا کہ صبح کو مین نے دیکھا تو جتنے برتن ہمارے صحن مین تھے وہ سب خون سے لبالب ہو گئے تھے"

ابونعیم اور بیہقی نے زہری سے روایت کی ہے کہ جس روز امام حسین شہید ہوئے اوس روز بیت المقدس مین یہ کیفیت تھی کہ جس پتھر کو اوٹھاتے تھے اوسکے نیچے تازہ خون نہایت سرخ نظر آتا تھا کوئی پتھر بیت المقدس کا ایسا نہ تھا کہ جس کے

نیچے خون تازہ نہ پایا گیا ہو ۔

بیت المقدس وہ مقام ہے جہان ہزار ہا پیغمبر مدفون ہین ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہان کی زمین کو اس سانحہ کا بڑا صدمہ پہونچا اور اون تمام پیغمبرون کی ارواح طیبات نے کربلا کے شہیدون کا خون لا کر وہان بھر دیا تھا ۔

بیہقی نے ام حبان سے روایت کی ہے کہ اس واقعہ کے بعد تین روز تک ایسا اندھیرا چھایا رہا تھا اور ایسی تاریکی تھی کہ کچھ دکھائی نہین دیتا تھا ۔ اور وہ کہتی ہین کہ ہم عورتین جو اپنے منہ پر زعفران ملا کرتی تھین وہ جل کر سیاہ ہو جاتی تھی ۔ اور کوئی پتھر بیت المقدس مین ایسا نہ تھا جس کے تلے خون تازہ نہایت سرخ نہ پایا گیا ہو ۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے اسی مضمون کی روایت بیان کی ہے ۔ آسمان و زمین کا رونا خدا کے کلام سے بھی پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ فرعون کے غرقاب ہونے کے بیان مین آیا ہے کہ "فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین" نہین روئے اون پر آسمان اور زمین اور نہین تھے وہ مہلت یافتہ ۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اچھے لوگون پر آسمان و زمین رویا کرتے ہین ۔ خدا کی کائنات مین کوئی مخلوق ایسی نہ تھی جو اس واقعہ پر نہ روئی ہو ۔ جنات کا رونا تو روایتون سے ثابت ہے ۔

حبیب بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے اپنے کانون سے سنا ہے کہ ایک جنیہ غم حسین مین روتی تھی اور ان اشعار مین بین کرتی تھی

مسح الرسول جبینہ ۔ فلہ بریق فی الخدود ۔ ابواہ من علیا قریش ۔ وجدہ خیر الجدود ۔
ردفوا الیہ بالقنا ۔ شر البریۃ والوفود ۔ قتلوک یا ابن الرسول ۔ فاسکنوا نار الخلود ۔ [۱]

ابو نعیم نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک رات ایک جنیہ روتی تھی مجھے کھٹکا ہوا کہ شاید حسین نے شہادت پائی ۔ بیقرار ہوکر مین نے لونڈی سے کہا کہ باہر جاکر دریافت تو کر کہ کون روتا ہے ۔ وہ فوراً باہر جاکر خبر لائی کہ فی الحقیقت حسین شہید ہوئے جنیہ رو رہی اور کچھ اشعار عربی پڑھ رہی ہے ۔ ام سلمہ اس بات کو سنکر اتنا روئین کہ غش آگیا ۔

ابو نعیم نے فریدۃ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہین مین نے اپنی مان سے سنا ہے کہ ایک جن غم حسین مین روتا تھا اور یہ اشعار عربی کے پڑھتا جاتا تھا وہ
الا یا عین فاحتفلی بجہد ۔ ومن یبکی علی الشہداء بعدی ۔ علی رہط تقودہم المنایا ۔
الی متجبر فی ثوب عبد ۔ [۲]

[۱] بوسہ دیا تھا پیغمبر نے اوسکی پیشانی کو ۔ اسی لیے اوسکے رخسارون مین بڑی چمک تھی ۔ اوسکے مان باپ قریش مین اعلی درجہ کے تھے ۔ اور اوسکا نانا سبکے نانا‌ؤن سے بہتر تھا ۔ برچھون سے اوسکو اون لوگون نے گھیر لیا ۔ جو خلائق مین بڑے شریر تھے ۔ اے ابن رسول ! اونھون نے تجھکو قتل کیا ۔ جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ مین ڈالے گئے ۔

[۲] او آنکھ ! رونے مین میری مدد کر ۔ کیونکہ اون شہیدون پر میرے بعد کون رونے والا ہے ۔ جن کے قافلہ کو موت غلامون کا لباس پہنا کر ایک ظالم کے پاس لیجا رہی ہے ۔ منہ ۔

اسی طرح تمام عالم اس واقعہ جانسوز پر رو یا ہے ۔ اب ناظرین کو ذرا غور کرنا چاہیئے ۔ جس کی مصیبت پر تمام مخلوق رو ئی ہو اور جس کے ماتم میں آسمان سے خون برسا ہو اور آفتاب اندہا ہو گیا ہو تو جنکے یہ جگر گوشہ اور نور چشم تھے اون کا کیا حال ہوا ہو گا ۔ اور خصوصاً جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر رنج طبع پر کیسا کچہ صدمہ پہونچا ہو گا ۔ امام حسین کے ساتھ جسقدر محبت آنحضرت کو تہی اوس کی کیفیت آپ سن چکے ہین ۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ امام حسین کے رونیکی آواز آنحضرت نے سنی تہی تو بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا تہا کہ تم نہیں جانتی ہو کہ حسین کے رونے سے مجہے کسقدر رنج ہوتا ہے ۔ اوس کا رونا مجہے ہرگز گوارا نہین ہے" ۔

جب ذرا سے رونے مین وہ بہی بچون کا معمولی رونا کہ بچے دن بہر رو یا کرتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج وملال ہوتا تہا تو سانحہ کربلا سے جس مین امام حسین کی اور اون کے ساتہہ تمام اہل بیت کی مصیبت انتہا درجہ کو پہونچ گئی تہی آنحضرت کس قدر مغموم اور محزون ہونگے ۔ ایک شمہ آنحضرت کے رنج وملال کا یہ ہے کہ امام احمد اور بیہقی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہین کہ ایک روز دوپہر کے وقت مین نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ کو خواب مین دیکہا کہ آپ کے سر کے بال پریشان ہین اور اون پر بہت سی گرد پڑی ہوئی ہے ۔ آپ کے دست مبارک مین ایک شیشہ ہے اور اوس مین خون بہرا ہوا ہے ۔ مین نے پوچہا یا رسول اللہ ! یہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا " کہ یہ حسین کا اور اوس کے ساتہہ والون کا خون ہے ۔ مین

آدمیون کی قتل گاہ سے اوٹھا کر لایا ہون"۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہین کہ مین نے
دوپہر کو مین یہ خواب دیکھا تہا یاد رکہا۔ جبکہ امام حسین کی شہادت کی خبر پہنچی
تو حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ جس روز مین نے وہ خواب دیکھا تہا اوسی روز
امام حسین شہید ہوئے۔

حاکم اور بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ کہتی
ہین وہ کہ مین نے ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا
کہ آپ کے تمام سر اور ریش مبارک پر بہت سی گرد پڑی تہی اور سر سے
پاؤن تک خاک آلودہ تہے۔ مین نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا کیا حال ہے؟
فرمایا کہ "مین ابہی قتل گاہ حسین سے چلا آرہا ہون"۔

غضب کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی درد انگیز حالت
ہو! اگر حضرت کی ذات رحمۃ للعالمین نہوتی تو اس مین کوئی شبہ نہین کہ
اوس وقت خدا کا قہر نازل ہو جاتا۔ یہ زمین اور یہ آسمان جو نظر آتا ہے
اس کا کہین پتہ بہی نہ لگتا۔ اور خدا کا وہ وعدہ "یوم نطوی السماء
کطی السجل للکتب"، یعنے ایک روز لپیٹ دینگے ہم آسمان کو جیسا کہ
لکہنے کے کاغذ کو لپیٹتے ہین۔ پورا ہو جاتا۔ آسمان کا اور زمین کا رونا
تو حساب مین ہے۔ یہ وہ مصیبت تہی کہ جب پہلے پہل جناب باری
نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دینی چاہی تو گوارا نہوا
کہ یون ہی سرسری طور پر کہہ دیا جائے۔ اللہ جل شانہ جانتا تہا کہ یہ دونون
لڑکے (امام حسن اور امام حسین) میرے حبیب کو بہت پیاری ہین۔ انکی

واسطے اپنے خاص فرزندون کو نذر کر دیا ہے ۔ ایسی صورت مین اس
واقعہ کو سنکر میرا حبیب بہت آزردہ ہوگا ۔ اور اوس کے اہل بیت کو شدید رنج
بشدت صدمہ پہونچیگا ۔ اس لحاظ سے خداتعالی نے اوس کی تسکین و صبر کے
کی کہ وہ خاص کر واقعہ اذکر کم واشکروالی ولاتکفرون ،، تم مجھے یاد کرو مین تم کو

اس کی روایت یون ہے کہ ایک بار جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ
اپنے دونون فرزند قاسم اور ابراہیم کو اپنی داہنی جانب اور امام حسین اور امام حسن کو
بائین پہلو مین بٹھاکر باتین کر رہے تھے ۔ اور کبھی اونکی طرف متوجہ ہوکر پیار
کرتے تھے ۔ کبھی انکی جانب پھر کر گلے لگاتے تھے ۔ اس اثنار مین جبرئیل آئے
اور یہ حکم لائے کہ ان چارون مین سے جنکو آپ زیادہ عزیز رکھتے ہین اپنے پاس رکھ لو
اور دو سرونکو ہمین دیدو ۔ اوس وقت آنحضرت کو تردد ہوا کہ کس کو رکھ لیا جائے
اور کس کو دیدیا چاہیئے ۔ آخر دل نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر نواسون کو دیدیا جائیگا
تو فاطمہ اور علی کو بڑا رنج ہوگا ۔ اور اون کی دل لگی کیسی ہوگی ان کے
سوا اون کے اور کون ہے ۔ اور اگر فرزندون کو دیدیا جائے گا تو میری دل لگی
نواسون سے ہوجائے گی ۔ صرف ایک ان کی مان کو دکھ ہوگا ۔ پس دو
آدمیون کو دکھ پہونچنے سے ایک کو دکھ پہونچنا کسیقدر کم ہے ۔ اس بات کو
دل مین ٹھان کر آپ نے کہا اے جبرئیل مین نواسون کو اپنے پاس رکھ لینا مناسب
جانتا ہون ۔ چنانچہ اسی بناء پر آپ کے دونون فرزند دو تین روز کے عرصہ مین
یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے معہ ۔

یاد کرتا ہون اور تم میرا شکر کرو اور کفران نعمت نکرو ۔ یعنے گلہ شکوہ نکرو ۔ یہ خطاب بظاہر عام مومنون کی جانب ہے ۔ اس مین اوس واقعہ کا کچھ ذکر نہین ہے ۔ صرف اپنے ذکر اور شکر کی طرف اون کو رجوع کرتا ہے ۔ تاکہ اون کا دل دنیا سے ہٹ جائے اور خدا کی طرف لگ جائے ۔ اس کے بعد یہ فرمایا ۔ "یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین" "ای وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو ۔ صبر اور عبادت سے کام لو ۔ بے شک خدا صبر کرنے والون کے ساتھ ہے" ۔ اس مین بھی اصل مطلب کا کوئی ذکر نہین ہے ۔ گویا عام طور پر صبر اور نماز کی ترغیب دی گئی اور رضا و تسلیم پر مائل کر دیا گیا ۔ اور اوسکی فضیلت کی چاشنی بھی دیگئی ۔ جب یہ تمام باتین تسکین اور دلجوئی کی ہو چکین تو یہ فرمایا "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون" "جو شخص خدا کی راہ مین قتل کیا جاتا ہے اوسکو مردہ نکہو بلکہ وہ زندہ ہے لیکن تم اون کو محسوس نہین کر سکتے" ۔ اس مین شہادت کا شرف اور اوس کی قدر و منزلت کا بیان ہوا تاکہ شہادت کا شوق دل مین پیدا ہو اور ہیبت کا خوف نرہے ۔ اب ایک اشارہ اصل مضمون کا کیا گیا جس سے سب کے دل اودہر رجوع ہو جائین ۔ ان سب مراتب کے طے ہو جانے کے بعد اس واقعہ کو بہت ہی مختصر مگر جامع لفظون مین اس طرح بیان فرمایا "ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات" "اور البتہ ہم آزمائینگے تم کو یعنے تمہارا امتحان لینگے ایک ایسی چیز سے جس مین خوف ہے اور بھوک ہے اور مال کا بھی اور جانون کا بھی اور اولاد کا بھی نقصان ہے" ۔ یہ پانچون

باتین وقت واحد مین حضرت امام حسین پر گزر گیئن ۔ اور حضرت اس امتحان مین پورے اوترے ۔ باوجود اسقدر رعایت اور دلداری کے پھر بھی اون کی آرزو گی کا خیال باقی رہا ۔ اور اوس کی تلافی مین یہ فرمایا ”وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون ” ”اے محمد تو بشارت دے اون صبر کرنے والون کو جبکہ اون پر مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہین کہ ہم خدا کے لیے ہین اور ہم اوسی کے پاس جانے والے ہین ۔ یہی وہ لوگ ہین جنپر خدا درود بھیجتا ہے اور رحمت نازل کرتا ہے ۔ اور یہی وہ لوگ ہین جنکو ہدایت ہوئی ہے“ ۔ اس مین جو کچہ عنایت اور مہربانی کا اظہار کیا گیا ہے اوس کا لطف کچہ اونہین لوگون کو ملتا ہے جو طالبان خدا ہین ۔ اور جنکی طبیعت مین عشق اور محبت کا مادہ ہے ۔ اس امتحان کی تشریح تو آگے چل کر ہم بہت ہی توضیح کے ساتھ کرینگے ۔ لیکن سردست اس موقع مین اوس کی تطبیق معرکہ کربلا سے کر کے بتلاتے ہین کہ جن مصائب کا ذکر اللہ جلشانہ نے پیش از وقوع واقعہ اس آیت مین کیا ہے وہ کہان تک اس کے حسب حال ہین ۔

حضرت امام حسین کو سلطنت کی جانب سے ایذا رسانی کا اسقدر تردد اور خوف ہو گیا تھا کہ گھر مین تو کیا ملک مین رہنا دشوار ہو گیا تھا ۔ بھوک پیاس کا وہ حال تھا کہ اونکو اور اونکے ساتھ والون کو یہان تک کہ بچون کو بھی تین روز تک پانی نہین ملا ۔ کھانیکا تو ذکر ہی کیا ہے ۔ جبکہ پانی نہو تو ایک نوالہ بھی کھایا نہین جا سکتا ۔ اونکے پاس جو کچہ مال و اثاثہ تھا وہ سب لوٹ لیا گیا ۔ جتنے عزیز و اقربا اور یار و انصار

اون کے ساتھ تھے وہ تمام قتل کیے گئے ۔ بھائی ۔ بیٹے ۔ بھانجے ۔ بھتیجے اور وہ خود بھی شہید ہو گئے ۔ گویا حضرت اس آیت کے پورے مصداق بنے ۔

اسکے علاوہ بہت سی حدیثیں اس واقعہ کے اظہار مین وارد ہوئی ہین ۔ چنانچہ طبرانی نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی مجھے جبرئیل نے اس بات کی کہ یہ جو لڑکا میرا حسین ہے شہید کیا جائیگا زمین طف مین ۱؎ اور لا کر دکھائی مجھے مٹی اوس جگہ کی اور کہا کہ یہ اوس کے مرقد کی ہے ۔

ابو داؤد و حاکم نے ام الفضل سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آئے جبرئیل میرے پاس اور خبر دی مجھے کہ قریب ہے امت محمدی قتل کرے اس میرے لڑکے کو اور لا کر دکھا دی مجھے خاک سرخ اوسکے مقتل کی ۔

امام احمد نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک روز آیا فرشتہ میرے پاس کہ وہ کبھی نہین آیا تھا اور کہا کہ یہ جو تیری لڑکی کا لڑکا حسین ہے شہید کیا جائیگا اور تم چاہو تو مین خاک اوس زمین کی جہان یہ شہید ہوگا لا کر دکھا دون پھر لایا وہ فرشتہ تھوڑی سی خاک ۔

امام احمد اور ابو حاتم اور بغوی اور بیہقی اور ابو نعیم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز اجازت چاہی ایک فرشتہ موکل بارش نے اپنے پروردگار سے کہ مین چاہتا ہون تیرے رسول کی خدمت مین حاضر ہون ۔ اور

۱؎ طف ایک جنگل کا نام ہے قریب کوفہ کے جس کو کربلا کہتے ہین منہ ۔

اجازت دی اوس کو خدا تعالیٰ نے ۔ حضرت اوس وقت ام سلمہ کے مکان میں تھے ۔ آپ نے ام سلمہ سے کہا کہ حجرہ کا دروازہ بند کردو اور دیکھتی رہو کہ اندر کوئی آنے پاوے ۔ ام سلمہ دروازہ پر بیٹھ گئیں ۔ اتنے میں امام حسین دوڑتے ہوئے آئے اور بزور اندر گھس گئے ۔ آنحضرت نے اون کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور پیار کرنے لگے ۔ اوس فرشتہ نے کہا یا حضرت آپ اس لڑکے کو بہت چاہتے ہیں ۔ حضرت نے فرمایا ۔ ہاں ۔ وہ کہنے لگا کہ قریب ہے آپکی امت اس لڑکے کو قتل کر ڈالے ۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپکو وہ مقام بھی دکھا دوں جہاں یہ قتل ہوگا ۔ پھر وہ تھوڑی سی سرخ مٹی لے آیا ۔ ام سلمہ نے اوس مٹی کو لیکر ایک کپڑے میں باندھ رکھا "۔

حاکم اور بیہقی نے ام الفضل سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ "میں نے ایک روز امام حسین کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی اور اون کو آپکی گود میں بٹھا دیکر میں کسی کام میں مشغول ہو گئی ۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ! یہ کیا حال ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ ای ام الفضل ابھی جبرئیل نے آکر مجھ سے کہا کہ اس لڑکے کو تمہاری امت قتل کریگی اور اوس کے مقتل کی خاک سرخ لاکر دکھا دی "۔

اسحق بن راہویہ اور بیہقی اور ابو نعیم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت سو رہے تھے یکایک جاگ اوٹھے اور نہایت غمناک اور آبدیدہ تھے ۔ آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی اور اوس کو

اوچھال رہے تھے ۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ مٹی کیسی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ میرا لڑکا حسین زمین عراق میں شہید ہوگا ۔ اور یہ خاک سرخ اوسی مقام کی ہے'' ۔

ابو نعیم نے ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن اور امام حسین دونوں میرے گھر میں کھیلتے تھے ۔ اتنے میں جبرئیل آئے اور کہا اے محمد بے شبہ تمہاری امت اس لڑکے کو شہید کرے گی ۔ اور اشارہ کیا طرف امام حسین کے اور تھوڑی سی خاک سرخ حضرت کو لا کر دی ۔ آپ نے اوس مٹی کو سونگھ کر کہا کہ اس میں بوئے کرب و بلا ہے ۔ اور فرمایا کہ اے ام سلمہ جب یہ خاک خون ہو جائے تو تم جان لینا کہ حسین شہید ہوا ۔ میں نے اوس خاک کو ایک شیشہ میں رکھ چھوڑا ۔ جس روز امام حسین شہید ہوئے اوس رات کو میں نے سنا کہ کوئی یہ شعر پڑھتا تھا ۔

ایہا القاتلون جہلاً حسینا ۔ ابشروا بالعذاب والتنکیل ۔ قد لعنتم علی لسان داود ۔ و موسی و حامل الانجیل'' ۔ شاید اس مضمون کو سنکر مجھے رونا آیا اور اوس شیشہ کو کھول کر دیکھا تو وہ مٹی خون ہو گئی تھی اور اوس میں بوٹکر تھے اون میں سے خون جاری تھا'' ۔

بیہقی نے ابی سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اوس وقت بی بی عایشہ کے بالاخانہ پر

شاید ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے ۔ اے جاہل قاتلان حسین ۔ بشارت ہو تم کو عذاب کی اور سختی کی ۔ بے شک تم پر لعنت ہوئی داود کی اور موسی کی اور حامل انجیل عیسی کی

آنحضرت کے پاس جبرئیل بیٹھے تھے ۔ آنحضرت سے جبرئیل نے کہا کہ جلد شہید کرے گی تمہاری امت اس لڑکے کو اگر تم چاہو تو اوس زمین کا پتہ بھی مین تم کو بتا دیتا ہون کہ جہان یہ شہید ہوگا اور اشارہ کیا طرف طف کے اور تھوڑی سی خاک سرخ وہان کی آنحضرت کو لاکر دکھادی ۔

ابن سکن اور بغوی اور ابو نعیم نے انس بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین ،، کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا بالتحقیق یہ لڑکا میرا حسین زمین کربلا مین شہید ہوگا ۔ پس تم مین سے جو کوئی اوس وقت موجود رہے حسین کا ساتھ دے اور اوسکو اکیلا نہ چھوڑی ،، ﷺ

ابن عساکر نے محمد بن عمر بن حسن سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین ،، کہ مین امام حسین کے ساتھ کربلا مین نہر فرات پر تھا ۔ امام حسین نے شمر ذی الجوشن کو دیکھہ کر فرمایا سچا ہے خدا اور اوس کا رسول ۔ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ مین دیکھتا ہون ایک ابلق کتے کو کہ وہ میرے اہل بیت کے خون مین منہ ڈالتا ہے ،، +

ابو نعیم نے یحیی حضرمی سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین ،، کہ مین صفین کے سفر مین جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ رکاب تھا ۔ جس وقت

ﷺ اسی حکم کی بنا پر انس بن حارث امام حسین کے ساتھ گئے اور کربلا مین حضرت کے ساتھ شہید ہوئے ۔ منہ ۔

+ شمر کوڑہی تھا اور اوسکے جسم پر سفید داغ تھے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلق کتا فرمایا ۔ یہ شخص اہل بیت کا سخت دشمن تھا ۔ اوسکو انکے قتل ہونیکی خوشی تھی ۔ منہ ۔

جناب امیر مقام نینوی پر پہونچے تو بے اختیار پکار کر کہا کہ "صبر کرو اے ابا عبد اللہ الحسین صبر کرو نہر فرات پر" مین نے یہ بات جناب امیر کی زبان سے بے محل سنی تو متعجب ہو کر پوچھا کہ یا حضرت آپ نے یہ کیا فرمایا۔ جناب امیر نے کہا کہ ایک روز مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا تھا دیکھا تو آپ کی آنکھون سے آنسو جاری ہین۔ مین نے عرض کیا کہ یا حضرت رونے کا باعث کیا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل نے آکر مجھسے کہا کہ بالتحقیق حسین نہر فرات پر قتل کیا جائے گا۔ اور وہان کی تھوڑی سی مٹی بھی مجھے لا کر دکھادی۔ وہ سرخ مٹی تھی مقتل حسین کی"۔

ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صفین کا ✻ قصد فرمایا اور فرات کے کنارے نینوی کے مقام پر پہونچے اور وہان سے کربلا کے جنگل مین گزر ہوا تو آپ نے اوس جاے کا نام پوچھا۔ لوگون نے عرض کیا کہ اس کو کربلا کہتے ہین۔ آپ نے وہان اوتر کر ایک درخت کے نیچے نماز ادا کی۔ اور آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ یہان کئے لوگ شہید ہونگے۔ وہ ایسے بہتر شہید ہین کہ بلا پرسش بہشت مین چلے جائینگے۔ جس جگہ کی طرف آپ نے اشارہ کیا تھا وہان لوگون نے نشان بنا رکھا اور بعد مین دیکھا تو

✻ صفین وہ مقام ہے کہ جہان امیر المومنین علی مرتضی اور امیر شام معاویہ ابن ابی سفیان سے جنگ ہوئی تھی۔ یہ جنگ نو روز تک رہی اور اوس مین تیرہ ہزار مسلمان طرفین کے قتل ہوئے۔ منہ۔

حسین وہان شہید ہوئے تہے ۔

ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ مین حضرت علی کے ساتہہ کربلا مین تہا ۔ حضرت نے فرمایا کہ اس جنگل مین سے ستر آدمی اوٹہینگے اور بلا پرسش بہشت مین چلے جائینگے ۔

طبرانی نے شیبان بن مخزوم سے روایت کی ہے کہ جب علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کربلا مین پہونچے تو فرمانے لگے کہ اس مقام پر ایسے لوگ شہید ہونگے جنکے مانند کوئی شہید سوائے شہدائے جنگ بدر کے نہو گا ۔

ابن عساکر نے ابن سیرین سے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے اپنے بعض دوستون کی زبانی سنا ہے کہ ایک روز جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے عمرو بن سعد سے فرمایا کہ ایک روز ایسا ہوگا کہ تم ایک ایسی جائے پر ہوگے جہان بہشت اور دوزخ کا تمکو اختیار دیا جائیگا اور تم دوزخ کو اختیار کروگے ۔

ابو نعیم نے اصبغ بن بنانہ سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہین کہ مین جناب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے ساتہہ صفین کے سفر مین تہا ۔ جب موضع قبر حسین پر پہونچے تو جناب امیر نے اوس جگہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہان اونٹ بیٹہائے جائینگے ۔ یہان خیمے کہڑے ہونگے یہان شہیدون کا خون بہیگا اور چند جوانان آل محمد اس میدان مین قتل ہونگے اور اون پر آسمان اور زمین روئینگے ۔

حاکم اور ابو نعیم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وحی بہیجی خدا تعالی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مضمون کی کہ بالتحقیق

ہین سے یحیی بن زکریا کے انتقام مین ستر ہزار یہودی قتل کیے تھے ۔ تیرے فرزند حسین کے خون کے بدلہ مین اوس کے دو چند یعنے ایک لاکہہ چالیس ہزار آدمی قتل کرونگا اور انتقام لونگا ؞

الغرض بمد ! غور کرنیکا مقام ہے ۔ اللہ جلشانہ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی خاطر ہے ۔ اور حضرت امام حسین کا کیسا مرتبہ ہے ۔ یحیی علیہ السلام پیغمبرون کے زمرہ مین ہین ۔ اون کے خون کے بدلہ مین تو ستر ہزار مارے جائین ۔ اور امام حسین کے خون کے عوض مین اوس کے دوچند قتل ہون ! اس مین ایک نکتہ ہے ۔ حضرت امام حسین کی شہادت درحقیقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہے ۔ کیونکہ اللہ جلشانہ نے آنحضرت کو جمیع فضائل وکمالات ظاہری و باطنی عطا فرمائے تھے ۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے ۔ لیکن ایک درجہ شہادت کا باقی تھا ۔ جس کا ہونا ایسی ذات مجمع کمالات مین ضرور تھا ۔ اور آنحضرت کو بہی اوسکی تمنا تھی ۔ اوسکے حاصل نہونیکا سبب یہ تہا کہ شہادت کی دو صورتین ہین ۔ ایک خفی اور ایک جلی ۔ شہادت خفی کی تعریف یہ ہے کہ اوس کا ظہور اچھی طرح سے نہو ۔ بلکہ جہانتک ممکن ہے پوشیدہ طور پر ہو ۔ شہادت جلی وہ ہے

منہ اس حکم کا ظہور دو دفعہ کے بلہ مین ہوا ۔ ایک تو امام حسین کی شہادت کے پانچ سال بعد مختار گردی مین ستر ہزار آدمی مارے گئے ۔ جتنے لوگ امام حسین کی شہادت مین شریک تھے مختار نے اون سب کو چن چن کر مارا ۔ دوسرے ستر ہزار عباسیون کی شروع عملداری مین قتل ہوئے منہ ۔

کہ علی رؤس الاشہاد قتل کیا جائے ۔ اور جسقدر ذرائع تشہیر ممکن ہیں وہ تمام گزر جائیں ۔
اور اسکی شہرت ایسی ہو کہ ساری دنیا اس سے واقف ہو جائے ۔ اور یہی شہادت کا علم
ہے ۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت صورت اول کی ہوتی تو یہ امر کسی کو معلوم
نہ ہوتا اور شہادت کاملہ نہ کہلاتی ۔ اگر صورت ثانی کی ہوتی تو یہ امر شان و شوکت
اسلام کے منافی تھا ۔ اسلام کی شان و شوکت کو برقرار رکھنا خدا تعالیٰ کو منظور تھا ۔
لہذا حکمت الٰہی اس بات کی مقتضی ہوئی کہ اس کام کے سرانجام پانیکے واسطے حضرت امام
حسن اور حضرت امام حسین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام کیے جائیں ۔
تاکہ اون دونوں قسم کی شہادت کا وقوع بوجہ کمال ہو ۔ اسوجہ سے امام حسن کی شہادت
ایسے خفیہ طور پر ہوئی کہ جسکے ظاہر ہونیکے اسباب مشتبہ رہے ۔ اور گو یہی سمجھا گیا
تمام امور کا فیصلہ ہو گیا ۔ امام حسین کی شہادت ایسی علانیہ صورت کی ہوئی کہ اوسکے
حالات تمام دنیا پر مثل روز روشن ظاہر ہو گئے ۔ جتنی باتیں اس قسم کی شہادت
کے لیے درکار ہیں وہ سب کی سب بوجہ اتم وقوع میں آگئیں ۔ اور بحکم "الولد سر
لابیہ" ان دونوں بزرگواروں نے حق فرزندی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا
ادا کر دیا ۔ اب قوم نے انکے ساتھ جو سلوک کیا وہ درحقیقت خاص آنحضرت کی ذات
کے ساتھ کیا ۔ اسکے لیے عذر بھی کتنا معقول پیش کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسین
حاکم وقت کی بیعت سے کنارہ کش تھے ۔ ماشاء اللہ ! بھلا یہ کیونکر ہو سکتا تھا
کہ خاندانی منصب امامت کے ہوتے ہوئے اون کا ہاتھ کسی حاکم دنیا کے ہاتھ میں
دیا جاتا ۔

امامت وہ چیز ہے جس کو قائم مقام نبوت اور رسالت کہنا چاہیے ۔ اور جس کا سرچشمہ

ولایت ہے ۔ مرتبہ ولایت کی تعریف محتاج بیان نہیں ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "الولایۃ افضل من النبوۃ" یہ مرتبہ تقرب الی اللہ کا نام ہے اس مین سوائے ذات حق جل و علا کے کسی دوسری چیز کی گنجایش نہین ہوسکتی ۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل" مجھے خدا کے ساتھ کوئی وقت ایسا ہوتا ہے جس مین میرے ساتھ نہ کسی فرشتہ مقرب کی گنجایش ہوتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کی ۔ جس طرح نبوت کے لیے ولایت کا ہونا ضروری ہے اوسی طرح امامت کے لیے بھی ولایت کا ہونا لازمی ہے ۔ جب کسی کو پیغمبری کا عہدہ ملا ہے تو پہلے اونکو ولایت کا مرتبہ حاصل ہوا ہے ۔ یہ ایک بدیہی مسئلہ ہے کہ جنکو بارگاہ کبریائی مین رسائی ہوگی اونکو اسرار الوہیت سے واقفیت ہوگی ۔ اور جنکو اسرار الوہیت سے واقفیت ہوگی اونکو تبلیغ احکام الہی کی خدمت ملیگی اس سے ثابت ہوگیا کہ خدا تعالی کے قرب اور اوسکی معرفت کا نام ولایت ہے ۔ اور مخلوق کو احکام الہی کی ہدایت کرنیکا نام نبوت ہے ۔ ہدایت کرنیکے دو طریقے ہین ۔ ایک تو شریعت مجددہ کو قائم کرنا ۔ دوسرا شریعت قدیمہ کو استواری دینا ۔ پہلے طریقہ کا نام نبوت اور رسالت ہے ۔ دوسرے طریقہ کا نام امامت ۔ جبکہ نبوت اور رسالت ہمارے رسول مقبول پر ختم ہو چکی ہے اور وہ شریعت جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا ہے قیامت تک باقی رہنے والی ہے تو اوسکے استحکام کے لیے خدا تعالی نے امامت کا منصب اون خاص لوگون کو عطا فرمایا جو مقربان بارگاہ کبریائی ہین ۔ اون حضرات کا یہ کام ہے کہ مسلمانون کو شریعت اسلام کے اوامر و نواہی کے پابند رہنے کی ہدایت کرین ۔ اور اسلام کے مستقیم راستہ سے اونکو بہکنے نہ دین ۔ اور اوسکے

ساتھ خدا کی معرفت اور اوسکے عشق اور ذکر اور فکر اور تصفیہ دل اور تزکیہ نفس اور
مراقبہ اور مشاہدہ اور حضور قلب اور فنا اور بقا اور وجود و عدم وغیرہ امور باطنی کی
تعلیم و تلقین کریں جسکو اصطلاح صوفیہ مین طریقت اور معرفت کہتے ہین ۔ انکی بیعت
خداشناسی کیلئے اوسیطرح پر فرض ہے جسطرح خداپرستی کے لیے پیغمبر کی بیعت فرض ہے ۔
اس مین کسی مسلمان کو کلام نہین ہوسکتا کہ اس منصب کا استحقاق پیغمبر کے خاندان کے سوا کسی کو
نہین ہے ۔ اور یہ شرف "ید اللہ فوق ایدیہم" کا خاص جناب امیر المومنین علی مرتضی
کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہوا ہے کیونکہ خدا تعالی کی بارگاہ سے اون کو ید اللہ کا خطاب
ملا ہے ۔ گویا اون کا ہاتھہ خدا کا ہاتھہ ہے ۔ اس دلیل سے اونکے جانشینون کا ہاتھہ کل
قوم اسلام کے ہاتھونکے اوپر ہونا چاہیے ۔ نہ یہ کہ خود اونکے خاص فرزند کے ہاتھہ کے اوپر
کسی دوسرے کا ہاتھہ ہو ۔ کتنی بڑی جرات کی بات ہے کہ اپنے اتنے مقتداؤں کا نہایت
سے اس طرح کا سوال کیا جائے جو نہ صرف اون کے ذاتی شرف و منزلت کے بلکہ اون کے
خاندان کے بھی خلاف ہو ۔ "چھوٹا منہ بڑی بات" جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے
"کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم" واہ واہ پیغمبر کے خاندان کی کیا اچھی عزت کیگئی !
اور اون کے احسان کا کیا اچھا معاوضہ ہوا ہے ! اور پھر اس منہ پر آئندہ قیامت کے
روز شفاعت کی بھی امید رکھی جاتی ہے ۔ کاش یہ لوگ کسی دوسرے کو اپنا پیغمبر
بنا لیتے ۔ اور ہمکو اس قسم کے شکوہ و شکایت کرنیکا موقع نہ دیتے ۔ اگر انکے یہی
پیغمبر ہین ۔ اور یہی قرآن ان کا دین و ایمان ہے تو اس مین کوئی شک نہین کہ یہ آیت
قرآن مجید کی انہین پر صادق آتی ہے ۔ اور یہی تمغہ اونکے اعمال کا نتیجہ ہے ۔ "کیف
یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم وشہدوا ان الرسول حق [illegible]"

القوم الظالمین ۔ اولٰئک جزاؤهم ان علیهم لعنة الله والملائکة والناس اجمعین خالدین
فیها لا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینظرون ۔ کیونکر ہدایت کریگا خدا اوس قوم کو جو کافر
ہوگئی بعد ایمان لانیکے اور گواہی دی انہون نے اس بات کی کہ پیغمبر برحق ہے اور آئین انکے
پاس معجزے بہی آچکے ۔ اور خدا ہدایت نہین دیتا ہے ظلم کرنیوالی قوم کو ۔ یہی
بدلہ ہے ان لوگونکا اونپر لعنت ہے خدا کی اور فرشتونکی اور کل آدمیون کی ۔ ہمیشہ
اسی مین رہینگے نہ انسے کچہ عذاب کم ہوگا اور نہ اونکو کچہ مہلت ملیگی ۔

چوتھا باب

سرگشتگانِ وادیِ غربت جہان چلے
رنج و الم کا ساتھ لیے کاروان چلے

ایک شب ہمارا خیالی دوست گھر مین بیٹھے بیٹھے اوکتا کر جو باہر نکلا تو رات کا سمان
بہت ہی پیارا معلوم ہوا ۔ اوائل ماہ کی اندھیری رات مین تارے خوب چٹکے ہوے
ہین ۔ آسمان کیا ہے گویا سیاہ اطلسی کارچوبی شامیانہ تنا ہوا ہے ۔ قدم بڑھا کر
آگے چلا تو ایک ایسے مقام پر پہونچا کہ جہان لوگون کا بڑا ازدحام تھا ۔ نئی نئی صورتین
دیکھ کر ہمارا عاشق مزاج دوست حیران ہو گیا کہ الہی ! یہ کونسا شہر ہوگا جو اس فرشت
سے آباد ہے ؟ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ مدینہ منورہ ہے ۔ اور یہ لوگ جو
دکھائی دیتے ہین آدمی کی صورت مین فرشتے ہین ۔ ہمارے پیغمبر آخر الزمان کی
زیارت کے لیے آسمان سے اوترے ہین ۔ جل جلالہ ! اوس وقت اتنی خوشی ہمارے دوست کو
ہوئی کہ جس کی انتہا نہین ۔ سبحان اللہ عما یصفون ۔ کیا خدا کی شان ہے ! تمام عمر

جس روضۂ مطہرہ کے دیکھنے کی آرزو تھی وہ آج یون مفت نصیب ہو گیا ۔ چلو سب سے
پہلے زیارت سے مشرف ہو جائین ۔ اوس کے بعد شہر کی بھی سیر کرینگے ۔
جب حرم کے اندر داخل ہوا تو ایک نور کا عالم نظر آیا ۔ وہ نورانی گنبد ۔ اوس
اطراف کی رنگین منقش جالی ۔ جس مین بجائے گل بوٹون کے تمام آیات و احادیث
خوشخط لکھی ہوئی ۔ بیچ مین بہت ہی بیش قیمت قسطنطنیہ کے ریشمی قالین کا فرش ۔
اور اوسپر جابجا سونے چاندی کے بڑے بڑے روشن کیے ہوئے کنول اور دیگے ۔ خواجہ
سراؤن کا وہ اہتمام ۔ زائرین کا وہ اژدحام ۔ خدا کی قدرت کا جلوہ صاف عیان تھا ۔
ہر طرف الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ۔ الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی
صدا بلند ہو رہی ۔ لوگ باب السلام سے چلے آ رہے ہین اور طواف کر کر کے باب الجبرئیل سے
نکل جاتے ہین ۔ اوس وقت دل کی کیا کیفیت تھی ؟ کس طرح بیان کرون ۔ تڑپ تڑپ کر
پہلو سے نکلا پڑتا ہے ۔ جوش عقیدت سے آنسو دونون رخسارون پر بہ رہے
ہین ۔ گلا گھٹ گیا ہے ۔ زبان سے وہ اللھم صل علی محمد ،، پورا نہین نکل سکتا ۔ بہرصورت
طواف کر کے مسجد نبوی مین پہونچا تو وہ مقام دکھلائی دیا جہان گنبد و منبر ہے ۔
گنبد کی دیوار پر کیا ہی خوشنما جلی قلم طغرا مین بخط ثلث سنہری حروف کندہ ہین کہ
دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین ۔ غور سے پڑھا تو یہ حدیث لکھی ہے کہ "ما بین قبری
ومنبری روضۃ من ریاض الجنان ،، روحی فداک یا رسول اللہ ! تم نے اپنے
زائرین کو بہشت عنایت کر دی ۔ اس مسجد مین کچھ عجب ہی لطف ہے ۔ تمام
ستون منقش بآیات قرآنی مطلا ہین ۔ روشنی کی کثرت سے سراپا بقعہ نور بنی ہوئی
ہے ۔ بہت ہی پر تکلف فرش بچھا ہے ۔ اوسپر لوگ بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن

کر رہے ہین ۔ اور کچھ نماز پڑھ رہے ہین ۔ دیکھنے والون کی آنکھون کو ایسی ٹھنڈک اور دل کو ایسی تسکین ہے کہ وہان سے نکلنے کو جی نہین چاہتا ۔ ابھی ہمارا دوست محو تماشائے فردوس تھا کہ دفعتاً ایک دردناک آواز کان مین آئی ۔ کیا کہون کسی نے دل کو مسوس ڈالا ۔ یا تو وہ خوشی تھی کہ پھولون نہین سماتا تھا ۔ یا یہ حال ہوا کہ دل قابو ہی مین نہین ۔ جھپٹ کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت امام حسین کے کوچ کی گڑبڑ ہو رہی ہے ۔ سامان گھر سے باہر نکل رہا ہے ۔ خدام پردہ کرا رہے ہین ۔ عورتین محملون مین سوار ہو رہی ہین ۔ ساتھ چلنے والے کمر بستہ کھڑے ہین ۔ روانگی کا اہتمام ہو رہا ہے ۔ شہر کی تمام خلقت حضرت کو پہونچانے کے واسطے جمع ہو رہی ہے ۔ جتنے لوگ وہان موجود ہین سب افسوس کر رہے ہین اور گورنمنٹ شام کو برا بھلا کہہ رہے ہین اسی شور و غل نے ہمارے دوست کو پریشان کر دیا تھا ۔ وہ آگے بڑھکر حضرت کا قدمبوس ہوا ۔ اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ ۔ کہان کا قصد ہے ؟ اور کس لیے ؟ حضرت نے فرمایا ۔ بھائی ! بیت اللہ کا ارادہ ہے اور اسکا سبب مشیت ایزدی ہے ۔ ہمارا دوست پنجتن کے نام پر نثار ہونے والا ۔ بھلا وہ ایسے موقع پر کہین رکتا تھا ! وہین سے حضرت کے ہمراہ رکاب ہو گیا اور یہ آیت پڑھتا ہوا آگے آگے چلا کہ " فاینما تولوا فثم وجہ اللہ " جدھر تم چلو گے ادھر خدا کا سامنا ہے

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد مبارک سے اہل بیت اطہار مدینہ طیبہ مین رہتے تھے ۔ چنانچہ بی بی فاطمہ زہرا کی رحلت اور امام حسن کی شہادت اسی مقام متبرک مین ہوئی ۔ انکے بعد امام حسین بھی بدستور وہین تشریف رکھتے تھے ۔ اس وقت پنجتن پاک مین یہی ایک باقی رہگئے تھے ۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ایک زندہ یادگار تھے

جنکو دیکھ کر لوگ اپنی تسکین کر لیا کرتے تھے ۔

۵۶ھ ہجری میں امیر شام معاویہ ابن ابی سفیان کو یہ خیال ہوا کہ اپنی حیات ہی میں اپنے فرزند یزید کو ولیعہد کر دیا جائے ۔ تاکہ بعد میں کوئی خرخشہ پیدا نہو ۔ اس خیال کی تائید پر ایک فرمان تمام ممالک اسلامیہ میں جاری کیا گیا کہ یزید کے نام کی بیعت کل اہل اسلام سے لیجائے اس حکم کی تعمیل حکام ریاست نے بڑی سرگرمی سے کی ۔ یعنی یزید کی بیعت سب سے لیگئی ۔ صرف حضرت امام حسین اور عبداللہ بن عباس اور عبدالرحمن بن ابا بکر صدیق اور عبداللہ بن عمر فاروق اور عبداللہ بن زبیر باقی رہگئے ۔ ان پانچ صاحبوں نے قبول نہیں کیا ۔ گو ان سے بیعت لینے کی بہت کوشش کیگئی ۔

آخر الامر چار سال کے بعد ۶۰ھ ہجری میں جبکہ معاویہ نے رحلت کی اور یزید مسند نشین ہوا تو اس نے نائبوں کو اس امر کی اطلاع دی اور اسکے ساتھ ہی ایک رقعہ علیحدہ ولید بن عتبہ نائب مدینہ کو لکھا کہ جسطرح ہوسکے امام حسین وغیرہ باقی لوگوں سے جنہوں نے ابتک بیعت نہیں کی ہے فوراً بیعت لیجائے ۔ جب یہ دونوں خط نائب مدینہ کو پہونچے تو اسکو تردد ہوا ۔ وہ جانتا تھا کہ امام حسین سے بیعت کا لینا آسان کام نہیں ہے ۔ اس میں ضرور فساد ہوگا ۔ ان دنوں مروان * مدینہ میں موجود تھا ۔

* شاید ہمارے ناظرین مروان کے نام سے واقف ہونگے ۔ یہ وہ ذات شریف ہے کہ ایکبار جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کو وحی کے لکھنے پر مامور فرمایا تھا تو اس نے وحی کی عبارت میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا تھا ۔ جب یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو وہ عبارت وحی میں سے نکال ڈالی ۔ اور

ولید نے اوس کو بلا کر اس امر مین مشورت کی ۔ اس نے کہا کہ اون پانچون مین سے عبدالرحمن ابن ابابکر نے تو انتقال کیا ہے ۔ اب چار باقی ہین ۔ اور وہ چارون یہان موجود ہی ہین ۔ اونکو بلا کر بیعت کا سوال کرو ۔ اگر قبول کر لین تو بہتر ہے ۔ ورنہ اوسی وقت اونکو قتل کر ڈالو ۔ بس قصہ پاک ہو گیا ۔ نائب نے کہا ۔ واہ ۔ کیا اچھی صلاح دی ہے ۔ کیا تم نہین جانتے کہ امام حسین کون ہین ؟ اور ہمکو اون کے ساتھ کس طرح رہنا چاہیے ؟ مین اون کو قتل کر کے خدا کو کیا جواب دونگا ۔ اور پیغمبر کو کس طرح

اوس کو اپنے پاس سے دس کوس دور اخراج کرا دیا ۔ آنحضرت کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مین اور دس کوس دور بڑھا دیا ۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مین اور بھی دس کوس دور کا حکم دیا ۔ اسکی فتنہ پردازی اور جعلسازی سے لوگ بہت ڈرتے تھے ۔ اس کا دارالخلافت مین رہنا مناسب نہین سمجھتے تھے ۔ یہ شخص بنی امیہ کے خاندان کا تھا ۔ بنی ہاشم کے خاندان سے سخت عداوت رکھتا تھا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اوسکو قابو ملا ۔ اونہون نے برادری کی رعایت سے اس مردود کو پاس بلایا ۔ اور اپنا مشیر بنایا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی امیہ کے خاندان والے تمام ملکی خدمات پر مامور ہوگئے اور خاطر خواہ حکومت کرنے لگے ۔ ہاشمی خاندان کے لوگ منہ دیکھتے رہگئے ۔ آخر اسی کا فساد باعث شہادت حضرت عثمان ہوا اور خلافت کے امور مین تفرقہ پڑگیا ۔ پھر اسی کی سازش سے امام حسن کو زہر دیا گیا ۔ اور اسی کی چشمک سے امام حسن کی جنازہ پر ہنگامہ ہوا جس کے باعث وہ اپنے نانا کے روضہ مین مدفون نہو سکے تھے ۔

سنہ دکھاؤنگا ۔ ایسا تو مجھ سے کبھی نہو گا ۔ مروان نے کہا ۔ اگر تمہارا ایسا خیال ہے تو تمہاری نوکری رہنا محال ہے ۔

غرض یہ باتین ہو ہوا کر امام حسین کے بلانے کے لیے آدمی گیا ۔ اوسوقت آپ مسجد نبوی مین بیٹھے عبداللہ بن زبیر سے باتین کر رہے تھے ۔ آدمی نائب کیطرف سے طلبی کا پیغام پہونچایا تو آپ نے فرمایا ۔ اچھا ۔ تم جاؤ ۔ ہم آتے ہین ۔ وہ شخص چلا گیا تو آپ نے ابن زبیر سے کہا ۔ شاید امیر شام کا انتقال ہو گیا ہے اسی لیے نائب نے ہمین بلایا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کا سوال کریگا ۔ ابن زبیر نے عرض کیا کہ میرا بھی خیال ایسا ہی ہے ۔ پھر آپ وہان سے اوٹھکر اور چند لوگون کو اپنے ساتھ لیکر نائب کے مکان پر تشریف لے گئے ۔ آدمیون کو دروازہ کے باہر چھوڑ کر اون کو فرمایا کہ تم یہان ٹھیرے رہو ۔ جب کوئی بلوہ کی صورت نظر آئے تو تم لوگ اندر چلے آنا ۔ پھر آپ تنہا اندر تشریف لے گئے ۔ نائب سامنے آکر آداب بجا لایا اور ادب سے لیجا کر مسند پر بٹھایا ۔ بعد مزاج پرسی کے یزید کا وہ خط ملاحظہ مین گزرانا جس مین امیر شام کے انتقال کا مضمون تھا ۔ آپ نے اوس کو ملاحظہ فرما کر " انا للہ وانا الیہ راجعون " زبان مبارک سے پڑھا ۔ اور کہا ۔ خدا تم لوگون کو اس مصیبت مین صبر عطا کرے ۔ اسکے بعد ولید نے عرض کیا کہ تمام لوگون نے یزید کی بیعت قبول کی ہے اور اوس کی اطاعت اپنے ذمہ لی ہے ۔ آپ سے امید کیجاتی ہے کہ آپ بھی اوسکی بیعت کرینگے ۔ اور اس امر مین تامل نہ فرمائینگے ۔ حضرت نے فرمایا ۔ مین ایسا شخص نہین ہون کہ پوشیدہ طور پر بیعت کرلون ۔ تمام مسلمانون کو جمع کرو اور مجھے بھی بلاؤ ۔ اوسوقت

سب کی رائے کے موافق عمل کیا جائیگا ۔

ولید ایک سنجیدہ اور صلح پسند آدمی تھا ۔ خوش کیا ۔ بہت درست اور بجا

ہے ایسا ہی ہونا چاہیے ۔

آپ رخصت ہوکر وہاں سے اوٹھے ۔ مروان بیٹھا تھا اوس نے ولید سے کہا ۔ دیکھو! موقع ہاتھ سے جاتا ہے ۔ ان کو جانے نہ دو ۔ یہ پھر ہاتھ نہ آئینگے ۔ اور تم بہت پچھتاوگے ۔

یہ بات اوس نے اس طرح سے کہی کہ حضرت نے سن لی ۔ اور پلٹ کر فرمایا ۔ خدا کی مرضی کے خلاف کسی سے کچھ نہین ہوسکتا ۔

اتنا کہہ کر وہاں سے نکلے ۔ جب اپنے گہر پہونچے تو بہت متفکر ہوئے ۔ اور ایک نوع کا خوف بہی دامنگیر ہوا کہ کہین یہ لوگ براہ مکر وفریب کچھ کر نہ گزرین ۔ کیونکہ جب ان لوگون نے دو جد وکہنے مین کوئی شرم نکی تو در پردہ کسی ایسی کارروائی کے کرنے کو کب چوکنے والے ہین جو مروت کے خلاف ہو ۔

ولید نے اس کے بعد عبد اللہ بن زبیر کو بلا بہیجا ۔ وہ حضرت کی گفتگو سن چکے تھے کچھ حیلہ کرکے مکہ کو چلے گئے ۔ ولید نے اون کی گرفتاری کے لیے سوار دوڑائے مگر وہ ہاتھ نہ آئے ۔

عبد اللہ ابن عمر کو بلا کر بیعت کا سوال کیا گیا تو اونہون نے حضرت کے ساتھ بیعت کرنے کا عذر کیا ۔ غرض ولید سے گورنمنٹ شام کے حکم کی تعمیل نہوسکی ۔ اور وہ اس علت مین خدمت سے موقوف بہی ہوگیا ۔

اب اوس کی جائے پر عمرو بن سعید بن عاص نائب مکہ جو ایک متکبر اور تند خو

شخص تھا مدینہ کا حاکم تھا ۔ اوس نے آتے ہی حضرت کے بارہ مین خفیہ سازش شروع کردی ۔ ہر روز ایک تازہ منصوبہ ہوتا لیکن کارگر نہوتا تھا ۔ رفتہ رفتہ اس خوفناک معاملہ کو یہان تک ترقی ہوئی اور اوس کے اسباب ایسے جمع ہوئے کہ حضرت کو مدینہ مین رہنا دشوار ہوگیا ۔

آخر تنگ ہوکر ایک شب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک مین تشریف لے گئے ۔ اور بعد فاتحہ و درود کے عرض کیا کہ ای سید المرسلین ۔ ای خاتم النبیین ۔ ای رحمۃ للعالمین ۔ مین وہی حسین ہون جس نے آپ کے آغوش شفقت مین پرورش پائی ۔ اور جس کی نازبرداری مین آپ نے کبھی کسی قسم کی کوتاہی نہ فرمائی ۔ ہمیشہ میری خوشی مین آپ کی خوشی رہی اور میری آزردگی مین آپ کی ناخوشی رہی ۔ اور اب مین وہی حسین ہون مگر ایک آفت مین مبتلا ہون ۔ کوئی پرسان نہین ۔ کوئی قدردان نہین ۔ یہ قوم جو آپ کا کلمہ پڑھتی ہے میری جان کی دشمن ۔ میری عافیت کی رہزن ہو رہی ہے ۔ میرا یہان رہنا کیا سنے جینا دشوار ہوگیا ہے ۔ مجھے کچھ نہین سوجھتا کہ کیا کرون اور کہان جاؤن ۔ یہ آپ کا روضہ اطہر کس طرح چھوڑوں ۔

اتنا کہا تھا کہ رونا آگیا ۔ پھر خدا کی بارگاہ مین التجا کی ۔ خداوندا ! یہ قبر تیرے پیغمبر کی ہے ۔ اور مین اوس کا فرزند ہون ۔ اپنے حال مین حیران ہون ۔ اسی قبر کا صدقہ ۔ مجھے بتادے کہ تیری خوشی کس بات مین ہے ۔ تاکہ میرے دل کو تسکین ہو ۔ جب یہ دعا ختم ہوئی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ۔ اور وہین قبر مبارک پر سر رکھکر آنکھہ بند کرلی تو دیکھا کہ جناب

رسول کریم تشریف لائے ہین ۔ اور سینہ سے لگا کر فرماتے ہین ۔ ای میرے قرۃ العین ۔ ای میرے مظلوم ابا عبداللہ الحسین ۔ تو وہ ہے جو بخوشی خدا کے عہد کو پورا کرے گا ۔ تو وہ ہے جو تمام دنیا کی مصیبتین جھیل کر بخشایش امت کا سلسلہ بنے گا ۔ تو وہ ہے جو خدا کی راہ مین بھوکا پیاسا مارے کے جنگل مین قتل کیا جائے گا ۔ تو وہ ہے جس کا لاشہ بے گور وکفن تین دن تک وہین بیابا مین پڑا رہیگا ۔ اب تجھے صبر و شکر کرنا اور دل کو مضبوط رکھنا چاہیے ۔ یہ خدا کی آزمایش ہے ۔ جو لوگ ایسے امتحان مین پورے اوترتے ہین اون کے لیے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے ۔ بسم اللہ کرکے جلد کربلا کو جاو ۔ اور وہان سے سیدھے ہمارے پاس چلے آو ۔

حضرت امام حسین یہ معاملہ دیکھ کر وہان سے مکان کو آئے ۔ اور مکہ کی روانگی کا سامان کیا ۔ حضرت کے ساتھ تمام خاندان مرتضوی چلنے کو تیار ہوگیا ۔ اس طرح کی روانگی دیکھ کر مدینہ والون کو بڑا رنج ہوا ۔ اون کو یقین ہوگیا کہ حضرت پھر یہان تشریف نہ لائینگے ۔ الغرض شعبان کی چوتھی تاریخ حضرت نے مدینہ کو خیرباد کہا ۔

اب مدینہ منورہ مین حضرت علی کے خاندان کا کوئی نہ رہا ۔ صرف محمد بن حنفیہ اور اون کے فرزند اور عبداللہ بن جعفر طیار باقی رہ گئے تھے ۔ حضرت کی چھوٹی لڑکی فاطمہ صغری اون دنون بہت بیمار تھی ۔ لہذا وہ بی بی ام سلمہ ام المومنین کے پاس چھوڑ دی گئی ۔ اس لڑکی کی بیقراری اور گریہ و زاری ایسی نہ تھی جس کو ہم قلم انداز کردین ۔ حضرت کے پانون پر سر رکھے اور

رو رو کر کہتی ہے کہ مین بیمار نہین ہون ۔ راستہ مین بیماری کا نام بھی لون تو مجھے مارو ۔ راستہ مین چھوڑ دو ۔ مگر خدا کے لیے اب تو نہ چھوڑو ۔ مین علی اصغر کی خدمت کرون گی ۔ اوس کو کھلاؤن گی ۔ روتے نہ دون گی ۔ اگر اماں کی سواری مین جاے نہوگی تو مین فضہ کی سواری مین بیٹھ جاؤنگی ۔ میرا ایسا کتنا بوجھ ہے ۔ سواری نہین تو نہین ۔ مین پیدل چلونگی ۔ اتنے بہت سے لوگ چلتے ہین تو کیا مین نہین چل سکتی ؟ حضرت اوسکی تشفی کرتے ہین ۔ بی بی ! گھبراؤ نہین ۔ دادی کے پاس آرام سے رہو ۔ ہم تم کو جلدی بلا لینگے ۔ بھلا ! راستہ مین تمھاری بیماری بڑھ جائیگی تو کیسا ہوگا ؟ میری پیاری ! تم روؤ نہین ۔ تمھارے رونے سے میرا دل دکھتا ہے ۔ اوٹھو ۔ اپنی دادی کے پاس جاؤ ۔ شاباش ۔ ہم تم کو جلدی بلا لینگے ۔ حضرت نے لڑکی کو تو سمجھا منا کر اوٹھا یا ۔ مگر محبت پدری کب خالی چھوڑتی تھی ؟ اوس کی باتون پر دل بھر ہی آیا ۔ دل سے کہا ۔ اتنے مین کیا ہوتا ہے ؟ ابھی تو بہت کچھ غم کھانا ہے ۔ چلو اپنا کام کرو ۔ اوسی حالت مین گھر سے نکلے ۔ اور چلتے وقت یہ آیت پڑھی کہ "فخرج منہا خائفا یترقب ۔ قال رب نجنی من القوم الظالمین" ، پھر نکلا وہان سے خوف زدہ اور امیدوار ۔ کہا ای پروردگار بچا تو مجھے ظالم قوم سے ۔

راستہ مین جو تکلیفین اوٹھائین اون کے بیان کرنے کی حاجت نہین ۔ جو لوگ حج و زیارت کے لیے مکہ اور مدینہ کو جاتے آتے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ وہ راستہ کسقدر دشوار گزار ہے ۔ اس سفر مین حضرت کے منجھلے فرزند امام

زین العابدین کو بخار آگیا اور وہ بہت ہی بیمار ہوگئے ۔ خیر ۔ بہزار دقت مکہ پہونچے
وہاںکے بہوسے بزرگون نے آپ کا خیر مقدم کیا ۔ مکہ مین داخل ہوتے وقت آپ نے
یہ آیت پڑہی کہ وعسی ربی ان یہدینی سواء السبیل ،، امید ہے کہ میرا خدا مجھے سیدہا
راستہ بتائے ۔ رات دن اصحاب رسول آپ کی خدمت مین حاضر رہتے تہے ۔
اور آپ کی صحبت کا فیض پاتے تہے ۔ ابن زبیر بہی سب کے برابر حضرت کے
پاس آتے جاتے تہے ۔

چند روز کے بعد یکایک اونہون نے مکہ کے متولی کو جو گورنمنٹ شام کی جانب سے
ماتحت نائب مدینہ تہا نکال باہر کردیا ۔ اور اوس خدمت کو اپنے قبضہ مین کرلیا ۔
اس پر مدینہ کے نائب نے ایک فوج دوہزار سپاہ کی اونکے مقابلہ کے لیے بہیجدی ۔
جب وہ فوج مکہ کے نزدیک پہونچی تو ابن زبیر بہی اپنے لوگون کو لیکر باہر نکلے اور
لڑائی شروع ہوگئی ۔ مدینہ کی فوج کا افسر لڑتے لڑتے عاجز ہوکر منہ پہیر گیا ۔
اور اوس کی فوج پراگندہ ہوگئی ۔ ابن زبیر نے قابو پاکر اوس کو قتل کرڈالا ۔ اب
مکہ مین پورا پورا قبضہ ابن زبیر کا ہوگیا ۔

اگرچہ حضرت امام حسین کو اس واقعہ سے کوئی سروکار نہ تہا ۔ یہ تو عبد اللہ بن زبیر
کی ذاتی جرأت اور اون کے خاص ارادہ سے وقوع مین آیا تہا ۔ لیکن گورنمنٹ شام کو
حضرت ہی کی نسبت شبہہ ہوا ۔ اوس کو معلوم ہوا کہ یہ فساد حضرت ہی کی چشمک
سے ہوا ہے ۔ لہذا ادہر گورنمنٹ کی توجہ اور بہی زیادہ مبذول ہوئی ۔ اور حضرت
پر قابو پانے کے لیے یہان بہی جاسوس مقرر کردئے گئے ۔ اب حضرت کا قیام
مکہ مین بہی دشوار ہوگیا ۔ ابن زبیر کی حکومت اس خفیہ کارروائی کا علاج کیا

کیسکتی تھی ؟ آخرالامر نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کی مثال سامنے آگئی ۔ جو لوگ اپنے تھے وہ تو اپنے تھے ۔ مگر جو لوگ بیگانے تھے وہ کیونکر اپنے ہوسکتے تھے ؟

اس اثنا میں کوفہ والون کو حضرت کے مکہ کو آنے کی خبر پہونچی تو اون کو ہمدردی کا جوش پیدا ہوا ۔ وہان کے اعیان واشراف نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی سلیمان بن صرد الخزاعی کے مکان مین کی جس مین کل ستر اشخاص جمع ہوئے ۔ ممبران کمیٹی ۔ سلیمان بن صرد الخزاعی ۔ مسیّب ابن نجبتہ ۔ رفاعة ابن شداد ۔ اور حبیب ابن مظاہر تھے ۔ سلیمان نے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا ۔ اے محبان اہل بیت رسول ! آج کیا اچھا مبارک دن ہے کہ مین آپ کو ایک اسلامی فائدہ کی غرض سے اس جگہ جمع دیکھتا ہون ۔ مین خوش ہون اور مبارکباد دیتا ہون کہ آپ کا اس جلسہ مین شریک ہونا اوس جوہر ایمان کا اظہار کرتا ہے جو اسلام کی جان ہے ۔ مین بالیقین کہہ سکتا ہون کہ ہم پر خدا کی بڑی عنایت ہے ۔ کہ اوسنے ہمارے دلون مین ایک ایسا جوش پیدا کردیا جس کا نتیجہ ہمارے پیغمبر کی خوشنودی ہے ۔ اور یہی ایک ایسی چیز ہے جو ہم کو قیامت کے روز سرخرو کرسکتی ہے ۔ (نعرہ خوشی)

صاحبو ! آپ کو معلوم ہے کہ امیر شام نے انتقال کیا ۔ اور اوس کا فرزند یزید خلافت کا دعویدار بنا ہے ۔ اوسکی خواہش ہے کہ حسین ابن علی سے بیعت لے ۔ تم خوب جانتے ہو کہ حسین کون ہین ۔ حسین ہمارے پیغمبر کے نواسے ہین ۔ اور خود پیغمبر نے فرمایا ہے کہ یہ میرا فرزند ہے ۔ فرزند مین اور نواسے مین کچھ فرق نہین جبکہ ہمارے پیغمبر کے کوئی خاص فرزند نہین ہے اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ یہی میرا فرزند ہے تو مسلمانون پر فرض ہوگیا کہ اون کو اپنے پیغمبر کا جانشین سمجھین ۔

اور واقع مین ہے بھی ایسا ہی ۔ ہمارے پیغمبر کی مسند آج اونہین سے زیبندہ ہے ۔ (نعرہ لاریب) سنو سنو ! ہم نے جہان تک امیر شام کی اطاعت کی ۔ اور اوس کے احکام کی تعمیل مین سرگرمی دکھائی تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ جو کچھ ہم نے کیا وہ دینداری کے متعلق تھا ؟ یا وہ ہماری فرمان برداری خدا پرستی کے لحاظ سے تھی ؟ نہین ۔ ہرگز نہین ۔ وہ تو ہماری دنیا داری کا ایک لازمہ اور شکم پروری کا ایک ذریعہ تھا ۔ ابتک امیر شام کو امور دینیات سے کوئی سروکار نہ تھا ۔ وہ صرف اپنے دنیاوی تعلقات کے انتظام مین مصروف تھا ۔ اور اب اوس کو دینی معاملات مین دست اندازی کرنے کی خواہش ہوئی ہے ۔ تو کیا ہمارا اعتقاد اس بات کا متحمل ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے پیغمبر کے جانشین کو حاکم دنیا کا مطیع دیکھین ؟ (نعرہ تحقیر اور لاحول) اے حضرات آپ خیال کر سکتے ہین کہ ہمارے امام برحق حسین ابن علی پر بیعت کے معاملہ مین کسقدر سختی ہولی ہوگی جو اونکو اپنا آبائی وطن مدینہ چھوڑنا پڑا ۔ اور وہ اب پریشان ہوکر مکہ مین آئے ہین ۔ پھر آنا بھی کیسا ! بال بچون سمیت اس گرمی کے موسم مین ۔ کہ پکھیرو بھی اپنا گھونسلا نہین چھوڑتا ۔ تو کیا اب ہمکو ایسے موقع مین اونکی اعانت کرنے کی ضرورت نہین ؟ بیشک ہمارا فرض ہے کہ جہانتک ہو سکے مال سے ۔ جان سے اونکی مدد کرین ۔ ہمارا ایمان اوس آہنی دیوار سے کچھ کم مضبوط نہونا چاہیے جو یاجوج ماجوج کی شرو فساد سے بچنے کیلئے ذوالقرنین نے بنائی ہے ۔ اور جسکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے ؂ (نعرہ خوشی)

؂ ملک چین کی شرقی شمالی حد پر جس جگہ منچوریا اور منگولیا کے درمیان کوہ یورال

(سلسلۃ الارض) کی ایک شاخ حائل ہوگئی ہے اوس کی حدود مین ایک موڑ ہے ۔ وہان سالہا سال سے ایک درہ کشادہ تھا ۔ اوس کو ذوالقرنین بادشاہ نے بند کرا دیا ہے اسکی تحقیقات خلفاے عباسیہ کے عہد مین خلیفہ واثق باللہ نے بذریعہ ایک کمیشن کے کرائی ۔ جسکا افسر محمد بن موسی خوارزمی منجم تھا ۔ یہ کمیشن طرخان کے ملک سے ہوکر اوس مقام پر پہونچا کہ جہان یہ دیوار ہے ۔ اور واپس آکر چشم دید یہ کیفیت بیان کیا کہ ڈیڑھ سو گز کا دو پہاڑون کے بیچ مین ایک درہ تھا جس کو دونون طرف سے پندرہ پندرہ گز عریض دیوارین لوہے کی اینٹون سے بنائی گئی ہین ۔ پگھلے ہوئے تانبہ سے اوسکی درزین ملائی گئی ہین ۔ اور بیچ مین ایک دروازہ بناکر بڑے مستحکم آہنی کواڑون سے بند کرکے اوس مین ایک زبردست آہنی قفل ڈال دیا گیا ہے ۔

اس دیوار کے علاوہ اور دو تین دیوارین دنیا مین اس بر اعظم پر ہین چنانچہ ایک دیوار بہت ہی لمبی جسکا طول تخمیناً پندرہ سو میل بتلایا جاتا ہے چین کی شمالی سرحد پر تاتار اور ختا کے درمیان واقع ہے جس کو فغفور چین چی وانگ تی نے (۲۴۵) سال قبل سنہ عیسوی کے بنایا تھا ۔ اور ایک دیوار عراق عجم مین بھی چھوٹی سی بنی ہے جس کو کسی بادشاہ ایران نے بنایا تھا ۔ لیکن جمہور محققین اور مورخین کا اتفاق اسی بات پر ہے کہ جس دیوار کا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے اور جس کی تعمیر کی تصریح مین اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ "حتی اذا ساوی بین الصدفین" وہ تعریف اسی دیوار پر صادق آتی ہے کیونکہ اس آیت مین ایک محدود مقام کی طرف اشارہ ہے ۔ یہ بات فغفور چین کی بڑی دیوار مین نہین ہے ۔

اس دیوار کا بانی طبقہ سلاطین یمن سے تبع حمیریہ کے خاندان کا ایک

بادشاہ تھا ۔ جس کا نام صعب بن حارث الرائش تھا ۔ اسی کا لقب ذوالقرنین تھا ۔ جو قرآن مجید میں مذکور ہے ۔ اسکندر رومی کو جو ذوالقرنین بتلاتے ہیں وہ خلاف واقعہ ہے ۔ اس لیے کہ سکندر کو اس دیوار سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ البتہ بادشاہ یمن صعب بن حارث پر یہ لقب صادق آتا ہے اس کی عملداری بلاد مشرق میں بھی تھی ۔ سمرقند میں اس بادشاہ نے کئی عمارتیں بنوائی ہیں ۔ اور مصر میں بھی اس خاندان کے لوگ حکومت کر چکے ہیں جو گلہ بانوں کی عملداری کے نام سے مشہور ہے ۔ اس بادشاہ کا پردادا شداد بن عاد تھا جس نے باغ ارم بنایا تھا ۔ اور اسی کی اولاد میں سلسلہ بہ سلسلہ بادشاہت چل کر ساتویں پشت میں ملکہ بلقیس تخت نشین ہوئی ہے ۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئی تھی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دیوار سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے پیشتر کی ہے ۔

کوہ یورال کی پرلی طرف بحر اعظم کے کنارے منچوریا اور منگولیا چین سے ملی ہوئی جو بستیاں ہیں اون میں ترکون کی قومیں رہتی ہیں ۔ انہیں کو یاجوج ماجوج کہا گیا ہے یہ لوگ یاجوج بن یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں ۔ انکی سرشت میں وحشت اور خونخواری بھری ہے ۔ غارتگری اور لوٹ مار کے عادی ہیں ۔ انہیں کے دفع دخل کے لیے وہ درہ بند کر دیا گیا تھا ۔ عوام الناس جو ان لوگوں کو عجیب الخلقت تصور کرتے ہیں وہ بالکل بے اصل ہے ۔ شاید اون کے اخلاق و عادات میں مبالغہ کیا گیا ہے ۔ ترکون کی قوم تاتار میں بھی رہتی ہے جہاں چینی عملداری ہے وہ عام انسانوں کے جیسے ہیں منہ ۔

ہماری عزت اور ہماری شرافت اسی سے ثابت ہونے والی ہے کہ ہم اسلام کا حق ادا کریں ۔ مال تو کیا مال ہے ۔ جان تک اہل بیت رسول کے قدموں پر نثار کر دیں ۔ آل عبا میں سوائے حسین کے اب کون باقی رہا ہے ۔ صرف وہی ہمارے پیغمبر کی ایک زندہ یادگار ہیں ۔ کل ہمکو اپنے پیغمبر کے سامنے جانا ہوگا ۔ اگر ہم آج حسین کی مدد نکرینگے تو کل کس منہ سے اون سے شفاعت کے خواستگار ہونگے ۔ آپ لوگ قوم میں نامی گرامی ہیں ۔ آپکی قومی عزت ہرگز اس بات کو پسند نکریگی کہ قوم اسلام کا پیشوا امیر شام کی ایک ایسی نالائق حرکت کے باعث مجبور ہو جائے جو اوسکے خلاف شان ہو اور قوم بیٹھے منہ دیکھا کرے ۔ ہمکو اس میں کوشش کرنی چاہیے ۔ ہم حق پر ہیں ۔ خدا ہماری مدد کریگا ۔ (نعرہ خوشی) سلیمان نے اپنی تقریر ختم کی تو حبیب ابن مظاہر نے کہا ۔ میرے نزدیک ضرور قوم کی جانب سے اس بات کا اظہار ہونا چاہیے کہ ہمکو اسلامی عزت کا کس درجہ خیال ہے ۔ اور کہانتک ہم امیر شام کی ناشایستہ حرکات کو قابل نفرت جانتے ہیں ۔ مسیب ابن نجبہ نے کہا ۔ میری رائے میں حضرت امام حسین کو بلا لینا مناسب ہے ۔ کیونکہ نزدیک سے ہر ایک کام بآسانی طے ہو سکتا ہے ۔ رفاعۃ ابن شداد نے اوسکی تائید کی ۔ حاضرین جلسہ سب کے سب ہم آواز ہو کر (ہم کو اتفاق ہے) اسکے بعد یہ تجویز قرار پائی کہ ممبران کمیٹی کی جانب سے حضرت امام حسین کے نام ایک درخواست بھیجی جائے جسمیں اپنے حسن عقیدت اور رسوخ کے اظہار کے بعد اونکی تشریف آوری کی نسبت اصرار بلیغ ہو ۔ (جلسہ برخاست ہوا) اس تجویز کے موافق حضرت کے نام ارکان مجلس کی جانب سے ایک عرضداشت لکھی گئی "بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بعد حمد خدائے ذوالجلال والاکرام اور نعت محمد مصطفے علیہ الصلوۃ والسلام کے واضح رہے

انور ہو ۔ ہمنے سنا ہی کہ امیر شام نے انتقال کیا اور اوسکے بیٹے کو خلافت کی ہوس ہوئی ہی۔ اس بات سی ہمکو بڑا رنج ہوا ۔ قسم ہے اوس خدای وحدہ لاشریک کی جسکے قبضہ قدرت مین ہماری جان ہی۔ کہ وہ کسی طرح سی خلافت کا مستحق نہین ہے ۔ خلافت پیغمبر کی اولاد کو شایان ہی۔ اور اوسکا استحقاق بلاشک آپکو ہے ۔ ہم لوگ آپکی اطاعت کو عبادت ۔ اور آپکی اعانت کو سعادت جانتے ہین ۔ ہمکو امید ہی کہ آپ ضرور یہان تشریف لائینگے ۔ اور اپنے دیدار سے ہمکو مشرف فرمائینگے ۔ یہانکے چھوٹے بڑے آپکا دم بھرتے ہین ۔ رات دن آپکی تشریف آوری کی دعا کرتے ہین ۔ ہمکو آپکی ذات سے ویسی ہی عقیدت ہے جیسی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۔ خدا وہ دن کرے کہ آپکے قدم ہمین نظر آئین ۔ اور ہمارے دل کی تمنائین بر آئین ۔ والسلام" یہ عرضداشت دو معتبر آدمیونکے ہاتھہ مکہ کو روانہ کی گئی ۔ اور زبانی بھی یہانکے لوگونکی عقیدت اور ارادت کے اظہار کے لیے قاصدونکو تفہیم کیگئی ۔ جب یہ عرضداشت حضرت کے ملاحظہ مین گزری اور زبانی کیفیت بھی قاصدونکی طرف سے گوش زد ہوئی تو آپ نے فرمایا ۔ خدا کی جو مرضی ہوگی وہی ظہور مین آئیگی ۔ عرضداشت کا کچھ جواب نہین دیا گیا ۔ اور قاصدونکو رخصت ملی ۔ قاصد واپس روانہ ہوئے ۔ ابھی وہ کوفہ کو نہین پہونچے تھے کہ کوفیونکے صدق ارادت اور جوش محبت نے اتنا توقف بھی گوارا نہ کیا کہ وہ اپنے قاصدونکے واپس آنیکا انتظار کرین ۔ اور حضرت کے ارادہ پر آگاہی پائین ۔ اونھون نے تین قاصد اور روانہ کیے ۔ اور اونکے ساتھہ بہت سے خطوط عام باشندگان کوفہ کے تھے ۔ ان سب خطون کا یہی مطلب تھا کہ ہم لوگ آپکے قدیمی جان نثار ہین ۔ ہم اپنی جان اور اپنا مال آپکے قدمون پر تصدق کرنیکو تیار ہین ۔ ہمارا مالک اور ہمارا والی دونون جہان مین آپکے سوا کوئی نہین ہی۔ ہماری دلی آرزو یہ ہی کہ آپکے قدم دیکھین اور آپکی خدمت

بجا لائین ۔ آپ ضرور ہماری اس درخواست کو منظور فرمائینگے اور بہت جلد اس طرف تشریف لائینگے ۔ اسکے بعد ہانی سبیعی اور سعید بن عبد اللہ حنفی نے ایک خط اسی قسم کے مضمون کا لکھکر ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کیا ۔ اور شیث ابن ربعی اور حجار ابن ابجر اور یزید ابن حارث اور عمرو بن وائل اور حجاج زبیدی اور محمد بن عمیر تمیمی نے بھی بہت ہی شد و مد کے ساتھ حضرت کی طلبی مین خطوط بھیجے ۔ اور اپنے عہد و پیمان کو مؤکد بایمان کیا ۔ حاصل کلام یہ کہ قاصدون کا تار بندھ گیا ۔ اور خطون کا ایک ڈھیر لگ گیا ۔ یہانتک کہ تین مہینے کے عرصہ مین کوئی تخمیناً ڈیڑھ سو سے زیادہ درخواستین حضرت کی خدمت مین گزر چکین ۔ روز ایک قاصد آتا اور خط کے ساتھ زبانی پیغام کوفیون کے اشتیاق کا سناتا تھا ۔ اسوقت تک حضرت نے نہ کسی ایک خط کا جواب دیا ۔ نہ اپنے ارادے سے کسی کو آگاہ کیا ۔ مگر جب دیکھا کہ کوفیونکی التجا حد سے تجاوز کرتی چلی ہے ۔ اور خطون کا تانتا کہین ٹوٹتا ہی نہین تو آپکو لوگونکی راسخ الاعتقادی کا اعتماد ہو گیا ۔ اور بمقتضائے طبع رحیم اونکی مضطربانہ اور معتقدانہ تحریر و تقریر پر رجوع فرمایا ۔ جب یہ بات مکہ والون پر کھلی اور معلوم ہوا کہ حضرت کا ارادہ کوفہ جانیکا ہے تو اوس وقت کے موجودہ اصحاب رسول مختار اور دیگر اشخاص وفاشعار تجربہ کار جنکو حضرت کے ساتھ دلی محبت اور ارادت تھی ۔ اور خصوصاً عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن زبیر نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ کوفیونکے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہین ہے ۔ وہانکے لوگ بڑے بدعہد اور نہایت بیوفا ہوتے ہین ۔ اونکی بیوفائی اور بدعہدی ضرب المثل ہو گئی ہے کہ ”الکوفی لا یوفی“ انکے قول و قرار پر ۔ انکے چلن و اطوار پر ہرگز اعتبار نکرنا چاہیے ۔ یہ لوگ دم دلاسا دیکر جنگل مین گلا کاٹنے والے ہین ۔ انکی صحبت سے خدا بچائے ۔ انکے جال مین خدا کسی کو نہ پھنسائے ۔ ہمارے نزدیک آپکا وہان جانا مناسب نہین معلوم ہوتا ۔ خدا خدا کرکے اہل بیت رسول خدا مین صرف ایک آپ باقی رہ گئے ہین

خدا نخواستہ اگر آپکی ذات کو کسی قسم کا ضرر پہونچگیا تو بڑا غضب ہو جائیگا ۔ اگرچہ یہ بات یقینی ہے کہ لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ ، خدا کے حکم کے سوا ایک تنکا بھی نہین ہل سکتا ۔ مگر خدا نے ہر ایک بات کی تدبیر بھی تو بتا دی ہے ۔ اوسکی تعمیل بھی ایک ضروری امر ہے مقتضای احتیاط یہ ہے کہ اگر اونکا اصرار آپکی طلب مین زیادہ ہے ۔ اور آپکا وہان جانیکا ارادہ ہے تو بہتر ہوگا کہ پہلے کسی اپنے عزیز کو بھیجکر وہان کا رنگ ڈھنگ ملاحظہ فرمائیے ۔ جب یقین ہو جاے کہ وہ لوگ اپنے اعتقاد مین پکے اور اپنے قول و قرار مین سچے ہین تو پھر کچہ مضائقہ نہین ۔ چونکہ یہ راے قرین صواب تھی لہذا حضرت کے بھی ذہن مین آگئی ۔ اور سب کی صلاح کے موافق حضرت نے اپنے چچازاد بھائی مسلم ابن عقیل کو کوفہ جانیکے لیے تجویز فرمایا ۔ اور ایک خط کوفیون کے نام لکھا ۔ ‘‘بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ علی کل حال ۔ والیہ المرجع والمآل ۔ والصلوۃ علی جدنا وسیدنا محمد الرسول اللہ ماحی الکفر والضلال ۔ مین نے اون تمام مراسلات کو پایا جو اجتک تم نے میرے پاس بھیجے ہین ۔ اور اونکے مضامین پر غور کیا ۔ تم نے اپنا حسن عقیدت اور صدق ارادت جو میری نسبت ظاہر کیا ہے اوس سے مین بہت خوش ہوا ۔ خدا تمکو اسکی جزائے خیر دے ۔ تمہاری درخواست کے موافق بالفعل مین نے اپنے بھائی مسلم ابن عقیل کو تمہارے پاس بھیجا ہے ۔ اور اون سے کہدیا ہے کہ وہانکے حالات سے مفصل طور پر اطلاع دین ۔ جب وہ مجھے لکھینگے تو انشاء اللہ تعالی مین بھی آؤن گا ۔ تم یقین مانو کہ امام وہی ہو سکتا ہے جو خدا کی کتاب کے موافق عمل کرے ۔ اور دین حق کو قائم رکھے ۔ اور اوسکے رسول کی پیروی کرے ۔ ربنا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۔ والسلام علی من اتبع الہدی ’’ یہ خط قاصدون کے حوالے کیا گیا اور اونکو مسلم کو ساتھ جانیکا حکم

دیا گیا۔ چلتے وقت حضرت نے مسلم کو ہدایت کی کہ تم کوفہ پہونچکر وہانکے حالات اور لوگونکے خیالات دریافت کرنا۔ اگر وہ فی الواقع ہم سے محبت رکھتے ہون اور ہمارے آنیکی خواہش دل سے کرتے ہون تو ہمکو لکھہ بھیجنا۔ انشاءاللہ ہم بھی وہان آئینگے۔ مگر خبردار۔ ذرا ہوشیاری سے کام لینا۔ کیونکہ آجکل زمانہ کا رنگ بگڑا ہوا ہے۔ مبادا کوئی صورت فساد کی پیدا ہوجائے۔ مسلم جب کوفہ کو جانے لگے تو انکے دو کمسن لڑکے جنکی عمر تخمیناً آٹھہ آٹھہ دس دس برس کی ہوگی۔ ساتھہ چلنے کے لیے ہٹ کرنے لگے۔

چونکہ ان بچونکو باپ سے بڑی محبت تھی۔ اور مسلم کو بھی یہ بہت پیارے تھے۔ لہذا مجبوری اونکو ساتھہ لینا پڑا۔ اور وہ بھی خوشی خوشی انکے ساتھہ کہ ہنستے یون ہنسا چاہتے کہ چار قدم آگے ہو لیے۔ ان نادان معصومون کو کیا معلوم تھا کہ ہمارا باپ کی محبت کا لالچ تمکو عید الضحی کی قربانی کے واسطے لیے چلی ہے۔ مسلم اپنے دونون بچون سمیت کوفہ کو روانہ ہوئے۔ اور حضرت نے خدا حافظ کہکر اونکو رخصت فرمایا

پانچوان باب

کوفہ کا نام اہل مدینہ کیواسطے
خنجر کا کام کرتا ہی سینہ کیواسطے

تقدیر کا نوشتہ کوئی مٹا نہین سکتا ۔ ہزار تدبیر کرو کچہ کام نہین نکلتا ۔ ہونیوالی بات ضرور ہو کر رہتی ہے ۔ چنانچہ مسلم کا کوفہ کو جانا بظاہر اسباب تو مناسب معلوم ہوتا تہا ۔ اہل عراق سے حضرت امام حسین کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے ۔ اور مسلم حضرت کی طرف سے نائب ہو کر وہان جاتے ہین ۔ ایسی صورتمین مسلم کی خاطر و مدارات ہونے مین کیا شبہ تہا ۔ لیکن قسام ازل نے اون کی قسمت مین ایسا نہین لکہا تہا ۔ بلکہ یہ بزرگ تو ایک ایسی کتاب کا دیباچہ ہین جسمین بجز مصیبت کے اور کچہ نہین لکہا ہے ۔ یعنے انکی روانگی حضرت کی شہادت کا آغاز اور خاندان رسالت کی تباہی کا اختتام ہے ۔ ہم کیا کرین ۔ مجبور ہین ۔ ان کے لیے ایک فقرہ بہی ایسا نہین لکہ سکتے کہ جسکے پڑہنے سے ناظرین خوش ہون ۔ واہ !

یہیں سے ابھی کیا بےتکی بات کہی ہے ۔ بھلا ۔ جو داستان سراپا مصیبت ہو اوسمین خوشی کی بات کیوں آنے لگی ؟ مگر انشاء اللہ تعالی ۔ ایک روز ایسا بھی آجائے گا کہ یہی داستان ہمارے ناظرین کی خوشی کا باعث ہوگی ۔ جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ ،، (چہرے اوس روز چمکتے ۔ ہنستے ۔ مسکراتے ہونگے) کیونکہ یہ داستان اوس شخص کی ہے جس کی ذات اسلام کی جان اور جس کی اطاعت موجب ایمان ہے ۔

جبکہ مسلم حضرت سے رخصت ہوکر چلے تو جہاں مدینہ کا اور کوفہ کا راستہ جدا ہوتا ہے وہاں یہ ارادہ ہوا کہ مدینہ ہوکر کوفہ کو جائیں ۔ مگر کوفہ کے قاصدون نے قبول نکیا اونھون نے سیدھا کوفہ کا راستہ لیا اور مسلم نے مدینہ کا ۔ مسلم نے مدینہ پہونچکر دو راہبر ساتھ لیے ۔ اور معمولی راستہ چھوڑکر ایک دوسرے راستہ سے چلے ۔ گرمی کا موسم ہونیکی وجہ سے راتون کو چلنا اختیار کیا ۔ دوسری منزل مین رستہ بھول کر ایک ایسے بیابان مین جا نکلے کہ جہاں پانی کا نام ونشان ہی نہ تھا ۔ جس وقت آفتاب چمکا اور دھوپ کی شدت ہونے لگی تو پیاس کے مارے بےتاب ہوگئے ۔ منزل پر پہونچنا تو ایک طرف خود جان کے لالے پڑگئے ۔ آخر ایک رہبر تو جنگل ہی مین مرگیا اور دوسرا ایک مقام (مضیق) پر بہت سا پانی پیکر جان بحق تسلیم ہوا ۔ اب مسلم اکیلے رہ گئے ۔ اونھون نے وہان ٹھیر کر اپنی ساری سرگذشت حضرت کو لکھی ۔ اور منتظر حکم رہے ۔ جب یہ کیفیت حضرت کو پہونچی تو اوس کے جواب مین حضرت نے لکھا کہ یہ زحمت ایک عارضی ہے ۔ اس کا خیال نکرو ۔ جس طرح ہوسکے کوفہ کو پہونچو ۔ اور اہل عراق کا حال دریافت کرکے اطلاع دو ۔ اس راستہ مین جسقدر تکلیف تمھین ہوگی اوس سے

زیادہ خدا انکو راحت دیگا ۔ اگرچہ مسلم نے اس ابتدائی واقعہ کو بدشگونی تصور کرکے سفر سے واپسی کا ارادہ کیا تھا ۔ لیکن حضرت کے ارشاد پر آگے بڑہنے کا قصد فرمایا بسفر کی تمام سختیان سہہ کر بہزار وقت کوفہ پہونچے ۔ اور ایک معتبر شخص مختار نامی کے مکان پر اوترے ۔ اہل کوفہ ان کے آنے کی خبر پاکر بیحد خوش ہوئے اور ان کی ملاقات کو آنے لگے ۔ مسلم نے اونکو حضرت کا حکم سناکر اپنے خاندان کے طریقہ کے موافق اون سے حضرت کے نام کی بیعت لینی شروع کی ۔ روز بروز لوگ جوق جوق آتے تھے ۔ اور مسلم کے ہاتھہ پر بیعت کرتے جاتے تھے ۔ یہانتک کہ تہوڑے سے عرصہ مین کم و بیش چالیس ہزار آدمیون نے بیعت کرلی ۔ ان مین بوڑہے جوان ۔ سپاہی ۔ بیوپاری ۔ امیر ۔ غریب سب ہی تھے ۔ یہ لوگ مسلم کے ساتھہ اسقدر تلطف و مدارات سے پیش آئے کہ اونکو ان کی راست کرداری اور ایمانداری کا یقین ہوگیا ۔ نعمان ابن بشیر گورنمنٹ شام کی جانب سے جو وہان کا حاکم تھا وہ بھی دل سے انکا مطیع تھا ۔ اور باوجود آگاہی اس امر کے کہ ہزارہا آدمی مسلم کے ہوادار اور حضرت امام حسین کے جان نثار ہوگئے ہین اور ہوتے چلے جارہے ہین چشم پوشی کرتا تھا ۔ مگر چونکہ وہ بلحاظ اپنی خدمت کے اس قسم کی باتون کا ذمہ دار تھا سرکاری بازپرس اور وقائع نگارون کی کارسازی کے خوف سے ایک روز مسجد جامع مین اہل کوفہ کی حاضری کا حکم دیا ۔ جسوقت سب لوگ جمع ہوگئے تو منبر پر کہڑے ہوکر باواز بلند کہا ۔ ای اہل کوفہ ! تم جانتے ہو کہ مین ایک صلح جو انصاف پسند آدمی ہون ۔ میری یہ عادت نہین ہے کہ کسی کام مین پیشقدمی کرون ۔ اور ناحق کسی پر تہمت دہرون بلکہ میری خواہش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ تم لوگ فتنہ و فساد سے محفوظ رہو ۔

اور آپس مین اتفاق سے اپنی زندگی بسر کرو ۔ اب مین دیکھتا ہون کہ اندنون تم نے ایک شورش مچا رکھی ہے ۔ اور پورانی باتون کو ازسرنو یاد دلایا ہے ۔ تم خوب سمجھو کہ اگر تم اپنے حاکم کی مخالفت کروگے اور اپنے عہد و پیمان سے پہروگے تو قسم ہے اوس خدائے وحدہ لاشریک کی جو مالک الملک ہے مین کبہی درگذر نکرونگا ۔ ایک ایک کو خاطرخواہ سزا دونگا ۔ نعمان نے یہان تک کہا تہا کہ بیچ مین عبد اللہ بن مسلم حضرمی جو گورنمنٹ شام کا جاسوس اور اوس مجمع مین حاضر تہا بول اوٹہا ۔ ای امیر! ایسی کمزور باتون سے کام نہین نکلتا ۔ ریاست کے لیے سیاست ضرور ہے ۔ نعمان نے جواب دیا کہ خدا کی راہ مین زوردار باغی سے کمزور مطیع بہتر ہے ۔ اتنا کہہ کر نعمان منبر سے اوترا اور اپنے مکان کو چلا گیا ۔ اس عرصہ مین عمارۃ ابن عقبہ اور عمر ابن سعد ابن ابی وقاص نے جو امیر شام کے بڑے خیرخواہ اور جان نثار تہے اپنی خیرخواہی جتانے اور انعام پانے کے لالچ سے یہان کے حالات پوست کندہ لکھہ بہیجے ۔ اور وہ جاسوس تو بذات خود دمشق کو جاکر امیر شام کی خدمت مین باریاب ہوا ۔ اور یہان کے کل حالات یعنے معززین کوفہ کا حضرت امام حسین کے ساتہہ ہوجانا ۔ مسلم کا کوفہ کو آنا ۔ اور وہان کے خاص و عام ہزارہا آدمیون کا مسلم کے ہاتہہ پر بیعت کرنا ۔ نعمان ابن بشیر کی چشم پوشی بلکہ درپردہ مسلم سے ملجانا ۔ اور اوس کے ساتہہ موجودہ گورنمنٹ کی بیخکنی ۔ بنی امیہ کی سلطنت کا زوال ۔ بنی فاطمہ کا عروج ۔ وغیرہ پولیٹکل امور کی نسبت بحث کرکے آیندہ انتظام کرنے کا طریقہ اور اوس کے اسباب بہت ہی شرح و بسط کے ساتہہ بیان کیے ۔

امیر شام (یزید) کے حق مین یہ باتین جادو سے کم اثر نہین رکہتی تہین ۔

فوراً شیطان بھی سر پر سوار ہوگیا ۔ اور بدحواس ہو کر ہزیان بکنے لگا ۔ اوس وقت سرجون نامی جو ایک رومی غلام مصاحب خاص تھا ۔ اور اکثر ملکی معاملات مین رائے زنی کرتا رہتا تھا ۔ موقع دیکھ کر کہنے لگا ۔ مین تم سے ایک پوچھتا ہون ۔ اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے اور کوئی بات تم سے کہتے تو کیا تم اوسکو پسند نکرتے ؟ یزید نے جواب دیا ۔ بیشک مین اونکی بات کو رد نکرتا ۔ اونسے زیادہ میرا خیرخواہ کون ہو سکتا ہے ؟ سرجون نے کہا ۔ مین بھی تمہارا خیرخواہ ہون ایکبات کہتا ہون ۔ سنو! یہ واقعہ جو پیش آیا ہے اور جس کے سبب سے تم بہت پریشان ہو ۔ بیشک تمہاری سلطنت کے لیے بہت مضر ہے ۔ مین خیال کرتا ہون کہ اس کا دفعیہ بجز ایک شخص کے دوسرے سے ناممکن ہے ۔ خاندان رسالت کی تباہی کون مسلمان گوارا کریگا ؟ اس کام کے لیے وہی شخص موزون ہو سکتا ہے جس کو آخرت سے زیادہ دنیا پیاری ہو ۔ افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کی قدر نہین کرتے جس سے تمہاری سلطنت کی تقویت متصور ہوتی ہے ۔ یزید نے چونک کر کہا وہ ایسا کون شخص ہے جو میرا خیرخواہ ہے اور مین اوسکی قدر نہین کرتا ہون ؟ یہ بات تو کچھ عقل مین نہین آتی ۔ سرجون نے جواب دیا ۔ عبید اللہ ابن زیاد کو تم برا جانتے ہو ۔ اوس کو بصرہ کی حکومت سے معزول کیا چاہتے ہو ۔ مگر یاد رکھو کہ اس کام کی انجام دہی کیلئے اوس سے بہتر کوئی نہ ملیگا ۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اب اوس کو کوفہ کی حکومت دیجائے ۔ تاکہ اس فتنہ کا استیصال قرار واقعی بہت جلد عمل مین آئے آئندہ تم کو اختیار ہے ۔ یہ ایک مشہور مثل ہے " دیوانہ ہم بکار خود ہوشیار " معلوم ہوتا ہے کہ سرجون کو ابن زیاد کے ساتھ کوئی خصوصیت ہوگی جب ہی تو

اوس نے اتنی لمبی چوڑی سفارش کی ۔ ورنہ اوس وقت ابن زیاد سے بڑھ کر سفاک اور نا عاقبت اندیش اور بھی بہت سے تھے ۔ ابن زیاد مین کوئی سرخاب کا پر نہ تھا خاندان بنی فاطمہ پر سب ہی ادھار کھائے بیٹھے تھے ۔ خیر یون سمجھنا چاہیے کہ اس نیکنامی کا تمغہ اسی کے حصہ کا تھا ۔ تقدیر نے یزید کے دل کو اوسپر مہربان کر دیا ۔ اور بموجب سفارش سرجون کے سرکاری طور پر ایک فرمان عبید اللہ ابن زیاد حاکم بصرہ کے نام اس مضمون کا جاری ہوا کہ "بعض ہوا خواہان دولت کی طرف سے ہماری سماعت مین آیا ہے کہ مسلم ابن عقیل کوفہ کو آئے ہین اور حسین ابن علی کی جانب سے لوگون کو اغوا دیکر بیعت لے رہے ہین ۔ چونکہ یہ امر نہایت مخل انتظام مملکت ہے لہذا تم کو لازم ہے کہ بمجرد صدور اس حکم کے کوفہ کو جاؤ ۔ اور نعمان ابن بشیر سے جائزہ لیکر ایسی کوشش عمل مین لاؤ جس سے سرکار پر تمہاری خیر خواہی ثابت ہو ۔ اور سر دست مسلم کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالو ۔ تاکہ لوگون کے دلون پر سرکاری رعب چھا جائے"۔

مسلم کو اس کارروائی کی کچھ خبر نہین ۔ وہ ایک سیدھے سادے بزرگ خدا رسیدہ ان پولیٹکل امور کو کیا جانین ۔ اگر کوئی چالاک تجربہ کار دنیا کے مکر و فریب سے ہوشیار ہوتا تو اس کام کو جو انکے ذمہ کیا گیا تھا بہت خبرداری سے انجام دیتا۔ کیونکہ بیعت کا معاملہ اوس زمانہ مین دینداری سے اوتنا متعلق نہ تھا جتنا کہ دنیاداری سے متعلق تھا ۔ یا یون کہیے کہ اوسکے دونون پلّے برابر تھے ۔ جو شخص بادشاہ ہوتا تھا وہ امام کہلاتا تھا ۔ اس بات کو خلفائے راشدین کی پیروی خیال کرتے تھے ۔ ہرچند کہ یہ بات حضرت امام حسن کے عہد سے موقوف ہو گئی تھی ۔ لیکن امیر شام کو اتبک اوسکا

خیال باقی تہا ۔ اور یہ کارروائی اوسی خیال کی بنا پر ظہور پذیر ہوئی تھی ۔ مسلم کے ہاتھہ پر حضرت امام حسین کے نام کی بیعت وہی بیعت خیال کیگئی جو امیر شام نے حضرت سے لینی چاہی تہی ۔ حالانکہ یہ بیعت صرف مذہب کے متعلق تہی ۔ اوسکو دنیا سے کوئی واسطہ نہ تہا ۔ چنانچہ اس کی تصدیق ہم آگے چلکر خود حضرت کی زبان سے کرادینگے جو کربلا کے مقام پر بر ملا افسران فوج شام سے فرمایا ہے ۔ اب بہی ہم دیکھتے ہین کہ اکثر ناواقف لوگ حاکم کو سرکار کہتے ہین ۔ جیسا کہ اب سرکار اور حاکم مین فرق نہین کرتے ویسا ہی اوس وقت امام اور سلطان مین تمیز نہین کرتے تہے ۔ دونون کی بیعت ایکہی سمجھتے تہے ۔ اسی وجہ سے یہ ساری خرابی واقع ہوئی ۔ مسلم کچہ سمجھے ۔ اور امیر شام کچہ ۔ اوس نے اپنی سمجہ کے موافق تو وہ کارروائی کی جو اوپر بیانکیگئی ۔ اور مسلم نے یہ کیا کہ کوفیونکی راسخ الاعتقادی ۔ واثق الانقیادی کی کیفیت اور ایک جماعت کثیر کی بیعت ۔ اونکا اخلاص ۔ اونکی محبت من وعن حضرت کی خدمتمین لکھہ بہیجی ۔ اور حضرت کی تشریف آوری کی نسبت بہت کچہ ترغیب اور تشویق ظاہر کی ۔ اب انتظار صرف اس بات کا رہا کہ یہ خط جلد مکہ کو پہونچے ۔ اور خدا کرے حضرت یہان تشریف لائین ۔ تاکہ چند روز اطمینان سے بسر فرمائین ۔

اس عرصہ مین امیر شام کا فرمان ابن زیاد کو پہونچا ۔ اوس وقت جسقدر خوشی اوس کو ہوئی ہمکو اوسکے بیان کرنیکی قدرت نہین ۔ جسکی دنیاوی عزت و دولت کو ترقی ہو اور اوسکے ساتھہ اپنے دشمن کو نیچا دکھانیکا قابو ملے تو پہر اوسکی خوشی کا کیا ٹھکانا ! اوسی وقت اوس نے اپنے بہائی عثمان ابن زیاد کو بصرہ کی حکومت کا چارج (جائزہ) دیکر اور اہل بصرہ کو اوسکی اطاعت اور اپنی سطوت کے متعلق بہت کچہ تاکید اور تہدید کرکے

دوسرے روز دو تین بصرہ کے چلتے پرزے (مسلم بن عمرو باہلی ۔ منذر بن جارود شریک بن اعور ہمدانی) ساتھ لیکر کوفہ کو روانہ ہوا ۔ جب کوفہ کے قریب پہونچا تو دو تین میل کے فاصلہ پر ٹھیر کر شام ہونیکا انتظار کیا جس سے یہ مطلب تہا کہ اندہیرے مین کوفیونکو معلوم نہو کہ کون آتا ہے اگر اونکو حضرت امام حسین کا خیال ہوگا تو اوس کا اندازہ بہی کر لیا جائے ۔ غرض آدہی رات کے وقت حجازیونکے لباس مین اونٹ پر سوار ہوکر سیاہ رنگ کی چادر سر پر اوڑہے ہوئے ستر دس سوار جلو مین لیکر مکہ کے رستہ سے شہر مین داخل ہوا ۔ بازار مین جو شخص اوسکو دیکھتا تہا دہوکا کہا کر حضرت کی سواری کا گمان کرتا تہا ۔ ایک سے ایک کو خبر ہوتے ہوتے سارے شہر مین غل مچگیا کہ حضرت امام حسین تشریف لائے ۔ اب کیا پوچھنا ہے ہر ہر محلہ سے لوگ دوڑتے ہوئے چلے آرہے ہین ۔ اور "مرحبا یا ابن رسول اللہ مرحبا ۔ قدمت خیر مقدم مرحبا" کا شور مچاتے ہوئے سواری کے گرد چکر لگا رہے ہین ۔

عبید اللہ ابن زیاد کا مزاج اوس وقت کیسا تہا ؟ ہم کیا بتائین ۔ جس طرح سپیرے کے سامنے کالا پیچ وتاب کہا کہا کر سر پٹکتا ہے اور کچہ زور نہین چلتا ۔ اوسی طرح یہ بہی اونٹ پر بیٹھا ہوا ادہر اودہر جہک رہا ہے لیکن زبان سے کچہ نہین نکلتا ۔ خاموش چلا جا رہا ہے ۔ بار بار منہ مین کف آتا ہے اور غصہ کے ساتھ نگل جاتا ہے ۔ آخر مسلم بن عمرو پکارا کہ ای لوگو ہٹ جاؤ ۔ کیا تم نہین جانتے کہ یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہے ؟ اتنا سننا تہا کہ سب کے ہوش اوڑ گئے ۔ اور جہانکے تہان سہم کر رہ گئے ۔ ابن زیاد نے یہ حال دیکھ کر اونٹ کو تیز رفتار کیا اور شاہی محل کے دروازہ پر پہونچا ۔

نعمان بن بشیر اور اوسکے علاقہ دار دروازہ بند کرکے چہت پر کہڑے دیکھ رہے تہے ۔

ابن زیاد کو ویسے لباس مین دیکھ کر نعمان نے سامنے لب بام آکر کہا یا ابن رسول اللہ!
مین امیر شام کا امانت دار ہون - بے اجازت آپکا استقبال نہین کر سکتا - معاف فرمائیے!
ابن زیاد نے بڑے اصرار سے دروازہ کھلوایا - اور اندر داخل ہوا تو نعمان نے پہچانا کہ
یہ تو عبیداللہ بن زیاد ہے - بہت نادم ہوا اور عفو قصور کرایا -

دوسرے روز علی الصباح شہر مین منادی کرادیگئی کہ جامع مسجد مین سب لوگ حاضر ہون
سرکاری حکم مرگ مفاجات کے برابر ہوتا ہے - اوسی وقت تمام چھوٹے بڑے
ہزارون آدمی مسجد مین جمع ہوگئے - ہوا کی قلت اور لوگونکی کثرت سے دم بند ہونے لگا
اتنے مین ابن زیاد آیا اور منبر پر چڑھکر سب کی طرف مخاطب ہوا اور کہا " شکر ہے اوس خدا
ذوالجلال کا جسنے کل مخلوقات کی موت اور حیات اپنے قبضۂ قدرت مین رکھی ہے -
اور اپنے فضل و کرم سے انہین مین سے کسی کو امیر کسیکو فقیر بنایا - کسی کو تخت و تاج اور
ملک و مال دیا - کسی کو قوت سے محتاج اور سقیم الحال کیا - انتظام سلطنت کیلیے
بادشاہونکو حکومت اور رعایا کو اطاعت کی تلقین فرمائی - اسی بنا پر امیرالمومنین یزید
کو کل مسلمانونکا مالک اور اوسکی طرف سے مجھے یہان کا حاکم گردانا ہے - دیکھو! یہ
اوسکا فرمان ہے - (خط کھولکر دکھاتا ہے) اب تمکو لازم ہے کہ اپنے مالک کی خیرخواہی
اور وفاداری مین بجان و دل سعی اور میری اطاعت مین اپنی رضامندی سمجھو - اگر ایسا
کروگے تو مین تمہارا مددگار ہونگا - تمہارے ساتھ مہربانی اور انصاف سے پیش
آونگا - اگر کوئی شخص میرے حکم کے خلاف عمل کریگا تو اوسکو سزا دینے مین ہرگز دریغ
نکرونگا - میری سیاست اور میری عدالت کبھی اس بات کو پسند نہین کرتی کہ کوئی
شخص حکم عدولی کرے اور اوسکو سزا نہ دیجائے -"

اتنا کہکر منبر سے اوتر آیا ۔ اور محل کے اجلاس پر آکر اہل دفتر کو حکم دیا کہ مخبرون کے ذریعہ سے ایک فہرست اون تمام اشخاص کی لکھکر پیش کرو جو بغاوت مین مسلم کے شریک ہین ۔

اس حکم کی تعمیل اوسی وقت ہوگئی ۔ بعد ملاحظہ فہرست کے حکم ہوا کہ کل صبحکو پھر سب لوگ مسجد مین حاضر کیے جائین ۔

دوسرے روز بھرے مجمع مین آکر منبر پر چڑھ کے کہا ۔ دو مجھے معلوم ہوا ہے کہ اکثر لوگ اس جگہ بانی فساد موجود ہین ۔ مین اونکو دیکھتا ہون تو آنکھون مین خون اوترآتا ہے ۔ شاید ان لوگو نکو معلوم نہین کہ میری سخت گیری کیسی ہے ۔ جس طرح بھڑکتی ہوئی آگ سوکھا گیلا کچھ نہین دیکھتی سب کو یکسان جلادیتی ہے ۔ اوسیطرح میری غضب آلود نظر بھی اپنا پرایا کچھ نہین دیکھتی سب کو خاک مین ملادیتی ہے ۔ یون تو مجھے غصہ آتا نہین ۔ مگر جب آتا ہے تو آتش کا شعلہ بھی کانپ جاتا ہے ۔ اچھا اب مین کہتا ہون" یہ کہکر اوس فہرست کو کوتوال کے حوالہ کیا اور کہا کہ جتنے نام اس مین ہین اون سب کو گرفتار کرکے قتل کرڈالو ۔

بموجب اس حکم کے دس بیس آدمی تو اوسی وقت قتل کیے گئے ۔ اور باقی لوگ حراست مین لے لیے گئے ۔

اوس نے چلتے ہوئے یہ بھی کہا کہ تمام شہر مین منادی کردو کہ جس نے مسلم کو پناہ دی ہے اوسکو لازم ہے کہ اونکو ہمارے پاس حاضر کردے ۔ اگر حاضر نکریگا اور ہماری تلاش سے معلوم ہوگا تو اوسکا گھر تاراج کردیا جائیگا ۔ اور وہ خود اپنے بال بچون سمیت قتل کیا جائیگا ۔

اس کارروائی سے سب کے دلونمین دہشت سما گئی ۔ بیچارے چھوٹے دل کے آدمی تھرتھر کانپنے لگے ۔ امام حسین کی محبت کا جوش گویا دودھ کا اوبال تھا ۔ معلوم بھی نہوا کہ وہ کبھی آیا بھی تھا ؟ کہان کے مسلم اور کس کی بیعت ۔ سب منہ چھپانے لگے ۔ چالیس ہزار مین مسلم کو ایک بھی صورت نظر نہین آتی تھی ۔ یہانتک کہ اونکو خود مختار کے گھر مین رہنا بھی دشوار ہو گیا ۔

رات کے وقت بیکسی کی حالت مین تن تنہا دونون بچون کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہانی بن عروہ کے مکان پر گئے ۔ اور ملتجی ہوئے کہ تھوڑی سی جگہ ملے تو سر چھپائین ۔ ہانی کو انکی حالت پر رحم آیا اور ایک تہ خانہ مین انکو جگہ دی ۔

ابن زیاد کو تو مسلم کی تلاش تھی ہی ۔ اور اوس نے جاسوس لگا ہی رکھے تھے ۔ آخر پتا لگ گیا کہ وہ ہانی کے مکان مین ہین ۔

ہانی ایک معزز آدمی قبیلہ بنی مذحج کا تھا ۔ اوسکو سرسری طور پر گرفتار کرنا خلاف مصلحت تصور کرکے محمد بن اشعث اور اسما ابن خارجہ سے اوس کی ملاقات کی نسبت گفتگو کی ۔ اونھون نے کہا ۔ ہانی اندنون بیمار ہے اسی وجہ سے آپکی ملاقات سے مشرف نہو سکا ۔ ابن زیاد نے کہا ۔ تم جاکر میری طرف سے مزاج پرسی کرو اگر وہ اسکتے ہین تو بلا لاؤ ۔ مجھے اونکی ملاقات کی آرزو ہے ۔

وہ دونون صاحب ہانی کے مکان پر گئے ۔ اور ابن زیاد کا پیغام پہونچا کر ہانی کو لیکر آئے ۔ بعد سلام وعلیک کے ابن زیاد نے پوچھا ۔ مسلم بن عقیل کہان ہین ؟ ہانی نے کہا ۔ مین نہین جانتا ۔

ابن زیاد نے اوس جاسوس کو بلا کر سامنے کھڑا کر دیا جس نے ہانی کے مکان مین مسلم

عذرخواہی کرکے تین ہزار درہم باطوار عقیدت نذر کیے تھے ۔

ہانی نے اوسکو دیکھتے ہی پہچان لیا ۔ اور شرمندہ ہوکر کہا ۔ ای امیر! خدا تمکو نیکی دے ۔ واللہ مسلم کو مین نے نہین بلایا ہے ۔ اور نہ مین اونکے منصوبہ مین شریک ہون ۔ لیکن وہ خود رات کے وقت میرے مکان پر چلے آئے ۔ اوس وقت مجھے شرم آئی کہ اون کو کیسے نکال دون؟

ابن زیاد بولا ۔ خیر اب اونکو حاضر کردو ۔ ہانی نے جواب دیا ۔ ایسا تو مجھ سے کبھی نہوگا ۔ جو شخص میرا مہمان بنکر آئے اور مین اوسکو اوسکے دشمن کے حوالہ کرون! اس بات کو تو نہ شریعت جائز رکھتی ہے نہ شرافت ۔ اور نہ یہ عرب کی عادت ہے ۔ اگر ایسا کرون تو قیامت تک میرے نام پر داغ رہجائیگا ۔

ابن زیاد نے غصہ ہوکر کہا ۔ اگر تم اونکو حاضر نکروگے تو تمکو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیگا ۔ مسلم بن عمرو نے ہانی کو سمجھایا کیا غضب کرتے ہو! کیون جان سے بیزار ہوگئے ہو! کیا تم کو اپنے عیال و اطفال پر رحم نہین آتا؟ اگر کوئی غیر شخص تمہارے مہمان کو طلب کرتا تو تمہارا یہ بیان معقول تھا ۔ جب سرکار اپنا مجرم تم سے مانگتی ہے تو اوسکے دینے مین کوئی عیب نہین ۔ بلکہ اطاعت حکم سرکار تو بموجب اس آیت کے فرض ہے کہ "یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم" ای مومنو! اطاعت کرو خدا کی اور رسول کی اور اپنے حاکم کی ۔

اس قسم کی باتون سے بہت کچھ تفہیم کی گئی مگر ہانی نے ایک نہ سنی ۔ بات بڑہتے بڑہتے یہان تک بڑہی کہ ابن زیاد نے اوٹھکر ہاتھ کی لکڑی ہانی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اوس کا سر پھٹکر لہولہان ہوگیا ۔ اور ہاتھون

ہاتھ اوٹھوا کر ایک حجرہ میں بند کرا دیا ۔
اسماء بن خارجہ نے جو ہانی کو بلا کر لایا تھا غضبناک ہو کر کہا ۔ تم نے میرے ذریعہ سے ہانی کو بلا کر مجھے بدنام کیا ۔ اگر میں تمکو پیشتر ہی سے دغا باز سمجھتا ہوتا تو ہانی کو کبھی نہ لاتا ۔ اب مجھے بھی ہانی کے ساتھ جان دینی پڑی ۔
ابن زیاد نے دیکھا کہ اسماء بگڑا ہوا ہے شاید بار بیٹھے ۔ لہذا جوانونکو اشارہ کر دیا کہ اوس کو بھی گرفتار کر لو ۔
اس کشمکش میں اسماء نے بہت مار کھائی ۔ حاضرین کو یقین ہو گیا کہ اب وہ جینے والا نہیں ۔
جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی تو بنی مذحج جو ہانی کے اقرباتھے برافروختہ ہو کر ہانی کو چھڑانے اور اوس کا بدلہ لینے پر آمادہ ہو گئے ۔ مسلم نے اس موقع کو غنیمت جان کر باتفاق ایک جماعت کثیر کے بسر کردگی مختار ابن ابی عبید اور عبد اللہ بن نوفل فوج کو ترتیب دیکر دار الامارۃ کا محاصرہ کر لیا ۔ عبید اللہ بن زیاد کو اس وقت بجز اسکے اور کچھ نہ بن پڑا کہ دروازہ بند کر کے اپنے لوگوں کو چھت پر چڑھا دیا اور اوپر سے پتھر اور تیر مارنے لگے ۔ مگر اس سے کیا ہوتا تھا ۔ مسلم کے ساتھ والے بہت تھے اون کے نزدیک چھوٹے سے مکان کو مسمار کر دینا کچھ مشکل نہ تھا ۔ وہ کچھ قلعہ بھی نہ تھا ۔ جس کو فتح کرنا دشوار ہو ۔ بلکہ وہ وقت تو ایسا تھا کہ اگر قلعہ بھی ہوتا تو یہ لوگ فتح کر لیتے ۔
ابن زیاد نے گھبرا کر صلح کا جھنڈا کھڑا کر دیا اور قاضی شریح و دیگر عمائد شہر جو اوس وقت اوسکے پاس حاضر تھے اون کو لب بام کھڑا کر کے کہا کہ اہل کوفہ کو سمجھاؤ

انہوں نے بموجب حکم پکار کر کہا "افسوس ہے کہ تم لوگوں کو اپنے نفع و نقصان کی کچھ خبر نہیں۔ سرکار سے لگاڑ کر کیا بناؤ گے۔ ناحق اپنی ذات پر اور اپنے بال بچوں پر کیوں ظلم کرتے ہو۔ ذرا خیال کرو کہ جس وقت دمشق سے رسالے کے رسالے فوج کے آئیں گے تو تمہارا کہیں پتا بھی نہیں لگیگا۔ اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوگا کہ کدہر کھپ گئے۔ ابن زیاد نے عہد کر لیا ہے کہ اگر تم اپنی فضول کارروائی سے باز نہ آؤ گے تو تمہارے وظائف اور انعامات سب ضبط کر دے گا۔ ایک ایک کو چن چن کر قتل کرے گا۔ پھر قصور بے قصور کچھ نہ دیکھے گا۔ اور جتنے بچینگے اون کا اخراج کرا دیگا۔ اگر تمکو ہانی کا کچھ خیال ہوگا تو ہم قسمیہ کہتے ہین کہ وہ زندہ موجود ہے۔ اور صرف مسلم کی طلب کا تقاضا ہے اور بس۔"

ان خوفناک باتوں سے اہل کوفہ کے دلوں مین ہیبت سما گئی۔ اون کے دماغوں مین ہانی کے قتل ہونے کا جو سودا تھا وہ دفع ہو گیا۔ اب اونکو ایسی کیا پڑی تھی جو کہتے کہ مسلم تو ہمارے ساتھ ہین۔ ہانی سے اونکی طلبی کے کیا معنے؟ اگر مسلم کو چاہتے ہو تو ہم سے مانگو۔ مگر اون کے عہد و پیمان ایسے واثق کہاں تھے۔ جنکا خیال ہوتا اور اپنی بات کی پچ کرتے۔ اونکو تو صرف ہانی کے بچانے کی فکر تھی۔ جبکہ معلوم ہو گیا کہ ہانی زندہ موجود ہے تو پھر مسلم سے کیا واسطہ رہا؟ ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہو گئی۔ کسی نے اتنا بھی نہ پوچھا کہ اب مسلم کو کیا کرنا چاہیے؟ جسکے لیے یہ ہنگامہ برپا ہوا ہے۔ آیندہ اون کی کیسی گزریگی؟ تو چل مین چل کرتے کرتے تھوڑی ہی دیر مین سب کے سب ہوا ہو گئے۔

مسلم جب وہاں سے نکلے ہین تو اونکے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے تھے۔

مغرب کا وقت ہو گیا تھا ۔ مسلم نماز پڑھنے کو مسجد مین گئے ۔ نماز سے فارغ ہو کر دیکھتے ہین تو ایک بھی نہین ہے ۔

اب مسلم کو بہت تشویش ہوئی ۔ دل مین کہنے لگے "افسوس ہے کہ ہم دشمنو ن مین پھنس گیا ۔ اپنون سے جدا ۔ وطن سے آوارہ ہو گیا ۔ یہان نہ تو کوئی غمخوار ہے جس سے کچھ کہون ۔ اور نہ کوئی رازدار ہے جس کو حضرت کے پاس بھیجون ۔ عجب طرح کی مصیبت مین گرفتار ہون ۔ حاکم کو دیکھو تو جان کا قاتل ۔ جن لوگون پر بھروسا تھا وہ سب بیدل ۔ اب سوائے خدا کے کسی کا سہارا نظر نہین آتا ۔ نہ جانے کا کوئی راستہ ہے ۔ نہ رہنے کا کہین ٹھکانا ہے ۔ خدانخواستہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو بچون کا کیا حال ہوگا ؟ یہ اپنے وطن کو اپنے گھر کو کیسے پہونچینگے ؟ یہ تو ابھی ناسمجھ ہین ۔ بھلا اپنے آپ کیسے جا سکینگے ایسا ہمدرد کون ہے جو مرنے کے بعد انکو انکے گھر پہونچائے ۔ بالفعل تو یہ ہانی کے مکان مین پڑے ہین اور ہانی ابن زیاد کی قید مین ہے ۔ اسکو یہ قید بھی میری ہی بدولت نصیب ہوئی ۔ آیندہ معلوم نہین کہ اوس کا کیا انجام ہوتا ہے اور ان بچون کا کیا حشر ہونے والا ہے ؟ کاش ! یہ میرے ساتھ نہ آئے ہوتے تو اچھا ہوتا ۔ مگر یہ کس کو معلوم تھا ؟ چلو خدا کی مرضی ! اونکی تقدیر مین جو لکھا ہے وہ ہو کر رہیگا ۔ مین کیا کر سکتا ہون ۔ اب تو مین ہانی کے مکان پر بھی نہین ٹھیر سکتا ۔ اوسکے گھر والے کیا کہینگے ؟ اور یقین ہے کہ وہ میرے بچو نکو بھی نہ رکھینگے ۔ مین ان کو ساتھ لیے کہان کہان پھرون گا ؟ مین نے حضرت کو ناحق کو لکھا ۔ وہ میرے لکھنے پر ضرور

آئینگے ۔ بلکہ نکل بھی چکے ہونگے ۔ دیکھئے اونپر کیا کیا مصیبتین پڑتی ہین ۔ سچ ہے " الکوفی لا یوفی " انکی کسی بات کا اعتبار نکرنا چاہیے ۔ انکو نہ خدا اسکا ڈر ہے نہ پیغمبر کی لاج ۔ اہل بیت رسول کی محبت تو کجا ۔ خیر اب کیا کرنا چاہیے چلو رات تو کہین گزار دینگے ۔ صبحکو جو کچھ ہوگا وہ دیکھہ لینگے ۔ "

انہین خیالات مین غلطان و پیچان ۔ اندہیری رات ہے اور مسلم ٹہوکرین کہاتے ہوئے گلی کوچون مین چلے جارہے ہین ۔ انکو یہ بھی نہین معلوم ہوتا تہا کہ مین کہان جا رہا ہون ۔ اور کہان جانا چاہیے ۔ چلتے چلتے یکایک اونکی نظر ایک مکان کے دروازہ پر پڑی ۔ جسکے سامنے ایک عورت ادہیڑ عمر کی بیٹھی تہی ۔ اوسکے چہرہ سے معلوم ہوتا تہا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہی ہے ۔ مسلم کو بہت پیاس لگی تہی اوس عورت سے پانی مانگا تو وہ پانی لانیکو اندر گئی ۔ اور مسلم دیوار سے پیٹھہ لگا کر بیٹھہ گئے ۔

دن بہر کی بہوک پیاس ۔ اہل کوفہ کی دغابازی ۔ حاکم شہر کی دشمنی ۔ بچونکی تباہی ۔ یہ سب سامان ایسے جمع ہوئے تہے کہ جنکی وجہ سے بیچ و تاب کہا کہا کر بہت ہی پست و ناتوان ہوگئے تہے ۔ جب وہ عورت پانی لائی تو ایک ٹھنڈی سانس بہر کر ہاتہہ بڑہایا اور پانی پیکر پہر دیوار سے لگ گئے ۔ عورت مسلم کا برا حال دیکھہ کر کہنے لگی کہ اے شخص تو یہان کیون بیٹھا ہے ؟ اپنے گہر جا ۔ کیا تجھے معلوم نہین کہ آجکل شہر مین کیسا ہنگامہ مچا ہوا ہے ؟ ایسے موقع پر راتون کو باہر پہرنا اچھا نہین ۔ مسلم نے کہا ۔ اے نیکبخت مین مسافر ہون ۔ اس شہر مین میرا گہر نہین ۔ اور نہ یہان میرا کوئی دوست ہے ۔

اگر تو میرے حال پر رحم کرے گی تو خدا تجھے اسکا اجر دیگا ۔ عورت نے کہا ۔ مین تم کو پہچانتی نہین ۔ تم کون ہو ۔ مسلم ۔ مین ایک بڑے خاندان کا ہون ۔ اور آوارہ ہون ۔ کیا بتاون ؟ غریب الوطن ہون ۔ عورت بہت اصرار کرنے لگی تو کہا ۔ "مین مسلم بن عقیل ہون ۔ یہان کے لوگون نے میرے ساتھہ بڑی بے وفائی کی ۔ پہلے تو بہت اصرار سے بلایا اور اپنا مہمان بنایا ۔ یاری و مددگاری کا عہد و پیمان کیا ۔ اور اب عین وقت پر ایسے کورے ہو گئے گویا کچھ جانتے ہی نہین ۔ نہ کوئی ہمدرد ہے نہ ساتھی ہے ۔ ایک مصیبت ہے اور مین ہون ۔ ان لوگون نے مجھے کہین کا نہ رکھا ،،

وہ عورت مسلم کا نام سنتے ہی قدمون پر گر پڑی اور بہت عذر و معذرت کرنے لگی ۔ لعد ! میری خطا معاف کیجئے ۔ مین نے آپکو پہچانا نہین ۔ آپ رسول اللہ کے خاندان سے ہین ۔ ہمارے سرتاج ہین ۔ یہ گھر آپ ہی کا ہے ۔ اور مین آپکی لونڈی ہون ۔ زہے نصیب ! کہان ہم اور کہان یہ قدم ! یہ بھی ایک وقت کا مقتضی ہے ۔

مسلم کو اس وقت یہ باتین ایسی معلوم ہوئین گویا کوئی اپنا عزیز کہہ رہا ہے حالانکہ کبھی کی جان پہچان نہ تھی ۔ بلکہ نام تک بھی نہین سنا تھا کہ اس کو (طوعہ) کہتے ہین اور قبیلہ بنی کندہ کی ہے ۔

اس سے مسلم کی بیکسی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔ اور قوم کی ایمانداری کے بھی جوہر کھلتے ہین ۔ جب مین اس وقت بہت سے مشیخت مآب کہلاتے تھے ۔ اور یا غفور ۔ یا رحیم کی تسبیح پھیرا کرتے تھے ۔

غرض وہ بڑھیا مسلم کو مکان میں لے گئی ۔ اور جو کچھ ماحضر تھا لاکر حاضر کردیا
کبھی اپنی خوش قسمتی پر پھولی نہ سماتی تھی کہ ان پر ایسا وقت پڑا تو نہ میرے گھر آئے ۔
انکی بری تقدیر سے مجھے تو یہ اچھی ہو گئی ۔ کبھی انکی مصیبت پر رو دیتی کہ ہائے
اتنے بڑے شہر میں ہزاروں ہزار مسلمان رہتے ہیں پیغمبر کے خاندان کے ایک آدمی کو
جگہ نہیں ملتی ۔

اتنا رات تو مسلم کو جگہ مل گئی ۔ آئندہ خدا ہے ۔ تھوڑی دیر کے بعد اوس عورت کا
بیٹا آیا جسکا وہ انتظار کر رہی تھی ۔ مسلم حجرہ میں سو رہے تھے ۔ ماں کو خلاف عادت
اوس حجرہ میں جاتے آتے دیکھکر پوچھنے لگا ۔ ماں نے بیٹے کو اہل بیت کی عظمت اور
اونکی محبت جتا کر بڑی تاکید کے ساتھ کہا کہ اس راز کو ہرگز نہ کھولنا چاہیئے ۔ مسلم
ہمارے مہمان ہوئے ہیں ۔ اور سارا شہر انکا دشمن بنگیا ہے ۔ ان لوگونکو عام آدمی
نہ سمجھنا چاہیے ۔ یہ خدا کی رحمت ہے جو بشکل انسان زمین پر اتری ہے ۔ ان کو
ایذا پہونچانا خدا کا قہر نازل کرانا ہے ۔ کیا تم نے لوط کی اور صالح کی قوم کا حال
قرآن میں نہیں پڑھا ہے ۔ لوط علیہ السلام کے یہاں فرشتے ایسی ہی صورتوں کے
آدمی بنکر آئے تھے ۔ جب قوم نے اونپر دست درازی کی تو صبح کے ہوتے ہوتے
اونکا سارے کا سارا شہر اوندھا کر دیا گیا ۔ ابتک وہاں ایسا غار پڑا ہوا ہے
جیسے سمندر کا پاٹ ۔ صالح علیہ السلام کو خدا نے اونکی قوم کی درخواست پر ایک
اونٹنی پتھر میں سے نکال کر دی تھی قوم نے اوسکو مار ڈالا تو اوسکے بچہ نے ڈر کر ایک چیخ
ماری ۔ وہ ایک ایسے جلے ہوئے دل کا نالہ تھا کہ جسکے صدمہ سے تمام عالم ملکوت میں
لرزہ پڑگیا ۔ پھر کیا تھا ۔ غیب سے ایک ایسی چیخ آئی کہ تمام شہر کا دم نکل گیا ۔

محروم ہو گئے لگا رہنے تک کو بھی کوئی زندہ نہ بچا۔ بیٹیا! میں بہت ڈرتی ہوں کہ
کہیں اس شہر پر بھی کوئی آفت نہ آ جائے۔"

بیٹا یہ لکچر (تقریر) سنکر چپ ہو رہا۔ ماں نے جانا کہ اسکے دل پر کچھ اثر ہوا مگر
نہیں۔ اوسکو کچھ اثر نہوا۔ کیونکہ وہ تڑکے ہی اوٹھکر سیدھا ابن زیاد کے گھر گیا
اوس وقت ابن زیاد کے پاس محمد بن اشعث بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اس نے ابن اشعث
کے کان میں کہا کہ مسلم ہمارے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے
محمد بن اشعث بولا کہ مسلم کا پتا بتاتا ہے۔ وہ اسکے مکان میں ہیں۔ یہ بات سنتے
ہی ابن زیاد اوچھل پڑا۔ اوسکو تو مسلم کی تلاش تھی ہی۔ شام سے اونکی گرفتاری
کی فکر ہو رہی تھی۔ منادی کرادیگئی تھی کہ جو شخص مسلم کو پکڑ لائیگا وہ خلعت و انعام
پائیگا۔ اور جو شخص اونکو چھپائیگا اوسکا گھر لوٹ لیا جائیگا۔" جاسوس انکا پتا
لگانے کے لیے مامور کیے گئے تھے۔ حصین ابن نمیر کو حکم دیا گیا تھا کہ شہر کے تمام
رستوں پر ناکہ بندی کرے اور صبحکو ایک ایک کی خانہ تلاشی کیجائے۔ ایسی حالت
میں مسلم کا پتا لگنا اگرچہ کوئی مشکل امر نہ تھا لیکن ابن زیاد کے لیے حد سے زیادہ
خوشی کا باعث ہوا۔ فوراً کوتوال شہر عمر بن حریث مخزومی کو بلا کر حکم دیا کہ تین سو
سوار اور پیدل لیکر محمد بن اشعث کے ساتھ جاو اور مسلم کو گرفتار کرکے لاو۔ محمد بن
اشعث سے کہا کہ ہوں! اب جلدی کرو۔ غرض ان لوگوں نے جاکر طوعہ کے مکان کا
محاصرہ کیا۔ مسلم اوسوقت نماز صبح سے فارغ ہوکر تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ آدمیوں کا
شور وغل سنکر جان گئے کہ یہ ہنگامہ میرے لیے ہو رہا ہے۔ اور اب بجز مارنے اور مرنے
کے کوئی علاج نہیں ہے۔ یکایک ہاشمی خون نے رگوں میں جوش مارا۔ اور حمیت

اس بات گوارا نہ کر سکی کہ ایک عورت کے گھر مین چھپ کر بیٹھے رہین ۔ قرآن
گردان سے گلے مین حمائل کر اور تلوار ہاتھہ مین لیے گھر سے باہر نکل پڑے ۔ جمعیت
تو ان کی منتظر کھڑی ہی تھی چارون طرف سے گھیر لیا ۔ مسلم نے جب یہ حال
دیکھا تو شیر کے مانند ان پر حملہ کر دیا ۔ پھر کیا پوچھنا ہے ؟ ہاشمیونکی شجاعت تو
ساری دنیا مین ضرب المثل ہے ۔ اسلامی ممالک مفتوحہ کی تاریخین پکار پکار کر
کہہ رہی ہین کہ وہ کونسی جنگ تھی جس مین اس خاندان کے لوگونکی تلوار نے سیاہ
دشمن کو اپنے گھاٹ نہین اوتارا ۔ اور وہ کونسا بہادر سپاہی تھا کہ ان کے
سامنے آکر اپنا سا رکس بل نہین ہارا ۔ اس خاندان کے ایک ایک جوان نے
پرے کے پرے اولٹ دئے ہین ۔ بڑے بڑے نامی پہلوان جو فخر سام و نریمان
تھے ان کے ایک ایک وار مین دو دو کے چار چار ہو گئے ہین ۔ حضرت علی اور
امیر حمزہ کے حملون سے کون واقف نہین ہے ۔ اور آگے بڑھکر ہم تبلائینگے کہ کربلا
کے میدان مین جبکہ فوج شام سے مقابلہ ہوا ہے تو چھوٹے چھوٹے لڑکون نے کیسے
بڑے بڑے حملے کیے ہین جنکے سننے سے حیرت ہو جاتی ہے ۔ مسلم بھی تو اسی
خاندان کے تھے وہ ہاتھہ صاف کیے ہین کہ ارمان باقی نہ رہا ۔ اس مین کوئی مبالغہ
نہین اگر مین کہون کہ بکریون کے گلے مین شیر گھس پڑا تھا ۔ پینتالیس آدمی تو
مارے گئے اور قریب سو کے زخمی ہوئے ۔ اور جو بچے وہ بھاگ نکلے ۔ میدان صاف
ہو گیا ۔ ابن زیاد کو جب یہ خبر پہونچی تو کہلا بھیجا کہ ایک آدمی کو اتنے سپاہی بھی
نہ پکڑ سکے ! تعجب کا مقام ہے ! مانا کہ مسلم بہت شجیع ہین ۔ آخر ہین تو ایک
ہی آدمی ۔ اونکے کوئی دس ہاتھہ نہین ۔ بیس پانون نہین ۔ یون کہو کہ

تم لوگوں کو اونکا پاس خاطر ہے ۔ اور کیوں نہو ؟ آخر تمہارے پیغمبر کے قرابت دار ہیں ۔
اس پیغام سے محمد بن اشعث کا دل جل گیا اور کوتوال سے کہا ۔ دیکھو ! یہ تو احمقانہ حکم ہے۔
علم پر اپنی آخرت کو یوں بگاڑ دیں اور اوسکا صلہ یہ پائیں ! لعنت ہے ایسی نوکری پر اور ایسی قدردانی پر ! عمر بن حریث (کوتوال) نے کہا حضرت ! حاکم کو شاید معلوم نہیں ۔ وہ سمجھتے ہونگے کہ کسی دہنئیے جولاہے کو پکڑ لانا ہے ۔ کہ گئے اور ہاتھ پکڑ لیے ۔ یہ بنی ہاشم ہیں ۔ انکا پکڑنا منہ کا نوالہ نہیں ہے ۔ اگر وہ یہاں آکر ہماری کیفیت دیکھتے تو آنکھیں کھل گئی ہوتیں !!

ادہر تو یہ باتیں ہو رہی تھیں ۔ ادہر سپاہی مکانونکے چھتوں پر چڑھکر مسلم کو سنگسار کرنے لگے ۔ مسلم حیران کھڑے ہیں اور اون پر چاروں طرف سے پتھر اور تیر برس رہے ہیں ۔ تمام جسم زخموں سے چور ہو گیا ہے ۔ تشنگی نے بیتاب کر دیا ہے ۔ مجبور ہیں کچھ بن نہیں آتا ۔ مقابلہ کریں تو کس سے کریں ۔ دشمن قابو سے باہر ہیں ۔ آخر لاچار تن بتقدیر ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئے ۔ اتنے میں کسی نے ایک گوشہ سے نکل کر سر پر تلوار ماری ۔ وہ پیشانی اور رخسار کو کاٹتی ہوئی ہونٹوں پر سے اوتر گئی ۔ جس سے تمام چہرہ اور ڈاڑہی اور لباس خون میں تر بتر ہو گیا ۔ مگر مسلم نے اوسکو بھی جانے نہیں دیا ۔ بھاگتے کو ایک ہاتھ میں دو کر کے گرا دیا ۔

ابن اشعث نے دیکھا کہ انکے سامنے کوئی جاتا نہیں تو خود آگے بڑھکر کہنے لگا کہ آپ ناحق ہم سے لڑتے ہیں ۔ ہم آپ سے کچھ لڑنے کو نہیں آئے ہیں ۔ ہم تو آپکے چچا کی امت ہیں ۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ سے کسی قسم کا تعرض نکیا جائیگا ۔ ابن زیاد نے آپکو بلایا ہے ۔ اور اوسی نے آپکو امن بھی دیا ہے ۔ چلئے وہیں تمام امور طے ہو جائینگے ۔

مسلم نے کلمات صلح آمیز سنکر اپنے خاندانی حلم و مروت کو کام فرمایا۔ اور اونکے ساتھ چلنے کو راضی ہوگئے۔ اونکو کیا معلوم تھا کہ پیغمبر کا اسرا بتاکر فریب دینگے۔ جب چلنے لگے تو سبنے انکو گھیر لیا۔ ایک نے انکی تلوار لے لی اور کہا کہ اب اسکا کام نہیں ہے۔ اس حرکت سے مسلم کو مایوسی ہوگئی۔ سمجھے کہ اب خیر نہیں۔

ابن زیاد کو مسلم کے لانے کی خبر معلوم ہوئی تو اوس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ دروازہ پر آتے ہی بلا پرسش قتل کرڈالو۔ سپاہی مسلح تیار کھڑے تھے۔ دروازہ پر آتے ہی مسلم پر ایک ساتھ دونوں طرف سے تلواریں پڑیں۔ اوس وقت مسلم کی زبان سے یہ آیت نکلی کہ "ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین" (خداوندا تو ہم میں اور ہماری قوم میں واجبی فیصلہ کر اور تو بہت اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے)

جب اتنی تلواریں ایک تن زار سراپا مجروح پر پڑیں تو پھر کیا باقی رہ سکتا ہے؟ مسلم زمین پر گر پڑے اور اون کا سر کاٹ لیا گیا۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون" اور جسم مبارک دروازہ کے باہر پھینک دیا گیا۔

اب ہانی کی نوبت آئی۔ یہ بزرگ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف تھے۔ ان کی عمر نوے برس سے تجاوز کرگئی تھی۔ ان کو بکروں کے کمیلہ میں لے جاکر ذبح کیا۔ ان دونوں کے سر تو دمشق کو امیر شام کے پاس بھیجدئے گئے۔ اور لاشیں شہر پناہ کے دروازہ پر لٹکا دی گئیں۔

جس وقت یہ دونوں سر ابن زیاد کے خط کے ساتھ امیر شام (یزید) کے ملاحظہ میں گزرے تو بہت خوش ہوا اور جواب میں لکھا کہ تم نے ایسا عمدہ کام

کیا ہے جسکا عوض ہمسے نہین ہو سکتا ۔ تمہاری نمک حلالی ۔ خیر خواہی ۔ ہوشیاری تجربہ کاری انصرام سے بخوبی ثابت ہوگئی ۔ ابھی ایک کام تمکو کرنا ہے ۔ سنتے ہین کہ حسین بن علی بھی عراق کا قصد کرنے والے ہین ۔ اونکی نقل و حرکت کی ذرا ذرا خبر رکھنی چاہئے ۔ اگر وہ ادہر کا رخ کرین تو اونکے آنے کے رستے روک دو ۔ اور جس طرح بن پڑے اونکو قتل کرڈالو ۔ اور اون کے حالات کی روزانہ اطلاع ہمکو دیا کرو ۔ تمہارے قاصدون کو جو یہ دونون سر لائے ہین فی نفر دو دو ہزار درہم بطور انعام کے عطا کئے گئے ہین ۔ والسلام ۔

ابو مخنف نے مصعب بن زبیر سے نقل کی ہے کہ مسلم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے ۔ ان کی عمر چھیالیس سال کی تھی ۔ صورت مین جناب رسول خدا سے مشابہ تھے ۔ طبیعت بہت شجیع اور متین واقع ہوئی تھی ۔ ان کے والد بزرگوار عقیل اور جعفر طیار اور علی مرتضی تینون حقیقی بھائی ابو طالب کے فرزند ہین ۔ ان تینون کی مان فاطمہ بنت اسد ہین ۔ سب مین بڑے عقیل اون سے دس برس چھوٹے جعفر طیار اور اون سے دس برس چھوٹے علی مرتضی ہین ۔ مسلم کی شادی بی بی رقیہ دختر جناب علی مرتضی سے ہوئی تھی ۔ ان کے پیٹ سے دو فرزند تولد ہوئے تھے ایک محمد اور دوسرا ابراہیم ۔ یہی دونون صاحبزادے کوفہ کو اپنے باپ کے ساتھ آئے تھے ۔ ان دونون کا مسلم کے بعد جو کچھ انجام ہوا وہ آئندہ نذر ناظرین کیا جائیگا ۔ داستان مصیبت کا ابھی تو آغاز ہے ۔ خاندان رسالت کی تباہی پر بہت کچھ رونا باقی ہے ۔

افسوس ہے کہ قوم نے اسلام کے دامن پر یہ ایسا دھبہ لگا دیا ہے جو قیامت تک اسکے رونے سے بھی نہیں مٹ سکتا ۔ جنکا ہم کلمہ پڑھتے ہین ۔ اور جنکی شفاعت باعث نجات سمجھتے ہین ۔ مسلم اون کے بھتیجے تھے کسی نے بھی خیال نہ کیا کہ یہ کون ہین ۔ ان کے ساتھہ کیا سلوک کرنا چاہئے تھا اور کیا ہوا ۔ ای دنیا ! ای کم بخت دنیا ! تو نے کیسے کیسے دینداروں کا ایمان چھین لیا ۔ افسوس !

چھٹا پان

ای چرخ کچھ بھی رحم نہ آیا تجھے بھلا!

یہ طفل بے پدر! یہ چھری! اور یہ گلا!

آج ذیحجہ کی دسوین تاریخ ہے ۔ کوفہ مین گھر گھر عید الضحی کی تیاریان ہو رہی ہین ۔ لوگ صبح ہی صبح نہادھو کر اور عمدہ عمدہ لباس رنگ برنگی پہن کر آراستہ و پیراستہ ہین ۔ سڑکون پر گویا جا بجا تختہ لالہ و نافرمان کھلا ہے ۔ عیدگاہ مین جانے کے لیے تمام شہر مین ایسی ہل چل پڑی ہے کہ کسی کو کسی کی خبر نہین ۔ ہر شخص اپنی اپنی دھن مین لگا ہوا ہے ۔ نوکر چاکر غریب غربا قصابون کو ساتھ لیے ہوئے ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہین اور قربانی کے لیے بکرے پکڑ پکڑ لیجا رہے ہین ۔

ایسے مین منادی نے ندا کی کہ جس شخص کے پاس مسلم کے بچے ہون اون کو سرکار مین لا کر حاضر کر دے ۔ اگر کوئی اونکی ہمدردی کر کے چھپا رکھیگا یا اون کو کہین بھیجدیگا تو نہ صرف اوس کا قتل سرکار پر واجب ہوگا بلکہ اوس کا گھر تاراج ۔

اوسکی ملک و معاش اور اوس کا منصب و انعام سب ضبط اور خالصہ کر لیا جائیگا ؛

یہ آواز جسکے کان مین پڑی بس وہ نقش دیوار بن گیا ۔ یا تو عید کی وہ دھوم دہام تھی یا یہ عالم ہوا کہ یہ بھی ایک شہر خموشان ہے ۔ سب کے دماغون مین یہی خیال بندھ گیا کہ شاید میرے ہی گھر مین کسی نے اونکو چھپا رکھا ہو ۔ اور مجھے اوسکی خبر نہ ہو ۔

جس وقت مسلم پر ہنگامہ ہوا یہ دونون لڑکے گھبرا کر باہر نکل پڑے تھے ۔ معلوم نہین کہ یہ کیونکر قاضی شریح کے گھر مین پہونچ گئے ۔ چونکہ قاضی ایک خدا دوست اور رحم دل آدمی تھا اوس کو ان لڑکون کا آنا ناگوار نہوا ۔ مگر اب جو یہ حکم قضا توام سنا تو اوسان خطا ہو گئے ۔ کہانکی خدا پرستی ! کس کی رحمدلی اب تو جان پر بن گئی ۔ وہ سمجھ گیا کہ دو قضا ایک جا جمع ہوا چاہتی ہین ۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے ۔ یا تو خدمت قضا ہی رہیگی یا حکم قضا ہی نافذ ہوگا ۔ اوس کے ساتھ سب ہی کچھ ہے اور اس کے ساتھ کچھ بھی نہین ۔

یہ سوچکر قاضی صاحب نے اون لڑکون سے کہا کہ اب تمہارا یہان رہنا اچھا نہین ہے ۔ مین تم کو تمہارے وطن مین بھیجے دیتا ہون ۔

اس وقت تک لڑکون کو اپنے باپ کے شہید ہونے کی خبر نہ تھی ۔ اونھون نے خوش ہو کر کہا ۔ کیا ہمارے باپ نے ہمین بلایا ہے ؟ کیا وہ بھی مدینہ کو جاتے ہین ؟ قاضی صاحب رو پڑے ۔ اور کہا تمہارے باپ کہان ہین ؟ وہ تو مارے گئے ۔

بچون نے جو یہ بات سنی تو چہرون کا رنگ اوڑ گیا ۔ یا تو ابھی خوش ہو رہے تھے

یا زار زار رونے لگے ۔

قاضی صاحب نے انکو سمجھایا کہ تم اہل بیت رسول ہو تم کو مصیبت میراث مین ملی ہے ۔ خدا کی مرضی پر راضی رہنا چاہیے ۔ صبر و شکر تمہارے خاندان کی ایک معمولی بات ہے ۔ مجھے خوف ہے کہین تمہاری خبر ابن زیاد کو معلوم نہ ہو ۔ اور تمہاری جان کو کوئی صدمہ نہ پہونچے ۔ مناسب یہی ہے کہ تم یہان سے نکل جاو ۔ مین تمکو مدینہ بھیجدیتا ہون ۔

پھر قاضی نے اپنے فرزند سے کہا کہ شہر کے باہر قافلہ اوترا ہے اور وہ مدینہ کو جانے والا ہے ۔ ان کو لے جاکر وہان پہونچادو ۔ اور یہ پچاس درم بھی ان کے راہ خرچ کے قافلہ سالار کے حوالہ کردو ۔

شام کو جب ذرا اندھیرا ہوا تو قاضی صاحب کے فرزند ان بچون کو چھپا کر شہر کے باہر لے گئے اور دیکھا تو وہان قافلہ نہین ہے ۔ اندھیرے مین جو ایک اوتری سیاہی زمین پر نظر آتی ہے اوس کو گرد کاروان سمجھا ۔ بچون سے کہا دوڑو ۔ اور وہ جو دھوان نظر آتا ہے وہی قافلہ ہے ۔ یہ درم اپنے راہ خرچ لو اور جاکر قافلہ مین مل جاو ۔

ان بچونکی ابھی ایسی کیا عمر تھی ؟ جو اتنا انتظام کرسکتے اور اتنی جرات اور تجربہ کہان سے لاتے ؟ مگر جان کے خوف نے اونکو آمادہ کردیا ۔ ایک مٹھی مین ہم اور ایک مٹھی مین درم لیکر اوسی طرف دوڑ پڑے جدھر قاضی کے بیٹے نے اشارہ کیا تھا ۔

قافلہ تو کب کا جاچکا تھا ۔ نہ گرد کاروان تھی ۔ نہ جرس کی فغان تھی ۔

وہ تو ایک اندھیرا تھا جو رات کو دنیا پر چھا رہا تھا ۔
قاضی کے فرزند رشید تو وہ رستہ بتا کر چلدیئے ۔ اور یہ دوڑتے دوڑتے تھک گئے ۔ نہ قافلہ ملا ۔ نہ راستہ ۔ رات زیادہ ہوگئی ۔ اندھیرا بھرپور چھا گیا ۔ آدمی کا نام نہین ۔ رستہ کا نشان نہین ۔ نہ کوئی ساتھی ہے ۔ نہ غمخوار ہے ۔ صرف ہو کا میدان ہے اور اوس مین وحشت نمودار ہے ۔ کم سن لڑکے رات کو جنگل کی صورت دیکھہ کر ڈر گئے ۔ پھرتے پھرتے اوسی جگہ پر آ گئے جہان سے چلے تھے ۔
برگشتہ تقدیر والے بھی کہین منزل پر پہونچتے ہین ؟ قسمت ان کا ہاتھہ پکڑ کر شہر مین لائی ۔ اور گشت والون کے حوالے کردیا
اونہون نے پہچان کر پہرہ مین بٹھا دیا ۔ رات بھر تو پہرہ مین ہاتھہ پانون بندھے پڑے رہے ۔ اور صبح کو ابن زیاد کے پاس حاضر کردیئے گئے ۔
ابن زیاد کی بیرحمی اور سفاکی کس طرح بیان کی جاسکتی ہے ؟ کیسا ہی سنگدل کوئی کیون نہو ان بچون کی کم سنی ۔ غریب الوطنی اور یتیمی ایسی تھی جو اوسکو نرم نہ کردیتی ۔ لیکن ابن زیاد کو اون کے حال پر کچھ بھی افسوس نہوا ۔ ہان اتنا تو ہوا کہ ان کو سردست قتل نہین کیا ۔ بلکہ اون کے قتل کو امیر شام (یزید) کے ایما پر اوٹھا رکھا ۔ اور اون کو جیلخانہ مین بھیجدیا ۔
ان دونون لڑکون نے کبھی کاہیکو جیلخانہ کی صورت دیکھی تھی ۔ اون کے فرشتون کو بھی خبر نہین کہ جیلخانہ کسے کہتے ہین ۔ جب یہ وہان پہونچے تو ڈر کر ایسے سہم گئے جیسے کاٹھ کے پتلے ۔ حیرت کا یہ عالم تھا گویا نقش تصویر ہین ۔ اوسوقت

اون کے دلون سے پوچھا چاہیے کہ چھوٹے چھوٹے سینون مین کیسے وہشت کیسے ہونگے ۔ اگر مان باپ ہوتے تو ان کو چھاتی سے لگاتے ۔ اب اون کا کون والی ہے ؟ ۔

میرا بھی عجب خیال ہے کہ ان بچون کے ہمدردونکو ڈھونڈتا ہے ۔ ان کی قسمت ایسی کہان ہے ! وہان تو ان معصومون کے قتل کی تدبیر ہو رہی ہے اور ہم اون کے مان باپ کو یاد کرتے ہین ۔

وہ جیلخانہ جس مین یہ لڑکے قید کیے گئے تھے توبہ ! توبہ ! ایسا وحشت ناک تھا جس کے دیکھنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے ۔ ایک چھوٹا سا مکان تنگ و تاریک ویران دقیانوس کے زمانہ کا بنا ہوا اور اوس مین چند حجرے ایسے مختصر جیسی قبرین ۔ ان مین نہ ہوا آتی ہے نہ روشنی کیجاتی ہے ۔ ایسے مقام پر اچھے مضبوط دل کے آدمی بھی ہارجاتے ہین تو پھر ان کم سن لڑکون کا کیا ٹھکانا ہے ۔

بارے داروغہ جیلخانہ ایک نیک دل آدمی اور ایماندار شخص تھا ۔ جس کا نام "مشکور" تھا ۔ اوس نے ان لڑکون کے حال پر رحم کیا ۔ وہ دن بھر ان کی خبر لیتا ۔ اور ان کی مصیبت پر افسوس کرتا تھا ۔ دوسرے روز شب کو اوس نے ان کو جیلخانہ سے نکالا اور کہا ۔ چلو ! مین تمہاری رہائی کی صورت کرتا ہون ۔ مجھ پر جو کچھ آفت گزرنی ہو بلا سے گزرجائے ۔ مگر تمہاری مصیبت دیکھی نہین جاتی ۔

اوس نے شہر کے باہر لیجا کر راستہ پر کھڑا کر دیا ۔ اور اپنی اونگلی مین سے

انگلی سے اتار کر ان کو دی۔ اور بتایا کہ یہ راستہ قادسیہ کا ہے۔ سیدھے
چلے جاؤ۔ راستے میں کچھ خطر نہیں ہے۔ تھوڑی دور پر قادسیہ ایک گانوں ہے
اوس میں میرا بھائی رہتا ہے۔ جسکے نام سکے پتہ سے اوسکو ڈھونڈھ لینا نہیں ملجائیگا۔
یہ انگوٹھی اوسکے حوالے کر دینا اور کہنا کہ ہمیں مدینے پہونچا دو۔ وہ بہت اچھا
آدمی ہے۔ اہل بیت رسول کا دوست ہے۔ تم کو ضرور مدینے پہونچا دیگا۔
مسلم کے فرزندوں نے انگوٹھی لیکر شکریہ ادا کیا اور چل نکلے۔ مگر تقدیر
کب جانے دینے والی تھی۔ تھوڑی دور جاکر راستہ بھول گئے۔ بھلا یہ بھی
کوئی رہائی کی صورت تھی۔ داروغہ کی عقل پر پتھر پڑیں! ان بچوں کی عمر
پر خیال نہ کیا کہ ابھی تو یہ سات آٹھ ہی برس کے ہیں۔ رات کے وقت جنگل
میں کوسوں اکیلے جانا ان سے کیسے ہوسکیگا؟ اور اس بلا کا توڑ جوڑ ان کو کہاں
سے آئیگا؟ اونہیں کیا معلوم کہ قادسیہ کہاں ہے۔ اور داروغہ کا بھائی
کون ہے۔ وہ گورا ہے یا کالا۔

اس قسم کی کارروائی کے ایسی خوفناک حالت میں کسی ہوشیار عمر رسیدہ تجربہ کار
آدمی سے بھی پوری ہو سکنے کی امید نہیں کیجا سکتی۔ پھر یہ نادان کمسن لڑکے
جو اب تک گھر کے باہر نہیں نکلے تھے کس طرح منزل مقصود کو پہونچتے۔ اگر ان کے
ساتھ سلوک کرنا منظور تھا تو کسی آدمی کو ساتھ کر دیا ہوتا۔ یہاں تو وہ مثل
ہوئی کہ "نادان دوست دشمن سے بدتر"۔

ان بچوں کی حالت کچھ نہ پوچھئے۔ ساری سات بدحواس۔ مارے دہشت کے
دم نکلا جاتا ہے۔ وہ سنسان بیابان۔ وہ اندھیری رات کا سماں۔

اوس مین یہ دونون لڑکے حیران و پریشان ۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ وہ رات اونپر کیسی گزری ہوگی ۔ باپ کا مارا جانا ۔ اپنا قید ہونا ۔ جیلخانہ سے بہاگ کر نکلنا ۔ اور اب کہین آسرا نہ ملنا ۔ یہ تمام باتین موت کی ڈراونی شکل بنکر سامنے کہڑی تہین ۔

اگرچہ رات کا پردہ اون کی جان چہپانے کو اچہا تہا ۔ لیکن اکیلاپن غضب ڈہا رہا تہا ۔ وہ خود جان سے بیزار ہو گئے تہے کہ نہ یہ ہوتی نہ یہ مصیبت پڑتی ۔ ذرا کہین پتا کہڑکا یہ تہرتہر کانپنے لگے ۔ بے پاؤن وہان سے نکل کر کسی دوسری جگہ ہو رہے ۔ اور وہان بہی کوئی آہٹ معلوم ہوئی تو اور طرف چل دیئے ۔

یون ہی بہاگتے بہاگتے اور چہپتے چہپتے رات پوری ہو گئی ۔ چلتے تہے قادسیہ جانیکو ۔ صبح کو دیکہتے ہین تو کوفہ کی فصیل کے پاس ہین ۔ ان کے حق مین کوفہ گویا جزیرہ انڈمان ⁂ تہا ۔ وہان کے جانے والون کو خدا ہی نکالے تو نکالے ۔ جب دن نکلا تو اور بہی خوف دامنگیر ہوا کہ اگر کوئی دیکہہ پائیگا تو ہمین پکڑ لیگا ۔ پہر کیا ہوگا ۔ دونون بہائی آپس مین مشورہ کرنے لگے کہ کہان چہپ جائین ۔ ایک نے کہا ۔ اگر یہان کوئی غار ہوتا تو اچہا ہوتا ۔ دوسرے نے کہا ۔ غار نہ سہی اب بہی اگر زمین پہٹ جائے تو کیا برا ہے ۔ ہم زمین مین دہنس جانے پر راضی ہین ۔ چہوٹے نے کہا ۔

⁂ انڈمان ایک جزیرہ کا نام ہی جسکو عام لوگ کالا پانی کہتے ہین جہان اعظم المجرمین قید کیے جاتے ہین

اگر ہم زمین مین دھنس گئے تو پھر چھپ سکتے ہین ؟ تیسرے نے جواب دیا ۔ ایسے چھپنے سے تو مرنا بہتر ہے ۔ مگر وہ بھی تو نہین ہوتا ۔ اب کیا کرنا چاہیے جب تک بن پڑے جان کا بچانا ضرور ہے ۔ پہلو اسی کھجور کے بن مین جو سامنے نظر آرہا ہے چھپ جائینگے ۔

دونون لڑکے دوڑکر اوس بن مین گھسے اور ادہر اودہر ڈھونڈھنے لگے ۔ وہان ایک سوکھا ہوا درخت کھڑا تھا جس کا پیڑ کھوکلا تھا ۔ سامنے پانی کا ایک چشمہ بھی تھا ۔ دونون اوس کھوکلے پیڑ مین گھس گئے ۔ پیاس کے دفع کرنیکو تو پانی نزدیک تھا ۔ لیکن بھوک کا کیا علاج تھا ؟ جس نے دل کا تقاضا لگا رکھا تھا ۔ جون جون دن چڑہتا جاتا ہے ان کے چہرے اوترتے جاتے ہین ۔ اتفاقاً ایک عورت کا اوس چشمہ پر گزر ہوا جو پانی بھرنے کو آئی تھی ۔ اوس نے دیکھا کہ یہ دونون لڑکے درخت مین چھپے کھڑے ہین ۔ اور اون کے گورے گورے چہرون کا عکس پانی مین عجب کیفیت دکھا رہا ہے ۔ گویا کسی نے پری کو شیشہ مین بند کردیا ہے ۔ مکھڑے چاند کے ٹکڑے ہین مگر گہنائے ہوئے ۔ قد سرو کے پودے ہین مگر مرجھائے ہوئے ۔ رخسارے ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے کملائے ہوئے گلاب کے پھول ۔ کسی نے اونکو پانی مین ڈبو دیا ہے ۔ شاید یہ خیال ہوگا کہ وہ پھر تازہ ہوجائینگے ۔ نہین ۔ وہ دونون رہے ہین ۔ آنسوؤن سے منہ دھو رہے ہین ۔ پوچھا ۔ ای پیارے لڑکو تم کون ہو ؟ تم پر ایسی کیا مصیبت پڑی ہے جو اس جنگل مین چھپ کر رو رہے ہو ؟ اونہون نے کہا ۔ ای امان جان ! ہم دونون مسافر غریب

دیکہیں! ماں باپ سے جدا ۔ وطن سے آوارہ ۔ خویش و اقربا سے دور ۔ مصیبت میں مبتلا ۔ تنہائی سے لاچار ۔ دشمنوں کے ہاتھوں مین گرفتار ہین ۔ جان کے بچانے کو یہاں چھپے ہین ۔ ہمارا کوئی والی وارث نہیں ہے ۔ نہ ہمکو اپنے وطن کا راستہ معلوم ہے ۔ نہ کوئی ہم کو راستہ بتانیوالا ہے ۔ اب ہم ہین اور ہمارا خدا ہے ۔

اس تقریر پر اوس عورت کو بہی رونا آگیا ۔ کہا ۔ شاید تم مسلم کے فرزند ہو ۔ ایسی مصیبت اون کے سوائے اس شہر مین کس پر پڑی ہے ۔

باپ کا نام سن کر یہ اور بہی رونے لگے عورت نے اون کو گلے سے لگالیا اور کہا ۔ تم گہبراو نہیں ۔ ہمارے گہر چلو ۔ ہمارے گہر کی مالک بڑی نیک بی بی ہے ۔ اور پیغمبر کے خاندان پر دل سے فدا ہے ۔ وہ تمہاری بہت خاطر کریگی ۔ اور تم کو بہت آرام سے اپنے پاس رکہے گی ۔ بلکہ تمہارے وطن کو بہی پہونچا دیگی ۔

اتنا کہہ کر وہ دونوں کو اپنے گہر لے گئی ۔ اور دروازہ کے باہر کہڑا کر کے خود اندر جا کر اپنی بی بی سے سارا حال بیان کیا ۔ وہ مسلم کے بچوں کا نام سنتے ہی دروازہ تک دوڑی آئی ۔ اور ان دونوں کو گلے لگا کر رونے لگی ۔

اوس وقت ان بچوں کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ گویا ان کی سگی ماں ہے ۔ بے اختیار پہوٹ پہوٹ کر رونے لگے ۔ پہر اوس نے انکو سمجہا کر اور بڑی محبت سے اونکے سر اور پیٹہہ پر ہاتہہ پہیر کر منہہ دہلایا ۔ اور نہایت خاطر سے کہانا کہلایا ۔

یہ لڑکے جب سے اپنے باپ سے جدا ہوئے تہے آج پہلا دن ہے کہ اون کی

اتنی خاطر داری ہوئی ہے ۔ اس گھر مین ان کے دل کو بہت تسکین ہوئی
وہ عورت ان دونون کا منہ دیکھہ دیکھہ کر روتی تھی اور ان کے دشمنون کو کوستی
تھی ۔ خدا ان کے دشمنون کا منہ کالا کرے ۔ اون کو دنیا مین درد و غم اور آخرت
جہنم نصیب ہو ۔ انکی دولت اور حشمت غارت ہو ۔ ان کی نماز اور روزے سب
اکارت ہون ۔ ہمارے گھر کا خانہ خراب مردوا بھی اوسی گت کا ہے ۔ اوسکی
صحبت دشمن کو بھی نصیب نہو ۔ مگر خدا کرے ان معصوم بچون کا حال اوس پر
کھلنے نہ پائے ۔ دیکھہ ری (لونڈی کی طرف خطاب کرکے) کہین اوس موئے
سے ان کا ذکر نہ کرنا ۔ اوس کو نہ خدا کا خوف ہے ۔ نہ دنیا کی لاج ۔ اوس کا
دین و ایمان ۔ اوس کا دل و جان جو کچھہ ہے پیسا ہے
غرض ایسی ہی باتون مین شام ہوگئی ۔ اوس نیکبخت عورت نے رات کو
ان بچون کو کھانا پلا کر ایک حجرہ مین بچھونا کرکے سُلا دیا ۔
پہر رات گئی ہوگی کہ اوس کا شوہر آیا ۔ اوس کو دیکھتے ہی عورت کا دل دہڑکنے
لگا ۔ گھبرا کر پوچھنے لگی ۔ کیون آج خلاف معمول رات کرکے آنے کا سبب
کیا ہے ۔ اوس نے کہا ۔ مسلم کے بچے نکو جیلخانہ کے دارونہ نے بھگا دیا ہے ۔
انکی گرفتاری کے لیے ابن زیاد نے انعامی اشتہار لگایا ہے ۔ چونکہ انعام
کی رقم معقول یعنے دو ہزار درم ہے اس لیے مین نے صبح سے اب تک اون کی
تلاش کی ۔ مگر کہین پتہ نہ لگا ۔ تھک کر آیا ہون ۔ کل تڑکے ہی پھر ڈھونڈنے
کو جاؤن گا ۔ اگر قسمت لڑگئی تو وہ ملجائینگے ۔
عورت نے کہا کیا تمکو خدا کا خوف نہین آتا ! پیغمبر کے خاندان کے

ساتھ برائی کرکے قیامت مین کیا پاوگے ؟ اور پیغمبر کو کیا منہ دکھاوگے ؟ ذرا تو خیال کرو ۔ اگر یہ انعام تمہین نہ ملیگا تو کیا ہو جائیگا ۔ یہی نہ کہ چار دن ہاتھہ کھلا نرہیگا ۔ لیکن آخرت تو برباد نہوگی ۔ ایسا کام کیون کرو جس سے خدا کی رحمت اور پیغمبر کی شفاعت سے محروم رہو ۔ مسلم کے لڑکے ہمارے پیغمبر کے خاندان کے ہین ۔ اگر کوئی تمہارے خاندان والے کو اذیت پہونچائے ۔ یا کچھ برا بھلا کہے تو تم ہی کہو کہ تمہارا دل کیا کہیگا ؟ اسی پر قیاس کرو کہ ان لڑکون کو دشمن کے پنجہ مین پھنسا دینے سے پیغمبر کا دل کیا کہیگا ۔ تم یہ نہ سمجھو کہ پیغمبر ہماری نظر کے سامنے نہین ہین ۔ بیشک وہ ہم کو دیکھتے ہین ۔ ہمارے اچھے کامون سے راضی اور برے کامون سے بیزار ہوتے ہین ۔ اگر ایسا نہو تو ساری باتین دینداری کی غلط ہو جائین ۔ دیکھو ! قرآن کی پہلی سطر مین خداے تعالیٰ نے مسلمانون کی سب سے اول صفت ایمان بالغیب لانے کی بیان فرمائی ہے ،، الم ۔ ذلک الکتاب لاریب فیہ ۔ ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ۔ ،، یعنے اس مین کوئی شک نہین کہ یہ کتاب (قرآن) ہدایت کرنے والی ہے ان پرہیزگارون کو جو غیب کی باتون پر ایمان لاتے ہین ۔

جب عورت نے اس لکچر (تقریر) کو ختم کیا تو حارث (شوہر) نے کہا ۔ تجھے ان باتون سے کیا واسطہ ہے ۔ ہم لوگ دنیادار ہین ۔ دو ہزار درم ملینگے تو بہت سے کام نکلینگے ۔ نقد معاملہ چھوڑ کر ادھار پر نظر رکھنا کون عقلمندی کی بات ہے ۔

عورت نے جواب دیا ۔ کیا دنیادار لوگ دیندار نہین ہوتے ؟ یہ دنیا تو

بڑے بڑے پیغمبرون کے پاس بھی ہے ۔ مگر اون چیزون سے دنیا سے دل نہین لگانا چاہیے رکھا جہان تک کہ آخرت کا تعلق نہین ہے ۔ اگر آخرت بگڑ گئی دنیا کس کام کی ؟ عقلمندی تو یہ ہے کہ جتنا دنیا کا خیال کرین اوس سے زیادہ آخرت کا خیال کرین ۔ کیونکہ دنیا تو گزشتنی وگزاشتنی ہے ۔ ہمیشہ رہنے کی جائے کا نام آخرت ہے ۔ دنیا کتنی ! اور اوس مین آرام کیسا ! دنیاداری جتنی زیادہ ہوگی اوتنی ہی تکلیف زیادہ ہوگی ۔ ہر ایک چیز کی فراہمی کا اہتمام ۔ اور اوس کی نگہداشت کا انتظام کچھ کم تکلیف کی بات ہے ؟ عقلمندی کی بات تو یہ ہے کہ جس چیز کی ہمین خواہش ہو اوس کے بے تردد مل جانے کی تدبیر کیجائے ۔ اور پھر اوس کی حفاظت کی بھی ضرورت نہ پڑے ۔ یہ بات آخرت مین حاصل ہونے والی ہے بشرطیکہ وہان کی درستی کی فکر مدنظر رہے "۔

حارث نے لاجواب ہوکر غصہ کا منہ بنایا ۔ عورت خاموش ہوگئی ۔ حارث کیا تھا ملک الموت تھا ۔ ان لڑکون کی جان لینے کو آیا تھا ۔ افسوس ہے کہ تقدیر نے ان کو جیلخانہ سے نکل کر دم لینے کی فرصت نہ دی ۔

حارث کھاپی کر سو گیا ۔ پچھلی رات ابراہیم (چھوٹے لڑکے) نے اپنے باپ مسلم کو خواب مین دیکھا کہ اوس نے دوڑ کر اون کو پکڑ لیا ہے ۔ اور رو رو کر اون سے شکایت کرتا ہے ۔ اتنے دن کہان تھے ۔ مین نے تم کو بہت ڈھونڈھا ۔ اب نہین چھوڑون گا ۔ باپ اوس کو سمجھا رہے ہے کہ نہین نہین اب مین تم کو اکیلا نہین چھوڑتا ۔ چلو مین تم کو تمہارے گھر لیے چلتا ہون ۔ وہ مانتا نہین ۔ باپ کے گلے مین ہاتھ ڈالکر رو رہا ہے ۔

اوس حالت مین آنکھہ کہل گئی ۔ دیکھا تو اپنے بڑے بہائی (محمد) سے لپٹ رہا ہاتھہ سے ۔ خواب کا سمان آنکھون مین پہر رہا تھا جسے اختیار چیخ مارکر رو دیا ۔ پہر دونون ملکر رونے لگے ۔

ان بچون کو مطلق اس بات کا خیال نرہا کہ ہم کس کے گہر مین ہین ۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا ۔ ان کے رونے نے غضب کر دیا ۔ اوس ظالم (حارث) کی آنکھہ کہل گئی ۔ گہر مین اندہیرا تہا ۔ عورت سے پوچہا ۔ کون روتا ہے ؟ عورت کا ہیبت کے مارے دم فنا ہوگیا تہا ۔ وہ کیا جواب دیتی ؟ آخر خود ہی اوٹہہ کر آواز کی طرف گیا ۔ اور پکارا ۔ تم کون ہو ؟ لڑکے چونک پڑے ۔ اور سہم کر دم بخود ہوگئے ۔ گویا جان نکل گئی ۔ اوس نے ٹٹولا تو ایک کے سر پر ہاتھہ پڑا ۔ پکڑ لیا ۔ اور کہنے لگا " بولو ۔ تم کون ہو ؟ دونون نے ہاتھہ جوڑکر کہا ۔ اگر ہم سچ بولینگے تو کیا تم ہم کو امن دوگے ؟ اوس نے کہا ۔ بیشک مین تم کو امن دیتا ہون ۔ سچ کہو تم کون ہو ؟ انہون نے کہا ۔ کیا تم خدا اور اوس کے رسول محمد بن عبد اللہ کی گواہی سے ہم کو امن دوگے ؟ حارث ۔ ہان ہان ۔ خدا اور اوس کے رسول محمد بن عبد اللہ کی گواہی سے مین نے تم کو امن دیا ہے " ۔

اب اون بچون کو ذرا تسکین ہوئی ۔ کہا " ہم محمد رسول اللہ کے خاندان سے ہین مسلم کے فرزند ہین ۔ جان کے بچانے کو ابن زیاد کی قید سے بہاگ کر نکلے ہین ۔ اب تمہاری عنایت کے امیدوار ہین " ۔

حارث نے خوش ہوکر کہا ۔ واہ ری قسمت ! جنکو مین دن بہر ڈہونڈہتا پہرا وہ تو گہر ہی مین ملے ۔ کیا خوب ! تم موت سے ڈرکر بہاگے تہے ۔

پھر موت ہی کے منہ میں آ گئے۔ میں تمہاری تلاش میں بہت حیران ہوا۔ میرا گھوڑا بھی دوڑتے دوڑتے شل ہو گیا۔ مگر شکر ہے کہ تم ہاتھ لگ گئے۔ اتنا کہا اور گھوڑے کی باگ ڈور سے دونوں کی مشکیں کس ستون سے باندھ کر کھڑا کر دیا۔

لڑکے تو دنگ ہو کر منہ دیکھتے رہ گئے۔ مگر اس عورت نے اپنے شوہر کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ اور کہا۔ خدا کے لیے ان کی بیکسی اور یتیمی پر رحم کرو۔ ان بچوں پر خود مصیبت کیا کم ہے کہ وطن سے اور خانمان سے آوارہ ہو گئے۔ ایک باپ تھا وہ بھی قتل ہو گیا۔ اب ان کا کوئی والی وارث نہ رہا۔ گھر گھر کے ہو گئے یہ قابل رحم ہیں۔ ان پر ظلم نہ کرو۔ ان کی فریاد سے ڈرو۔ کہیں خدا کا قہر نہ آ جائے۔ دیکھو! خدا تعالی اپنے کلام پاک میں کیا فرماتا ہے کہ "فاما الیتیم فلا تقہر" (یتیم پر غصہ نہ کرو)"

حارث نے جھڑک کر کہا "بس۔ زیادہ بکنے کی ضرورت نہیں۔ صبح تک یہ مظلوم بے وارث لڑکے ویسے ہی بندھے کھڑے رہے۔ جب دن نکلا تو ان کے لیے قیامت کا دن نکلا۔ حارث دونوں کا ہاتھ پکڑ کر قتل کرنے کے لیے باہر لے چلا۔ عورت بھی روتی بلبلاتی ہوئی ساتھ ہو لی۔ ایک بیکس کمزور عورت سے اس سے زیادہ کیا ہو سکتا تھا؟ شوہر کو ہزاروں قسمیں دیتی۔ اور کہتی تھی کہ انکے بدلے میں مجھے مار ڈالو۔ تمہاری جوانی کا صدقہ ان کو چھوڑ دو۔ ارے لوگو! یہ معصوم لڑکے بے قصور ہیں۔ ارے یہ پیغمبر کے اہل بیت ہیں۔ ارے اللہ! کوئی ان کو بچانے والا نہیں۔ خداوندا! تو غیب سے ان کی مدد کر۔ تجھے سب طرح کی

قدرت ہے ۔ نوح کو طوفان سے ۔ ابراہیم کو آتش سوزان سے ۔ یونس کو مچھلی کے پیٹ سے ۔ یوسف کو زندان سے ۔ موسیٰ کو فرعون کے بیداد سے ۔ عیسیٰ کو قوم جہلا سے بچا لیا ۔ تو کیا ان مظلوموں کو ظالم کے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا ہے ۔ تو چاہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے ۔ نہیں تو کچھ بھی نہیں ہوتا ۔ آخر لاچار ہو کر بیچ مین آپڑی ۔ اور دونوں کو چھوڑ دینے لگی ۔ حارث نے ابتک کچھ نہ کہا ۔ خاموش چلا جا رہا تھا ۔ جب دیکھا کہ یہ بالکل تنگ کر رہی ہے تو ایک ذرا سا چرکا تلوار کا اوس کو دیدیا ۔ عورت ذات تھی ڈر کر چھوڑ دیا ۔ اور روتی ہوئی پیچھے ہو گئی ۔ حارث نے نہر فرات پر پہونچکر تلوار میان سے کھینچی ۔ ننگی تلوار کے دیکھتے ہی بچوں کا لہو سوکھ گیا ۔ تھر تھر کانپنے اور چھوٹے چھوٹے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے ۔ خدا کے لیے ہم کو نہ مارو ۔ چلو ہمیں بازار مین بیچ ڈالو تم نے خدا کی اور پیغمبر کی ضمانت سے ہمیں امن دیا ہے اوسکا خیال کرو ۔ حارث ۔ ایسا نہیں ہو سکتا ۔ مین تمکو قتل کرونگا ۔ اور تمہارے سر ابن زیاد کے پاس لیجاؤنگا اور انعام پاؤنگا ۔ انہوں نے پھر عرض کیا ۔ ہم پیغمبر کے قرابتدار ہین ۔ پیغمبر کی قرابت کا لحاظ کرو ۔ اونکے نام پر ہمیں آزاد کر دو ۔ ہم امید کرتے ہین کہ تم وہ بات کبھی پسند نکروگے کہ جس کے باعث اپنے پیغمبر کے کسی قرابتدار کو ایک ایسی حالت مین دیکھو جو بلحاظ اوسکی خاندانی عزت کے بالکل ناقابل برداشت ہو ۔ حارث ۔ تم ہرگز پیغمبر کے قرابتدار نہیں ۔ بچوں نے کہا ۔ خیر ہم پیغمبر کے قرابتدار نہ سہی ۔ ہماری کمسنی پر اور ہماری بیکسی پر تو رحم کرو ۔ کیا ہماری موجودہ حالت اس لائق نہیں ہے ؟ کہ ہمارے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جسکے ہم مستحق سمجھے جائین ۔ حارث ۔ تم ہزار عاجزی کرو مین ایک نہیں سنتا ۔

حارث ایسا سنگدل تھا کہ اوس پر ان بچوں کی عاجزی کا کچھ بھی اثر نہوا ۔ حالانکہ بچے

ایسا تھا کہ اگر کوئی کافر بھی ہوتا تو بھی نرم ہو جاتا ۔ مگر یہ مسلمان ۔ کیا کہوں ؟ کس قسم کا تھا ۔ اوسکی طبیعت کو ذرا جنبش نہ ہوئی ۔ ان لڑکوں نے دیکھا کہ کسی طرح اسکے دل میں رحم نہیں آتا تو بولے بیشک کرو ۔ اچھا ! تمہاری مرضی ۔ قتل کر ڈالو ۔ مگر اتنا تو سنو ۔ ہمکو دو رکعت نماز ادا کرنیکی اجازت دو ۔ ہم خدا کی درگاہ میں التجا کرینگے کہ وہ ہمکو صبر و شکر کی توفیق دے اوسنے کہا ۔ ایسا کرنے سے کیا ہوتا ہے ؟ اچھا تمہاری طبیعت چاہتی ہے تو کر لو ! میں مسلمان ہوں نماز کو منع نہیں کرتا ۔ دس پانچ منٹ کی دیر ہوگی اور کیا ہوگا ؟ واہ رے مسلمان ! آفرین ہے ۔ مسلمان ایسے ہی تو ہوتے ہیں ! دونوں لڑکوں نے خدا کو سجدہ کیا ۔ اور ہاتھوں کو آسمان کی طرف اوٹھا کر دعا کی ۔ خداوندا ! تو جانتا ہے ہم نے کچھ گناہ نہیں کیا ہے ۔ ناحق ہم قتل کیے جاتے ہیں ۔ تو اوسکا انصاف کرنے والا ہے ۔ حارث تلوار کھینچے کھڑا ہے ۔ اور پوچھتا ہے ۔ کہو ؟ پہلے کس کی باری ہے ۔ اب لڑکوں کو بھی خدا نے صبر دیدیا ۔ دونوں مرنیکو تیار ہو گئے ۔ ایک کہتا ہے ۔ پہلے مجھے مار ڈالو میں اپنے بھائی کی لاش کو دیکھنا نہیں چاہتا ۔ دوسرا کہتا ہے ۔ نہیں پہلے مجھے مار ڈالو ۔ یہ نہ دیکھ سکیگا کہ کوئی [illegible] دیکھے ۔

عورت سکتہ کے عالم میں خاموش کھڑی منہ دیکھ رہی ہے ۔ حارث ہنستا ہے ۔ اور کہتا ہے ۔ کیا نادان لڑکے ہیں ۔ مرنا بھی کوئی اچھی چیز ہے ؟ جو پہلے میں پہلے میں کہتے چلے جاتے ہیں ۔ ٹھیرو ۔ اسکا فیصلہ میں کرتا ہوں ۔ تم دونوں میں بڑا کون ہے ؟ وہ سامنے آئے ۔ پہلے اوسکا حصہ ہے ۔ محمد نے آگے بڑھ کر کہا ۔ میں بڑا ہوں میرا نام محمد ہے ۔ حارث ۔ ٹھیک ہے ۔ آؤ ۔ سر جھکاؤ ۔ محمد نے سر جھکا دیا ۔ ابراہیم دیکھ رہا ہے ۔ حارث نے بہت ہی خاطر جمعی سے جیسے بکری کو ذبح کرتے ہیں

محمد کا گلا کاٹ کر سر جدا کر دیا ۔ اوسکو نام کا بھی کچھ لحاظ نہوا کہ یہ نام کس کا ہے ۔ اور اس نام کی تعظیم مسلمانوں پر کہانتک فرض ہے ۔ ابراہیم بیتاب ہوکر آگے بڑھا اور اپنے بھائی کی پھڑکتی ہوئی لاش پر گر پڑا ۔ اور اوس کا خون لیکر اپنے منہ پر ملا اور کہا ۔ ‶میں ایسا ہی منہ لیکر پیغمبر کے سامنے جاؤنگا ۔ حارث ۔ اچھا آؤ کچھ پروا نہیں ۔ تم ایسا ہی منہ لیکر پیغمبر کے سامنے جاؤ ۔ یہ کہکر ابراہیم کا بھی سر کاٹ لیا ۔ اور دونوں کی لاشیں نہر فرات میں ڈالدیں ۔ ‶انا للہ وانا الیہ راجعون ٗ

حارث جب اس کام سے فارغ ہوا تو دونوں کے سر توبرے میں ڈال گھوڑے پر سوار ہو ابن زیاد کے پاس گیا اور دونوں سر بطور نذر کے سامنے رکھکر کھڑا ہوگیا ۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ سر کس کے ہیں؟ حارث ۔ یہ آپ کے دشمن مسلم کے فرزندوں کے ہیں جنکے لیے دو ہزار درم انعام کا اشتہار دیا گیا ہے بہت تلاش کرکے میں نے ان کو نکالا ہے ۔ ابن زیاد آگ ہوگیا ۔ اور کہا اے نمکحرام ۔ بدمعاش ۔ ابے تجھے ان کے قتل کرنیکو کس نے کہا تھا؟ انکو زندہ کیوں نہیں لایا؟ میں نے تو امیر شام کو انکے زندہ گرفتار ہونیکی اطلاع دی تھی ۔ اب اگر وہ انکو طلب کرے تو کیا جواب دوں؟ تو مجھے ذلت دینا چاہتا ہے ۔ لے! اب میں تجھے جہنم میں بھیجتا ہوں ۔ تیرا یہی انعام ہے ۔ یہ کہکر جلاد کو حکم دیا کہ اس ظالم کو بھی اوسی جگہ لیجا کر قتل کرو جہاں اس نے ان لڑکوں کو قتل کیا ہے ۔ اور اس کا سر نیزہ پر چڑھا کر تمام شہر میں پھراو ۔ اور منادی کردو کہ جو شخص خلاف حکم سرکار عمل کرتا ہے اوسکی یہ سزا ہے ۔

جلاد حارث کو پکڑ کر نہر فرات پر اوسی جگہ لے گیا جہاں یہ دونوں لڑکے قتل کیے گئے تھے ۔ او اوسکو قتل کرکے لاش کو فرات میں ڈالدیا اور سر نیزہ پر چڑھا کر تمام شہر میں تشہیر کیا ۔

افسوس ہے کہ حارث کیسا سنگدل تھا ۔ اوسکے دل میں ذرا بھی رحم ان لڑکوں کی طرف سے

نہ آیا۔ کم سنی۔ یتیمی۔ بیکسی۔ غریب الوطنی۔ بے جرمی۔ عزت خاندانی یہ باتین ایسی ہین کہ اگر ان مین سے ایک بات بہی کسی مین ہو تو رحم کرنے کے لیے کافی ہے۔ حالانکہ ان لڑکون کو یہ سب باتین نصیب تہین۔ طرفہ یہ ہے کہ انکے قتل کا حکم بہی تو اوسکو نہین ملا تہا۔ پہر یہ کیا تہا؟ اگر انکو ابن زیاد کے پاس زندہ لیجاتا تو اوسکا کیا نقصان ہوتا تہا؟ انعام کی جو طمع تہی اوس مین کیا کمی ہوتی تہی؟ بات یہ ہے کہ حارث مین نہ ایمان کی بو تہی۔ نہ انسانیت کی خو تہی۔ اور ایک اسی پر کیا موقوف ہے۔ اوسوقت تو سبکے سب جتنے گورنمنٹ شام کے نمک پروردہ تہے وہ خدا کو اور رسول کو بہولے ہوئے تہے جبہی تو اونکے ہاتہون سے ایسے کام ہوئے ہین کہ جو سنتا ہے کانپ جاتا ہے اور لاحول پڑہتا ہے۔ خدا اپنا فضل کرے۔

ساتواں باب

آنکھیں بچھی ہیں راستہ میں نشانیں کی
آئی ہے کربلا میں سواری حسین کی

اب وہ وقت آگیا کہ ہم اپنے معزز ناظرین کو حضرت امام حسین کی پیشوائی کے لیے میدان کربلا میں لیجا کر کھڑا کر دیں ۔ اگرچہ موسم گرمی کا ہے ۔ آفتاب کی تیزی حد سے گزر گئی ہے ۔ تھرمامیٹر (مقیاس الحرارت) اپنے پورے ایک سو درجہ پر ہے ۔ دھوپ کیا ہے گویا آگ برس رہی ہے ۔ زمین مثل تنور جل رہی ہے ۔ سایہ کا کہیں نام نہیں ۔ درختوں کا کہیں پتا نہیں ۔ ایک سنسان کف دست بیابان ہے ۔ مگر کیا کیا جائے ۔ موقع ہی ایسا آن پڑا ہے ۔ ناظرین کو ذرا صبر کرنا چاہیے ۔ اس سختی کی برداشت آیندہ آپ کو فائدہ دیگی ۔

دیکھو تو ! حضرت کی سواری آرہی ہے ۔ ایک نورانی جماعت بہشت میں رہنے کے لائق ساتھ ہے ۔ آپ کو خبر ہے ؟ کہ ایسے سخت مقام پر حضرت

وضیع کے گل اندام نوجوانون کو اور خضر کے جیسے مقدس با بزرگون کو ساتھ لیے چپکے کیون تشریف لاتے ہین . یہ آپ ہی کی محبت کی کشش ہے کہ اون کو یہان کھینچ لائی ہے . نہین تو اون کو یہان آنے سے کیا مطلب تھا . اب یہان سے بہو کے پیاسے صرف اپنی جان سے چلے جاینگے . اور یہ کل کائنات اپنے سراپا مجروح جسم کے ساتھ یہان چہوڑ دینگے . کیا آپ سے اتنا بہی نہو سکیگا کہ اون کے نام پر فاتحہ اور درود پڑھ لین ؟ پھر یہ قدم کہان میسر آنے والے ہین . یہ اون کا آخری سفر ہے . اب یہان سے اون کا مقام جنت مین ہوگا . ہم وہان کیسے جا سکتے ہین . شاید حشر کے روز پھر ایسا موقع ہاتھ آئے کہ آپ اور ہم سب کے سب حضرت کی خدمت مین دست بستہ کہڑے ہون .

لیجئے ! وہ گرد کاروان نمودار ہوئی . وہ پیش خیمے آگئے . جناب ! نہر فرات سامنے بہہ رہی ہے . چلئے ! ذرا ہاتھ مونہ تو دہو لین . گرمی سے تسکین ہو جائے گی . اور وضو بہی کر لیجئے . حضرت کے قدمبوس ہونا ہے . یہ قرآن ناطق ہین . ان کے قدمون کو بے وضو ہاتھ نہ لگانا چاہیے . اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ ,, لا یمسہ الا المطہرون ،، "نہین چہوتے اوس کو مگر پاک لوگ".

نہر سے ذرا فاصلہ پر جانب مغرب خیمے استادہ ہونے لگے ہین . دیکھو ! وہ حرم سرا قایم ہولی . عصمت کے سراپردے بہی اطراف لگا دیے گئے . اس مین اہل بیت رسول اللہ کی حرمین اوترینگی . اب تو فرشتہ بہی وہان نہین جا سکتا . کچھ کام کاج پڑیگا تو شاید حورین آتی جاتی رہینگی . اب یہان سے ہٹو .

مقام او جا ہے ۔ اور دیکھو تو ! حرم سرا کے بائیں پہلو پر اور بھی خیمے نصب ہو رہے ہیں ۔ یہ دربار کے خیمے ہیں ۔ ان میں پانچوں وقت اذان اور نماز ہوگی ۔ اور حضرت کے اصحاب رہینگے ۔

ایں ! یہ شمالی مشرقی کونے سے سوار کیسے آرہے ہیں ؟ ادہر تو کوفہ کا راستہ ہے ۔ سوار بہت ہیں ۔ ایک ہزار سے کم نہونگے ۔ ہاں ۔ خوب یاد آیا ۔ شاید کوفہ کے لوگ حضرت کے استقبال کو آتے ہونگے ۔ کوفہ یہاں سے نزدیک ہے ۔ کوئی تیس چالیس میل ہوگا ۔ سوار تو بہت نزدیک آگئے ۔ ہم کو ایک طرف ہو جانا چاہیے ۔ بس اب گڑبڑ ہو گئی یہاں سے نکلو اور آگے بڑہو ۔

مسلم کا خط اون کی شہادت کے سات روز پیشتر حضرت امام حسین کو پہونچ چکا تہا ۔ جس میں کوفیوں کی کمال عقیدت اور ارادت مندرج تھی ۔ اور ایک جماعت کثیر کے بیعت کرنیکا بھی ذکر تہا ۔ اس پر حضرت نے کوفہ جانیکا مصمم ارادہ کیا ۔ جبکہ سامان سفر درست ہونے لگا تو اوس وقت بھی عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور جابر اور ابوسعید خدری اور ابوواقد لیثی اور بہت سے اصحاب جلیل القدر آپ کی روانگی کے مانع ہوئے اور کہا کہ آپ کوفیوں کے قول وفعل پر اعتماد نہ کیجیے ۔ اور یہ خانہ خدا ہے ۔ یہاں سے تشریف نہ لیجائیے ۔ ہم کو آپ کی جان کا بڑا خوف ہے ۔ خدا جانے کیا معاملہ پیش آئے اور کیسی افتاد پڑے ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ؟ کہ ان کوفیوں نے آپ کے والد کے ساتھہ اور آپ کے بھائی کے ساتھہ کیا سلوک کیا ہے ۔ اور

کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ آپ کے بھائی امام حسن نے اپنے انتقال کے وقت آپکو وصیت کی تھی کہ "کوفہ کے کمینہ لوگون کا اعتماد نکرو۔ اور اون کے قول و قرار پر نہ بھولو۔ وہ لوگ تم کو فریب دیکر گھر سے نکالینگے۔ اور دشمنون کے حوالے کر دینگے"۔

جب ان لوگون کا اصرار حد سے تجاوز کر گیا اور آثار رنج و ملال کے ظاہر ہونے لگے تو حضرت نے اون سے فرمایا کہ "ای حضرات! مین نے اپنے باپ سے اور اونھون نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ ایک بکری حرم کعبہ مین ذبح کیجائیگی اور اس کا ذبح ہونا موجب ہتک کعبہ کا ہوگا۔ * اس واسطے مین پسند نہین کرتا کہ وہ بکری مین ہون"۔ سبحان اللہ! خانہ کعبہ کا حفظ مراتب حضرت نے یہان تک پیش نظر رکھا کہ اپنا قتل ہونا ایک ایسے بیابان مین جہان کوئی پرسان حال نہو منظور فرمایا۔ لیکن خانہ کعبہ کی بے حرمتی پسند نکی۔

سچ ہے۔ جو لوگ خدا پرست ہوتے ہین اونہین کو خدا کی عظمت کی قدر ہوتی ہے۔ دنیا پرستون کو نہ خدا یاد ہے نہ اوس کی عظمت کا خیال ہے۔

چونکہ اون دنون مکہ مین حکومت کے عزل و نصب سے عام بدنظمی پھیلی ہوئی تھی

* اس حدیث کے مصداق عبد اللہ بن زبیر ہوئے۔ بعد شہادت امام حسین کے گورنمنٹ شام کی جانب سے حجاج بن یوسف نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی۔ اور منجنیق لگاکر خانہ کعبہ کو گرادیا۔ اور عبد اللہ بن زبیر کو حرم کعبہ کے اندر شہید کیا۔ یہ بزرگوار جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی کے فرزند تھے۔ منہ۔

اور خاص کر حضرت کے سینے تو بہت کچھ بے اطمینانی کی صورت نظر آرہی تھی ۔ یہانتک کہ ایک دن کا قیام بھی دشوار ہو گیا تھا ۔ اور اب بلحاظ کوفیون کے حسن ارادت کے اظہار کے کوفہ ایک مقام امن معلوم ہوتا تھا لہذا ایام حج تک بھی ٹھہرنا مناسب نہ جانکر ذیحجہ کی آٹھوین تاریخ ارکان حج ادا کرکے کوفہ کی طرف کوچ فرمایا ۔

حضرات ناظرین ! یہی وقت ہے حضرت کے لیے " انا للہ و انا الیہ راجعون" کہنے کا ۔ کیا آپ لوگ امید کر سکتے ہین ؟ کہ حضرت اس سفر کے بعد مع الخیر والعافیۃ اپنے وطن کو واپس آئینگے ۔ اور پھر آپ کو اون کے قدم دیکھنے نصیب ہونگے ؟

ای عراق ! اگر تجھ مین کچھ بھی غیرت اسلام ہے تو عرق ندامت مین غرق ہو ۔ افسوس ہے کہ تو نے ہمارے ہاتھ سے ایسے انمول جواہر کو چھین لیا ۔ اور اوس کی کچھ قدر نہ کی ۔ استغفر اللہ ! قدر کیسی ۔ اوس نے توڑ پھوڑ کر مٹی مین ملا دیا ۔

جب حضرت چلے ہین تو بہت سے لوگ ساتھہ ہو گئے ۔ وہ سمجھے تھے کہ حضرت کے ساتھہ کوفہ مین چین کرینگے ۔ لیکن یہ خبر ہی نہین تھی کہ کوفہ کو پہونچنا آسان نہین ہے ۔

اس مابین مین حضرت کی روانگی کی خبر سن کر مدینہ سے چند لوگ خاندان عبد المطلب سے کہ حضرت کی ہمراہی کی غرض سے آئے تو اون کے ساتھہ محمد بن حنیفہ بھی جو حضرت کے علاتی بھائی تھے تشریف لائے ۔ اور بہت سی دل سوزی کی باتین کرکے بھی سے معذرت چاہی ۔ حضرت نے اون سے فرمایا کہ اگر تم نہین آتے ہو تو بہتر

فرزندون کو میرے ساتھہ کردو ۔ اونہون نے عرض کیا کہ آپ کا یہ سفر بہت خوفناک ہے ۔ مین خیال کرتا ہون کہ اس سفر مین آپ کی جان کی خیر نہین ہے ۔ ایسی صورت مین مین مناسب نہین سمجھتا کہ آپ کے ساتھہ ان کی بہی جان مفت مین جائے ۔

حضرت کو اس بات سے رنج ہوا اور فرمایا کہ اگر میرے ساتھہ آنے مین تمہارے فرزندون کا نقصان ہے تو کچہ مضائقہ نہین جانے دو ۔

محمد بن حنیفہ نے کہا میرے فرزند کچہ آپ سے زیادہ مجھے عزیز نہین ہین ۔ مگر مجھے خود آپ کا جانا بہی تو پسند نہین ہے ۔ اس کا کیا علاج ہے ۔

آخر الامر حضرت سب سے مل ملا کر اپنے ہمراہیون سمیت روانہ ہوئے ۔ تہوڑی دور گئے تہے کہ عمر بن عاص نائب مدینہ کی طرف سے اور کا بہائی یحیے سپاہیون کو لیکر حضرت کے روکنے کے لیے آیا ۔ حضرت نے فرمایا ۔ تم کو ہم سے مزاحم ہونے کا کوئی سبب نہین ۔ واپس چلے جاو ۔ اوس نے نہ مانا ۔ حضرت کے ہمراہی والون نے بہی بہت کچہ اوس کو سمجہایا ۔ آخر ہتیار چلنے کی نوبت پہونچی ۔ یہ حال دریافت کرکے عمر بن عاص نے اپنے جوانون کو واپس بلالیا ۔ اور عبیداللہ بن زیاد حاکم کوفہ کو لکھہ بہیجا کہ حسین تمہاری طرف آنے کا قصد کرکے نکلے ہین ۔ میرے روکنے سے رکے نہین ۔ تم ہوشیار رہو ۔ اون کی طبیعت مین غرور بہت ہے ۔ کسی کو کچہ سمجھتے نہین ۔ اون کا برتاوا ایسا ہے جیسا کسی آقا کا اپنے غلامون کے ساتھہ ہوتا ہے ۔

جب حضرت مقام (تنعیم) پر پہونچے تو وہان ایک قافلہ ملا جو مین سے امیر شام کے یہان

کچھ سامان پہونچا کر واپس جاتا تھا ۔ حضرت نے اوس قافلے کے اونٹ کرایہ پر لیے۔
آگے بڑھ کر مقام (صفاح) پر فرزدق شاعر ملا ۔ وہ عراق سے آتا تھا اوس نے
سامنے آکر سلام کیا اور دعا دینے لگا ۔ آپ نے پوچھا ۔ کیون فرزدق
عراق کے لوگون کی کیا کیفیت ہے ۔ اوس نے عرض کیا ۔ یا ابن رسول
اللہ ! خیریت ہے ۔ وہان کے لوگون کے دل آپ کی طرف ہین مگر اون کی
تلوار بنی امیہ کے ہاتھ مین ہے ۔ معلوم نہین قضائے آسمانی کیا ہے ؟
آپ نے فرمایا ۔ سچ ہے ۔ خدا کا حکم نافذ ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ۔
جو چاہیگا وہ کرے گا ۔ اگر اوس کی مشیت ہماری خواہش کے موافق ہے تو
مقام شکر ہے ۔ اور اگر ہماری خواہش کے خلاف ہے تو محل شکایت نہین ہمکو
ہر حال مین شکر گزار رہنا چاہیے ۔
فرزدق رخصت ہوا اور حضرت آگے بڑھ کر مقام (ذات العرق) پر پہونچے
تو حضرت کے دونون بھانجے عون اور محمد آئے ۔ اون کے ساتھ اون کے والد
عبداللہ ابن جعفر طیار کا خط تھا ۔ جس مین لکھا تھا کہ وہ آپ کی روانگی مین
بہت جلدی ہوئی ۔ اگر چندے توقف ہوتا تو اچھا تھا ۔ اب بھی اگر ممکن
ہو تو مراجعت فرمائے ۔ قسم ہے اوس وحدہ لاشریک کی ! اگر خدا
نخواستہ کچھ ہوگیا تو بس کیا کہون ۔ اسلام کی رونق جاتی رہیگی ۔ آپ
تمام مسلمانون کے ملجا و ماوا ہین ۔ آپ ہمارے پیغمبر کے جانشین ہین ۔
مین امید کرتا ہون کہ آپ میرے معروضہ کو قبول فرمائینگے ۔ اور واپس
تشریف لائینگے ۔ مین بھی بہت جلد آپ کی خدمت مین حاضر ہوتا ہون "

حضرت نے اوس کے جواب میں لکھا۔ "تم کو معلوم نہیں میں نے خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ اونہوں نے جو ارشاد فرمایا ہے اوس کی بجا آوری کے لیے مجھے کوفہ جانا ضرور ہے۔ اب میں واپس نہیں آسکتا۔ اور اوس کی کیفیت بھی بیان نہیں کرسکتا"۔

وہاں سے کوچ کرکے مقام (بطن الرمہ) پر پہونچے تو آپ نے ایک خط اہل کوفہ کے نام لکھ کر قیس ابن مسہر کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ اوس میں یہ لکھا تھا کہ "برادر عزیز القدر مسلم کے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے آنیکی بڑی آرزو ہے۔ اور تم کو میرے ساتھ دلی محبت ہے۔ خدا تم کو اس کا اجر دے۔ اور جو کچھ میرے لیے تمہاری کوشش ہے اوس کو ضائع نکرے۔ میں ذیحجہ کی آٹھویں تاریخ منگل کے روز نکلا ہوں۔ انشاء اللہ تعالی اس خط کے پیچھے ہی وہاں پہونچتا ہوں۔ میرے قاصد کو بہت آرام سے رکھو۔ والسلام"۔

اس اثنا میں امیر شام کی جانب سے حاکم کوفہ کے نام ایک تاکید پہونچی کہ "خبردار سنا گیا ہے کہ حسین کوفہ کا ارادہ کرکے مکہ سے نکلے ہیں۔ چونکہ تمہارے لیے یہ ایک مصیبت کا سامنا ہے جس کا دفع کرنا خود تمہاری ہمت پر منحصر ہے۔ لہذا فوراً اون کو گرفتار کرکے ہماری بیعت لے لو۔ اگر وہ انکار کریں تو تم کو اختیار ہے جیسا مناسب معلوم ہو بندوبست کرکے ہم کو اطلاع دو"۔

حاکم کوفہ ابن زیاد نے ہوشیاری کو کام فرماکر حضرت کا رستہ روکنے کے لیے چار ہزار سوار زیر کمان حصین بن نمیر کے قادسیہ میں اوتار دئیے۔ جس سے کوفہ کو آنے جانے کے تمام رستے بند ہوگئے۔ حضرت کو اس کارروائی کی

اب تک خبر نہیں • وہاں سے کوچ کرکے مقام (حاجز) پر پہونچے تو نہر فرات کے کنارے عبداللہ بن مطیع ملے • اونہوں نے حضرت کو دیکھتے ہی دوڑتے ہوئے آکر سلام کیا اور پوچھا • یا ابن رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر سے قربان • کہاں کا قصد ہے ؟ آپ نے فرمایا کوفیوں کی طلب اور تقاضا مجھے لے چلا ہے • عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا • میں نے پیشتر ہی آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ وہاں نہ جائیے • اسلام کی عزت آپ ہی سے ہے • بنی امیہ آپ کے دشمن ہیں • اون کی تلوار کے منہ پر آپ چلے ہیں • خدا کے لیے ادہر کا ارادہ نہ فرمائیے • آپ نے مسکراکر فرمایا • اب تو میں جاتا ہون خدا کی مرضی پر رکھو • وہ جو چاہیگا وہ ہوگا •

وہاں سے آگے بڑھکر مقام (زرود) پر پہونچے تو وہاں کچھ خیمے استادہ نظر آئے • دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ زہیر بن القین اوترے ہیں • حج سے فارغ ہوکر کوفہ کو چلے ہیں • حضرت نے اون کو بلایا • جب اون کی نظر حضرت پر پڑی تو نور ایمان چمک اوٹھا • اوسی وقت اپنا خیمہ اوکھاڑ کر حضرت کے خیمے کے پاس کھڑا کرادیا • اور اپنی بی بی سے کہا کہ اب تم اپنے میکے میں چلی جاو • میں حضرت کے ساتھ رہتا ہون • اور اپنے ساتھ والوں سے کہا کہ جس کو شہادت کی آرزو ہو وہ میرے ساتھ رہے اور جس کو اپنے وطن جانا ہو چلا جائے • سب لوگ کوفہ کو چلے گئے • زہیر بن القین حضرت کے ساتھ ہوگئے • واہ ری تقدیر ! خوش قسمتی اس کو کہتے ہیں • موسی علیہ السلام کو پیغمبری ایسی ہی ملی تھی • خدا کی شان ہے !

اسی مقام پر عبداللہ بن سلیم اسدی اور منذر بن مشمعل اسدی جو حج کے لیے گئے تھے اور حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سے ملنے کے لیے جلدی سے آرہے تھے حضرت کی ملاقات سے مشرف ہوئے ۔ اونہوں نے بیان کیا کہ ابھی راستہ مین ایک شخص قبیلہ بنی اسد کا ملا تھا اوس نے کہا کہ مین کوفہ مین تھا بچشم خود دیکھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ دونون کو قتل کر کے اور اون کے پانون پکڑکر بازار مین کھینچ رہے تھے ۔

حضرت یہ واقعہ سنکر " انا للہ وانا الیہ راجعون " مکرر زبان پر لائے ۔ اونہوں نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ ! خدا کے لیے نہ صرف اپنی ذات پر بلکہ اپنے اہل بیت پر رحم فرمائیے ۔ ایسے موقع پر کوفہ کا قصد موقوف کر کے اپنے وطن کو تشریف لے چلئے ۔ حضرت نے فرمایا ۔ اگر مسلم مارے گئے تو ہمارے جینے مین کیا لطف ہے ۔

مسلم کے بھائی عبداللہ ۔ عبدالرحمن اور جعفر کو اپنے بھائی کے قتل ہونے کا بڑا رنج ہوا ۔ اونہوں نے جوش محبت مین فوراً قسم کھالی کہ ہم تو ضرور کوفہ کو جائینگے ۔ اور اپنے بھائی کا بدلا لینگے ۔ اگر ہم ایسا نکرینگے تو ہاشمی خاندان کے نہون گے ۔

وہان سے آگے بڑھے ۔ مقام (عقیق) پر ایک شخص قبیلہ بنی عکرمہ کا ملا ۔ اوس نے خبر دی کہ ابن زیاد نے آپ کے روکنے کے لیے بڑا بھاری لشکر بھیجا ہے اور قادسیہ سے عذیب تک تمام رستون پر پہرہ بندی کیگئی ہے ۔

وہان سے آگے بڑھے ۔ مقام (زبالہ) پر عمر بن سعد کا قاصد خط لیکر

حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا ۔ اوس مین لکھا تھا کہ کوفیون نے اپنی عادت کے موافق بیوفائی کا برتاو کیا ۔ مسلم کو تنہا چھوڑ دیا ۔ اون پر جو کچھ گزرنی تھی گزری ۔ اور اون کے ساتھ ہانی بن عروہ بھی تہ تیغ ہوا ۔

اوسی قاصد کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ قیس بن مسہر (حضرت کا قاصد) قادسیہ کی فوج کے ہاتھ مین پڑ کر کوفہ کو بھیجا گیا ۔ اور وہان ابن زیاد کے حکم سے قتل کیا گیا ۔

اب حضرت کو کوفیون کی بیوفائی کا پورا یقین ہوا ۔ اور مسلم کے شہید ہونے پر نہایت افسوس کیا ۔

اس مقام پر حضرت نے اپنے تمام ہمراہیون کو جمع کر کے منبر پر تشریف لیجاکر بعد حمد و صلوٰۃ کے فرمایا کہ " ای یاران وطن ! ای محبان نجتن ! تم لوگون نے اب تک میری رفاقت دی ۔ اور میرے ساتھ اس سفر مین بہت کچھ تکلیف گوارا کی ۔ میری خواہش تھی کہ تم لوگ میرے ساتھ رہ کر آرام پاتے ۔ لیکن مشیت الٰہی کچھ اور ہے جس مین کسی کو دخل نہین ۔ اب اس سفر کے نتائج اچھے نظر نہین آتے ۔ تم نے سنا کہ میرا بھائی مسلم کوفہ مین قتل کیا گیا ۔ کسی نے اونکی مدد نہ کی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آج کل ہم سے منحرف ہو گیا ہے ۔ ایسی صورت مین مین ہرگز نہین چاہتا کہ میرے ساتھ تم لوگ بھی مصیبت مین گرفتار ہون ۔ بہتر ہوگا کہ تم اپنے وطن کو واپس چلے جاو ۔ مین نے تم کو اپنے حلقہ اطاعت سے آزاد کر دیا ہے ۔ اور دل سے تم کو اجازت دی ہے ۔ تم کو کبھی اس بات کا خیال نکرنا چاہیے کہ میری رفاقت کے ترک کرنے سے کسی قسم کا

سوا خدا آخرت میں ہوگا ۔ جیسا میں نے تم کو اپنی خوشی سے رخصت کرتا ہوں تو
یقین مانو کہ تم جہاں ہوگے میرے دل کا پاس رہے گا ۔ تم کو آئندہ بھی وہی
رکھنی چاہیئے جیسے میرے ساتھ رہتے ہوئے رہتے ہو ۔ اب میں رخصت چاہتا ہوں ۔
تمہارا حصہ اب اللہ سے ہے ۔

اس تقریر سے حاضرین کے دل پر بڑا صدمہ پہونچا ۔ بہتیرے لوگوں کے دل متردد ہو گئے ۔ جو لوگ دنیاوی فائدہ کی غرض سے آئے تھے وہ تو خاموش رہے ۔ مگر جو لوگ محض خالصۃً للہ حضرت کی محبت کے سبب سے آئے تھے اون کی محبت نے اوس وقت اسقدر جوش مارا کہ بے اختیار چلا اوٹھے ۔ اور حضرت کے قدموں پر گر کر رونے لگے ۔ یہی کہتے جاتے تھے کہ ہم آپ کو چھوڑ کر کہاں جائیں ۔ ہم کو دونوں جہان میں آپ کے قدموں کے سوائے کہیں ٹھکانا نظر نہیں آتا ۔ جو کچھ مصیبت آنے والی ہے وہ پہلے ہم پر آئے ۔ ہم کو بہت خوشی ہے کہ ہم آپ کے قدموں پر تصدق ہو جائیں ۔ ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم آپ کی ہر حالت میں شریک رہیں ۔ یہاں تک کہ آپ کی رکاب تھامے ہوئے قیامت کے میدان میں آپ کے نانا کے سامنے دوڑتے ہوئے جائیں اور آپ کی جلو میں رہنے کی عزت پائیں ۔ اب ہم کو اس سے زیادہ عرض کرنیکی جرات نہیں ہے ۔ للہ ہم کو اپنے پاس سے دور نہ فرمائیے ۔ ہم غریب لوگ ہیں ۔ ہمارے پاس بجز ایک ناچیز جان کے اور کچھ نہیں ہے ۔ ہم اسی کو بطور ایک حقیر تحفہ کے آپ کی نذر کرتے ہیں ۔ ہم کو امید ہے کہ آپ قبول فرمائینگے ۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ ناچیز تحفہ آپ کے کسی کام کا نہیں ہے ۔

مگر کیا کریں ۔ مجبور ہیں ۔ اگر اس سے بہتر کوئی اور چیز ہمارے پاس ہوتی
تو ہم اوس کو بہی خوشی سے آپ کی نذر کر دیتے ۔ ۔ ۔

یہ باتیں کچھ ایسے جلے ہوئے دل سے جگر کو چیر کر نکلی تہیں کہ جنکے ساتھ ہوا نہ
گرما گرم آنسوؤں کا تار بندہ گیا ۔ حضرت کو بہی اونکی محبت کا یقین ہوگیا ۔
اور ساتھ ہی اوسکے ایسے راسخ الاعتقاد جان نثاروں کا اپنے ساتھ گرفتار بلا
ہونا آنکھوں میں پہر گیا ۔

عادت کی بات ہے کہ جب کسی دوست کی تکلیف یاد آجاتی ہے تو دل تاب نہیں
نہیں روسکتا ۔ بے اختیار آپ کے بہی آنسو ٹپک پڑے ۔

کتنی بڑی خوش قسمتی اون لوگوں کی ہے جنکی محبت حضرت امام حسین کے دل
میں جگہ پائے ۔ اور اوس کے صلہ میں اون کو خدا کی خوشنودی کا تمغہ ملے ۔

صبح کو واپس جانے والے تو رخصت ہوکر چلے گئے ۔ اور ساتھ چلنے والے
آگے بڑہکر حضرت کی رکاب تہامے ہوئے ساتھ ہو لیے ۔ اور چلتے چلتے مقام
(بطن عقبہ) پر پہونچکر اوتر پڑے ۔

صبح کو وہاں سے پہر آگے بڑہے ۔ تہوڑی دور گئے تہے کہ سامنے کچھ سوار آتے
ہوئے نظر پڑے ۔ حضرت کے ساتھ والوں کو خیال ہوا کہ شاید یہ لوگ کوفے سے
ہماری پیشوائی کے لیے آتے ہونگے ۔ کیونکہ کوفہ یہاں سے نزدیک ہے ۔ اور قادسیہ
تو صرف تین میل رہگیا ہے ۔ وہ سوار آتے آتے سامنے پرا باندہکر کہڑے ہوگئے ۔
اندازاً معلوم ہوتا تہا کہ ایکہزار سے کم نہونگے ۔

جب حضرت کی سواری نزدیک آئی تو آپ نے سواری کو روک کر فرمایا ۔

دریافت کرو یہ کون لوگ ہین کہان جاتے ہین ؟
حضرت کے حکم پر ایک شخص نے آگے بڑہکر پوچھا کہ یہ فوج کہان جاتی ہے اور اسکا افسر کون ہے ۔ اون سوارون مین سے ایک شخص سامنے آیا اور کہا مین ہون اس فوج کا افسر ۔ اور میرا نام "حُر" ہے ۔ یہ فوج حسین ابن علی کے روکنے کے لیے کوفہ سے آئی ہے ۔
اتنا کہہ کر وہ حضرت کے نزدیک آیا اور آداب بجالایا ۔ حضرت نے پوچھا ای حُر تو یہان کیون آیا ہے اور یہ سوار کہان جاتے ہین ۔ حُر نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ ! حاکم کوفہ عبیداللہ ابن زیاد نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنکر ایک ہزار سوار میرے ساتھ دیکر بہیجا ہے ۔ اور حکم دیا ہے کہ آپ کو ان سوارون کی حراست مین کوفہ پہونچادون ۔ اب مین آپ کے ساتھ کوفہ تک جاؤنگا اور آپ کو ابن زیاد کے پاس چلنا ہوگا
حضرت یہ بات سنکر خاموش رہے ۔ اوس وقت دن ڈہل گیا تہا ۔ آفتاب کو دیکھہ کر آپ نے فرمایا ۔ اچھا ۔ اب نماز کا وقت آگیا ہے اوتر پڑو ۔ ہم بہی اوترتے ہین ۔ پہر دیکھہ لیا جائیگا ۔
حضرت کے حکم پر سب لوگ اوتر پڑے اور نماز ظہر کی تیاری کرنے لگے ۔ حُر بہی اپنے لوگون سمیت آکر حضرت کی جماعت مین شریک ہوگیا ۔ نماز سے فارغ ہوکر حضرت نے حُر سے فرمایا کہ " میرا اس طرف آنا صرف تمہین لوگون کے اصرار سے ہوا ہے ۔ اہل کوفہ کے مراسلات نے مجھے اپنا وطن چہوڑنے پر مجبور کیا ہے ۔ اب اگر تم لوگ میرا آنا پسند نہین کرتے ہو تو مجھے کوفہ سے کیا کام ہے

پہونچتا ہے واپس ہو جاؤن گا ۔ مین نے اسقدر تکلیف جو اس بے موسم کے سفر مین اوٹھائی ہے وہ محض تمہین لوگون کی خاطر سے اوٹھائی ہے ۔ مین کسی پر بارِ خاطر ہونا نہین چاہتا ۔ میرے روکنے کو اتنی فوج کی کیا ضرورت ہے ۔ صرف ایک حرف واپسی میرے لیے کافی ہے ۔"

"حُر"۔ "مجھے خبر نہین کہ آپ کو کوفہ والون نے بلایا تھا یا آپ اپنی خوشی سے اون کے پاس جاتے ہین ۔ جو خطوط اہل کوفہ نے آپ کو لکھے ہین وہ شاید میرے غائبانہ لکھے ہونگے ۔ مین چند روز سے کوفہ مین نہ تھا ۔ مین نہین جانتا کہ اون لوگون نے آپ سے کیا اقرار کیا ہے اور کس واسطے کیا ہے ۔ بالفعل مین تو ابن زیاد کے حکم سے آپ کو لیجانے کو آیا ہون ۔ اگر آپ میرے ساتھ کوفہ کو چلین تو بہتر ہے ورنہ مین خود آپ کے ساتھ ہوجاتا ہون اور ابن زیاد کو اطلاع کر دیتا ہون ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اب مین آپ کو نہین چھوڑ سکتا ۔"

حضرت نے فرمایا ۔ "مجھے تمہارے ساتھ کوفہ جانے کی کوئی ضرورت نہین ہے ۔ اب نہ مین کوفہ کو جاؤن گا نہ اپنے وطن کو جاؤن گا ۔ جہان خدا لیجائے گا وہان جاؤن گا ۔"

اس گفتگو مین عصر کا وقت آگیا ۔ آپ نے نماز عصر پڑھکر کوچ کا حکم دیا ۔ حُر بھی اپنی فوج لیکر ساتھ ہوگیا ۔ جبکہ مقام (عذیب) پر پہونچے تو وہان چار سوار ملے ۔ ان کے ساتھ نافع ابن بلال بھی تھے ۔ حضرت نے پوچھا کیون نافع کوفہ والون کا کیا حال ہے ۔ اونھون نے عرض کیا ۔ یا ابن رسول اللہ !

نا سور لوگ تو آپ کے مخالف ہین کیونکہ اون کو خاطر خواہ رشوت دی گئی ہے کہ وہ امیر شام کے طرفدار بنے رہین ۔ باقی لوگون کا کچھ ٹھیک نہین ۔ اور کیا عجب ہے کہ وقت پر وہ بھی اودھر ہی ہو جائین ۔

آپ نے پوچھا ۔ ہمارے قاصد قیس بن مسہر کی بھی کچھ خبر ہے ؟ نافع ۔ حصین ابن نمیر نے اون کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیجدیا ۔ اوس نے مکان کی چھت پر سے گرا کر مار ڈالا اور اون کا سر اوتار لیا ۔ یہ خبر سنکر حضرت آبدیدہ ہوئے اور یہ آیت پڑھی کہ ،، منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر ،، کسی نے اپنا عہد وفا کر دیا اور کوئی وفا کرنے کا منتظر ہے ۔ پچھلی شب حضرت نے خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور کہتا ہے کہ تم بہت جلد چلے جا رہے ہو اور موت تمہارے پیچھے ہے ۔ جب آنکھ کھلی تو آپ نے کہا ،، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ والحمد للہ رب العالمین ،،

صبح کو وہان سے آگے بڑھے اور مقام (نینوی) پر اوترے ۔ اس مقام پر ایک سانڈنی سوار کوفے سے حُر کے پاس آیا اور ابن زیاد کا خط دیا ۔ اوس مین لکھا تھا کہ حسین کو ایسے مقام پر اوتارو کہ جہان آبادی نہو ۔ عنقریب اور فوج بھی آتی ہے ۔

حُر نے اس خط کو حضرت کے ملاحظہ مین گزرانا اور کہا ۔ اب یہان سے آگے بڑھنا نہ چاہیے ۔ حضرت کے اصحاب کو اس بات کی تاب نہ آئی ۔ عرض کیا کہ اب ان لوگون کی شرارت حد سے بڑھ گئی ہے ۔ حکم دیجئے کہ ہم ان کو مار کر اپنا راستہ صاف کرلین ۔ آپ نے فرمایا ۔ مین اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا ہونی نہین چاہتا ہون ۔

صبح کو کوچ کی تیاری تو آپ نے حُر سے فرمایا " تھوڑی دور ہمارے ساتھ اور چلو ۔ آگے بڑھ کر اوتر جائینگے " ۔

اندازاً ایک میل آگے بڑھے ہونگے کہ یکایک حضرت کی سواری کا ناقہ کھڑا ہو گیا ۔ آگے بڑھانا چاہتے ہیں مگر نہیں بڑھتا ۔ حضرت نے پوچھا ۔ اس جنگل کا کیا نام ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا ۔ یا ابن رسول اللہ ! اس جنگل کو "ماریہ" اور نیز "کربلا" کہتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ بس یہاں مقام کیا جائے ۔ ہمراہیوں نے دیکھا کہ ایک لق و دق میدان ہے نہ کہیں درخت کا نام ہے نہ سایہ کا نشان ہے ۔ صرف ایک نہر بہتی ہے ۔ کوئی آبادی بھی قرب و جوار میں نظر نہیں آتی جس سے کسی قسم کی سربراہی کی امید ہو سکے ۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر کہیں آبادی کے قریب اترنے کا حکم ہوتا تو بہتر تھا ۔ یہاں اُترنے میں بہت تکلیف ہو گی ۔ آپ نے فرمایا " تم کو خبر نہیں ۔ یہ مقام وہ ہے کہ جہاں ہم کو بے انتہا سختی برداشت کرنی ہو گی ۔ یہاں ہمارا خون بہیگا ۔ یہاں ہمارا سامان لوٹا جائے گا ۔ یہاں ہمارے خیمے جلائے جائینگے ۔ یہاں ہمارے بال بچے قید ہونگے ۔ اسی مقام کی خبر پیغمبر خدا نے دی ہے کہ میرا حسین یہاں قتل ہو گا ۔ خدا ہم کو صبر عطا کرے ! جسقدر مصیبتیں پڑیں صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرنی چاہئیں " ۔

اتنا فرما کر ناقہ سے اوتر پڑے اور نہر سے ذرا فاصلہ پر خیمے استادہ کرنے کا حکم دیا ۔ جبکہ خدام خیمے نصب کرنے لگے تو جہاں میخ گاڑی جاتی تھی زمین سے خون کا فوارہ نکلتا تھا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مصیبت کو جو آنے والی تھی اپنی خوشی سے قبول نہ کیا ہوتا ۔ اور اس ظلم کی داد منتقم

[illegible] جب [illegible] علیہ السلام
[illegible] اور [illegible] کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
ہو . اور جس کی شان میں [illegible] لولاک لما [illegible]
فرمایا ہو . اوس کا نواسا کیا ستم اوس کا فرزند اور اوس کا جانشین [illegible]
کہ اوس کی جان اور اوس کی تاب و توان اوسی کے کلمہ گو ظالم قوم کے ہاتھوں نہایت
بیدردی اور بے رحمی کے ساتھ مع اپنے تمام کنبے کے قتل ہو . اوس کی بیس ماندہ
عورتیں اور بچے تباہ اور گرفتار بلا اور اوس کا مال و متاع تاراج ہو . اور اوس پر عظمت
کبریائی اپنی ناراضامندی کا اظہار نہ کرے . اور صفت جبروتی اپنے جلال کا جلوہ
نہ دکھائے . کیا ہمارے دانشمند ناظرین نے کتب تواریخ میں اور نیز قرآن مجید میں
پچھلی قوموں کے حالات ملاحظہ نہیں فرمائے ہیں ؟ کہ ایسے ہی موقعوں پر مختلف
قسم کے قہر کئی بار خدا نے نازل کیے ہیں . زمین سے خون کے فوارے نکلنا خدا
کی پناہ ! کچھ کم قہر کی علامت ہے ؟

غرض سب لوگ اوترے اور حُر نے بھی اپنی فوج کے ساتھ حضرت کے مقابل لب نہر
ڈیرہ ڈالا . اور ابن زیاد کو اپنی اس کارروائی کی اطلاع دی . اوس روز دوسری
تاریخ محرم کی تھی . اور سنہ ۶۱ ہجری شروع ہوا تھا . بعد اوتارنے سامان اور سواریوں
کے سب لوگ اپنے اپنے کام کاج میں لگ گئے . اور حضرت نے بھی اپنی خوابگاہ میں
آرام فرمایا . دل میں انواع و اقسام کے خیالات تھے . کبھی تو قوم کی ناہنجاریاں

پیش نظر ہوتی تھیں ۔ کیوں ان کی آنکھوں پر غفلت کے پردے کیوں پڑ گئے ہیں ؟ ان کو مرنے کے بعد اون کا کیا حال ہوگا ؟ قبر میں منکر و نکیر کو کیا جواب دینگے ؟ جب عذاب سامنے دیکھیں گے اور پچھتائیں گے تو کیسی ہوگی ؟ ان کو اس عاقبت کا خیال کیوں نہیں ؟ کیا ان کو کسی کو سمجھانا چاہئے ؟ اپنے خلافت کا دعوی کرتے ہیں ۔ یہ بات تو عین خلاف کو رہا ہوں ۔ مگر ان کے دماغ میں اب تک وہی چکر ہے ۔

یہاں تک سلسلہ خیالات کا پہونچا تھا کہ کسی بچے کے رونے کی آواز آئی ۔ اب خیال پلٹ کر اپنے متعلقات کی طرف رجوع ہوا ۔ " اگر جنگ چھڑ گئی ۔ " اگر " کے کیا معنے ؟ یوں کہو ۔ بے شک چھڑ گئی ۔ اور ہم سب کے سب قتل کیے گئے تو ان عورتوں اور بچوں کا کیا ہوگا ؟ ان کی نگہداشت کون کرے گا ؟ ان کو ان کے وطن میں کون پہونچائے گا ؟ اس قوم سے جو ہماری کہلاتی ہے کیا امید ہے جو ہمارے بعد اون کے ساتھ نیکی سے پیش آئیگی ؟ جبکہ خود ہمارے ساتھ قوم کا یہ حال ہے تو ہمارے پس ماندوں کو کیا سمجھیگی ؟ نہیں ۔ ایسا نہوگا ۔ ہمارے ساتھ ان لوگوں کو ایک خاص طور کی کاوش ہے ۔ جس وقت ہمارا فیصلہ ہو جائے گا پھر یہ بات نہ رہے گی ۔ عرب کی شرافت اور شجاعت ساری دنیا میں مشہور ہے ۔ اون کو دوسروں کی ناموس کا خیال رہتا ہے تو کیا ہماری ناموس کا خیال نہ رہے گا ؟ ضرور رہے گا ۔ عبد اللہ ابن عباس نے اچھی صلاح دی تھی کہ عورتوں بچوں کو ساتھ نہ لیجانا چاہیے ۔ ہم نے نہیں مانا بہت برا کیا ۔ اگر اس وقت یہ ساتھ نہوتے تو بڑی اچھی بات تھی ۔ ہم کو کچھ فکر نہ تھی ۔ خیر ۔ وہ بات تو ہاتھ سے جاتی رہی ۔ اب پچھتانے سے کیا فائدہ ؟ چلو ! خدا اون کا مالک ہے ۔ آدمی کی تدبیر سے کچھ بھی نہیں ہوتا ۔ "

انہیں خیالات میں آنکھ جھپک گئی تو جناب رسول خدا کو دیکھا کہ حضرت کو سینہ سے لگا کر فرماتے ہیں ۔ اے میرے فرزند دلبند! میں جانتا ہوں کہ دشمنوں نے تیرے قتل پر کمر باندھی ہے ۔ وہ ضرور تجھے قتل کرینگے ۔ خدا کی مشیت اسی طرح ہے مگر وہ لوگ جو تجھے ایذا پہونچائینگے اور شہید کرینگے میری شفاعت سے محروم رہیں گے اون کو اون کے اعمال کی پوری سزا ملے گی ۔ اب وہ وقت قریب آگیا کہ تو ان ظالموں کے ہاتھ سے بے انتہا صدمے اوٹھانے کے بعد اس دار فانی سے نکلکر اون بہشتوں کی سیر کرے گا جو تیرے لیے آراستہ کی گئی ہیں ۔ اور اپنے والدین کے ساتھ آرام پائیگا جو تیرے انتظار میں بے چین ہو رہے ہیں ۔ خدا تجھے صبر عطا کرے ۔ اور رضا و تسلیم کے جادہ پر قائم رکھے ۔ اتنا فرمایا اور اپنا ہاتھ حضرت کے سینہ مبارک پر رکھکر یہ دعا کی کہ " اللھم اعط الحسین صبرا واجرا " (اے خدا تو حسین کو صبر اور اجر عطا کر) ۔

خواب سے بیدار ہو کر حضرت نے " انا للہ وانا الیہ راجعون " کہا اور خواب کا مضمون اپنے ساتھیوں سے روبرو بیان کیا ۔ اس وقت کی حالت بیان کرنے کو پتھر کا جگر چاہیے ۔ تمام ساتھ آئے ہوئے کیا باہر کے اور کیا اندر کے سب کے سب اسقدر روئے ۔ اسقدر روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں ۔ اون کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت امام حسین کا خاتمہ ہے ۔ اور اسی جنگل میں فنا ہے ۔ حضرت نے فرمایا " ایسے موقع میں صبر اور شکر کرنا چاہیے ۔ یہ بھی ایک خدا کی عنایت ہے کہ ہم کو اس آزمائش کے لیے منتخب فرمایا ۔ اور اس وعدہ " انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب " سے ممتاز کیا ۔ یعنی بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا معاوضہ بے حساب دیا جائے گا ۔ کوئی تنقیح اس بات کی نہ کی جائے گی کہ اتنا کام کا

اتنا معاوضہ دینا چاہیے ۔ کیا یہ سرفرازی ہمارے واسطے کچھ کم ہے ؟ اور کیا ہم کو اس عنایت کا کوئی دعوی ہو سکتا تھا ؛ شکر کا مقام ہے کہ خدا نے ہم کو اپنی عنایت کا مستحق بنایا ۔ اور اپنی تمام مخلوق مین سے ہم کو منتخب کیا ۔ اوس کی ذات بڑی غیور ہے اوس کی بارگاہ مین کسی کی پروا نہین ۔ صرف اوس کی عنایت درکار ہے اور بس ۔

ادہر تو یہ کیفیت رہی ۔ اب اودہر کا حال سنئے ۔ ابن زیاد نے حضرت کے مقابلہ کے واسطے کوفہ مین فوج کی تیاری کا حکم دیا تھا ۔ چنانچہ ایک فوج کثیر جس کی تعداد بائیس ہزار سوار اور پیادہ بیان کی گئی ہے عمر ابن سعد کی افسری مین مقرر کی ۔ عمر ابن سعد اوس وقت کوفہ مین تھا ۔ اوس کو صوبہ رے کی کمشنری گورنمنٹ شام سے ملی تھی ۔ وہ اپنی کمشنری پر جانیکی فکر مین تھا کہ اس عرصہ مین ابن زیاد نے اوس کو بلا کر کہا کہ اب تم رے کو تو جاتے ہی ہو اس فوج کو بھی ساتھ لیتے جاو ۔ کربلا مین حسین ابن علی اوترے ہین ۔ اون کا فیصلہ کرکے اپنے علاقہ پر چلے جانا ۔ عمر ابن سعد نے پہلے تو انکار کیا اور کہا کہ یہ کام مجھسے نہوگا کسی اور کو مقرر کرو ۔ مگر جب ابن زیاد نے ذرا بے مروتی سے کہا کہ اگر تم حسین کے مقابلہ پر نہ جاوگے تو رے کی حکومت سے بھی ہاتھ اوٹھاؤ ۔ بہتر ہے ۔ مین کسی دوسرے کو اس فوج کا سردار بناکر بھیجدونگا ۔ وہی رے کی حکومت بھی کرے گا ۔ تب تو عمر ابن سعد کی آنکھین کھل گئین ۔ دیکھا کہ رے کی حکومت ایک پری کی صورت بنکر سامنے کھڑی ہے ۔ یہ اوس کے حسن وجمال اور خط وخال پر ایسا فریفتہ ہو گیا کہ وہ تمام نوازشات اور احسانات جو جناب رسول کریم نے اوس کے باپ کے ساتھ کیے تھے ۔ اور جس کو اصحاب عشرہ مبشرہ مین داخل کرکے قطعی جنتی کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا تھا سب نسیاً منسیاً کردیے ۔ حکومت رے کی رونمائی مین دین

دل ایمان نذر کرکے بلا تامل حضرت امام حسین پر لشکر کشی کو قبول کر لیا ۔
صحبت کا اثر تام ہے کہ جب ایسے متقی لوگ دنیا کے قریب ہوتے گئے اپنے دین و ایمان کو بیچ
دیں تو عوام الناس کا کیا ٹھکانا ہے ۔ سچ ہے ۔ صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے ۔ دیکھو ا
صحابہ رسول خدا کی صحبت میں بیٹھ کے کافر مسلمان ہو گئے ۔ اور گورنمنٹ شام کی
صحبت کا یہ اثر ہوا کہ اصحاب رسول اور ان سے بھی قطعی تعلق کا خاتمہ ہو گیا خود
اپنے پیغمبر کی اولاد پر لشکر کشی کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ اور چلتے ہوئے ایمان کو فرات
میں ڈبو دیا ۔

آٹھوان باب

اعزاز مہمانون کا رکھا ہی طاق پر
مہمان نوازی ختم ہی اہل عراق پر

دنیا مین سب سے زیادہ عمدہ چیز کیا ہے؟ یہ سوال ایسا بیڈھب ہی کہ بادی النظر مین پریشان کر دیتا ہے۔ ہر ایک چیز کی عمدگی اوس کے کار آمد ہونے کے لحاظ سے سمجھی جاتی ہے۔ اس معنے سے تو سب ہی چیزین عمدہ ہین۔ کیونکہ خلاق عالم نے کوئی چیز نکمی نہین بنائی ہے۔ پھر زیادہ عمدہ کے کیا معنے ہین؟ اگر یہ کہا جائے کہ جو چیز دس پانچ قسم کا کام دے وہ زیادہ عمدہ ہے۔ تو ایسی چیزین بھی تلاش کرنے پر بہت سی ملینگی۔ اب اس سوال کے جواب مین وہ کون سی چیز بتلائی جائے جو بالعموم تشفی بخش ہو؟ لیکن غور کرنے سے یہ پریشانی دفع ہو سکتی ہے کہ ہو نہ ہو وہ تواضع یعنے خوش اخلاقی ہے۔ خوش اخلاقی کی تعریف یہ ہے کہ ایک دوسرے سے راضی رہے۔ جس مین طرفین کی خوشی متصور ہے۔ اور خوشی سے زیادہ عمدہ چیز

دنیا مین کوئی نہین ۔ خوش اخلاقی کا اعلیٰ درجہ مہمان نوازی ہے ۔ اس مین اخلاق کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ۔ یہ صفت وہ ہے جو خالق اور مخلوق مین تمیز کرا دیتی ہے ۔ دنیا ایک مسافرخانہ ہے ۔ اس مین جسقدر مخلوق ہے وہ سب خدا کی مہمان ہے ۔ اونکی پرورش اور غور و پرداخت خدا نے اپنے ذمے لی ہے ۔ اگر خدا ان مسافرون کی پرورش نکرتا تو اوس کو پروردگار کون کہتا ؟

یہ صفت جب آدمی مین ہو تو اوس سے بہتر کوئی آدمی نہین ہو سکتا ۔ ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خدا تعالیٰ نے یہ صفت دی تھی ۔ کتب سیر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کسقدر مہمان نواز تھے ۔ اور دوسرون کو اس باب مین کیسی تاکید فرماتے تھے ۔ انتہا یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ”اکرموا الضیف ولو کان کافراً“ (عزت کرو مہمان کی گو وہ کافر ہو) اسی نظر سے اللہ جلشانہ نے اپنے کلام پاک مین آنحضرت کی طرف خطاب کرکے فرمایا ہے کہ ”انک لعلیٰ خلق عظیم“ (بے شک تو بڑا خلیق ہے) ۔

سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کی کتاب بوستان مین ابراہیم علیہ السلام کی مہمان کا قصہ بیشک ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا ۔ ایک کافر مہمان کے واسطے خدا تعالیٰ نے اپنے خلیل پر کیسا عتاب ظاہر فرمایا ہے ۔

اب ہم دیکھتے ہین کہ ہمارے حضرت امام حسین کی مہمان داری کوفیون نے کیسی کی ۔ یہ تو ایک بڑے معزز مہمان ہین ۔ اور بہت ہی عجز و نیاز کے ساتھ بلائے گئے ہین ۔ اون کے لیے یہ ایک بے انتہا فخر کی بات ہے کہ وہ شخص ان کا مہمان بنا ہے جس کے نانا اون کے پیغمبر ہین ۔ وہ اپنی خوش قسمتی پر جسقدر ناز کرین بجا ہے ۔

مگر افسوس ہے کہ ہمارا قیاس بالکل غلط نکلا ۔ ابھی وہ کوفہ کو پہونچے بھی نہین تھے کہ ہر باتون کی طرف سے بے مروتی کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ راستہ ہی مین اون پہ سوارون کا پہرہ مسلط ہو گیا ۔ اور ایک ایسے جنگل مین اوتار دئے گئے کہ جہان اونکو کیا ملتا درختون کا سایہ تک نہین ہے ۔ ہان ایک نہر پانی کی تو ہے ۔ دیکھیے آیندہ اوس کے لیے بھی کیا ہوتا ہے ۔

محرم کی تیسری تاریخ عمر ابن سعد بائیس ہزار فوج لیکر کربلا مین آپہنچا ۔ اور فرات کے دونون کنارون پر اپنا لشکر اوتار دیا ۔ اوس روز تو لشکر کی سربراہی مین مصروف رہا ۔ دوسرے روز حضرت کی خدمت مین کہلا بھیجا کہ یہان آپ کے آنے کا سبب کیا ہے ؟ حضرت نے جواب دیا کہ مین اپنی طرف سے یہان نہین آیا ہون ۔ اہل کوفہ نے بڑے اصرار سے مجھے بلایا ۔ میرے آنے کے لیے سیکڑون خط لکھے ۔ اپنی عقیدت اور ارادت کا بہت کچھ اظہار کیا ۔ لہذا مین اون کی خاطر شکنی مناسب نہ جانکر ناچار مکہ سے نکلا ۔ راستہ مین مجھے اون کی بدرخی معلوم ہوئی تو واپس جانے کا ارادہ تھا ۔ مگر حر نے آکر میرا راستہ روک دیا ۔ اور مجھے اس مقام پر ٹھیرنا پڑا ۔ اب بھی اگر تم اجازت دو تو مین واپس چلا جاتا ہون ۔ مجھے کوفہ سے کوئی سروکار نہین ہے ''۔

عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو اس بات کی اطلاع دی تو اوس نے شمر ذی الجوشن سے مشورہ لیا ۔ شمر نے اوس کو صلاح دی کہ حسین کا زندہ رہنا تمہاری حکومت کے لیے مضر ہے ۔ جس طرح بنے اون کو قتل کرنا مناسب ہے ۔

ابن زیاد کو تمہاری رائے پسند آئی ۔ اوس نے عمر ابن سعد کو لکھ بھیجا کہ میں نے تم کو صلح کے پیام پہونچانے کے لیے نہیں بھیجا ہے ۔ بس یہی ایک بات ہے کہ حسین یا تو یزید کی بیعت قبول کریں یا اپنی جان ہماری تلواروں کی نذر کر دیں ۔ "

عمر ابن سعد نے اس خط کو بجنسہ حضرت کے پاس بھیجکر جواب طلب کیا ۔ حضرت نے یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا ۔

اب عمر ابن سعد اپنی سعادت مندی کو کام میں لایا ۔ یعنے اوسی وقت پانچ سو سوار کا پہرہ نہر فرات پر بٹھا دیا اور اون سواروں کی افسری عمر ابن حجاج کو دیکر تاکید کی کہ خبردار ! حسین کے علاقہ داروں کو نہر پر آنے نہ دو شاباش ! اوس کے دل میں ذرا بھی خیال اس بات کا نہ آیا کہ اس گرمی کے موسم میں بغیر پانی کے ان کی کیسی گزرے گی ۔ یہ اہل بیت رسول مقبول ہیں ۔ اگر ان کے ساتھ دنیا میں پانی کا مضائقہ کیا جائیگا تو آخرت میں حوض کوثر کے پیاقی کوثر اور شفیع روز محشر کو کس طرح منہ دکھانا ہوگا ۔

غرض یہ ساتویں تاریخ کا ذکر ہے ۔ وہ دن تو جون توں گزر گیا ۔ پچھلے دن کا بچا کھچا پانی بچوں کو پلا کر اون کی تسکین کر دی گئی ۔ لیکن بڑے بوڑھے سب پیاسے رہے ۔

آٹھویں تاریخ حضرت کے ہمراہیوں کا حال پیاس کی شدت سے اس درجہ کو پہونچا کہ زبان اور حلق سوکھ جانے کی وجہ سے منہ سے بات نہیں نکلتی تھی ۔ صرف اشاروں سے کام لیتے تھے ۔ اور تیمم سے نماز ادا کرتے تھے ۔

ایسے حال میں عبد اللہ ابن حصین نے پکار کر کہا کہ "اے حسین! دیکھو تو نہر فرات کا پانی کیسی لہرین لے رہا ہے۔ مگر تم کو ایک بوند نہین ملسکتی"
حضرت کو یہ بے ادبی اوس کی بڑی معلوم ہوئی۔ بارگاہ کبریائی مین عرض کیا کہ "خداوندا! تو اس کو پیاس کا مزہ چکھا دے"۔ اوسی وقت اوس کو پیاس لگی۔ ہر چند پانی پیتا تہا لیکن پیاس کم نہوتی تہی۔ گویا مرض استسقا ہوگیا۔ آخر اوس کا پیٹ پہٹ گیا اور "پانی پانی" کرتا ہوا مرگیا۔

جبکہ اہل بیت پر پیاس کا غلبہ زیادہ ہوا۔ اور حرم محترم سے بچون کا شور اوٹہا تو حضرت نے اپنے بہائی علی عباس سے فرمایا "کہ نہر پر جاکر جس طرح بنے تہوڑا سا پانی لاؤ تو بچون کی جان بچے"
علی عباس بموجب حکم حضرت کے تیس آدمی ساتھ لیکر نہر کی طرف چلے تو محافظ نہر عمر ابن حجاج نے اون کو روکا۔ ہلال ابن نافع نے آگے بڑھکر کہا۔ ای ابن حجاج! افسوس ہے کہ تجھے شرم نہین آتی۔ جن کا کلمہ پڑہتا ہے اور جن سے شفاعت کی امید رکھتا ہے اون کے اہل بیت کو پانی لینے سے منع کرتا ہے۔ اوس نے جواب دیا کہ مین کیا کرون عمر ابن سعد کا حکم ہی ایسا ہے۔

علی عباس آگے بڑہے اور ایک ہی حملہ مین اوس فوج کو جو نہر کی محافظ تہی پراگندہ کردیا۔ پہر اپنے لوگون کو نہر پر لے جاکر مشکون مین پانی بہروالیا۔ جب پلٹنے لگے تو پہر وہ فوج آڑے آئی اور ایک سخت لڑائی ہوئی جس مین

طرفین کے لوگ زخمی ہوئے ۔ مگر ابن عباس نے اون کو شکست دی ۔
اور بڑی جرات اور استقلال کے ساتھ پانی لیکر واپس آئے ۔

اوس وقت بچون کی خوشی اور اون کی کیفیت اوس پیاسے کے مانند تھی ۔ اون کے حق مین اوس دن گویا عید تھی ۔ ان معصومون کو کیا معلوم تھا کہ آج یہ پانی تلوارون کی چھاؤن مین نظر آیا ہے ۔ کل اس کے بدلے مین خون دیکھنا پڑے گا ۔ وہ پانی ایسا کتنا تھا ؟ اندر باہر ہاتھون ہاتھ دو دو گھونٹ مین تمام ہو گیا ۔

یہ کیفیت دیکھ کر حضرت نے عمر ابن سعد کو بلایا ۔ اور فرمایا کہ ہم سے لڑنا تم کو مناسب نہین ہے ۔ کیا تم نہین جانتے ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ہمارے ساتھ کیا برتاو کرتے تھے ۔ اور ہمارے باب مین کیا فرماتے تھے ۔ ہماری محبت اور اطاعت کرنے کے لیے خدائے تعالی نے اپنے کلام مین کیسی تاکید کی ہے ؟ اور اوس کے معاوضہ مین کیسے مضبوط اقرار کے ساتھ کیا کیا بشارتین دی ہین ۔ اگر تم کو حکومت شام کا خوف ہے تو ہمارے ساتھ مدینہ چلو ۔ ہم تم کو بہت اچھا مکان بنوا دینگے ۔ اور زراعت کے لیے کچھ زمین معافی دیدینگے ۔ دنیا کا معاوضہ تو یون پورا کیا جائے گا ۔ اور آیندہ آخرت مین ہمارے نانا کی خوشنودی تمہاری بخشایش کا بڑا ذریعہ ہو گی " ۔

مگر وہ بدنصیب راضی نہوا اور کہا ۔ مجھے امیر شام کی جانب سے اطمینان نہین ہے ۔ اگر مین آپ کی طرف ہو جاون گا تو میرا گھر تاراج اور میرے

بال بچے محتاج ہو جائینگے ۔ اس سے قطع نظر امیر شام نے میرے ساتھ کیا برائی کی ہے ۔ جو مین اوس کی اطاعت سے منحرف ہو جاؤن ۔ اب تو اوس نے شہنشاہی کی حکومت دی ہے ۔ اور آیندہ اوس سے بہت کچھ امید ہے ۔ حضرت نے فرمایا ۔ وہ رے کی حکومت پر تم کو نازان نہونا چاہیے ۔ تمہاری قسمت مین وہان کا ایک دانہ جو بھی نہین ہے ۔ مفت مین تمہاری جان جاتی رہیگی ۔ ۔

یہ حضرت کی پیشین گوئی تھی ۔ مگر اوس نے نہ سمجھا ۔ حضرت نے غور کیا کہ جیسا اس کا باپ قطعی جہنمی تھا ۔ ویسا ہی یہ قطعی جہنمی ہے ۔ ہماری پند و نصیحت اس کے دل پر اثر نہین کرتی ۔ اور بموجب اس آیت کے کہ "انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء" (تو جس کو چاہتا ہے اوس کو ہدایت نہین کرسکتا مگر خدا جس کو چاہتا ہے اوس کو ہدایت کرتا ہے) جبکہ خدا ہی کو اس کی ہدایت منظور نہین ہے تو ہمارے سمجھانے سے کیا ہوتا ہے آپ نے اوس کو رخصت کر دیا ۔ دوسرے روز صبح کو نوین تاریخ کوفہ سے اور فوج آئی ۔ اس فوج مین زیر کمان شمر ذی الجوشن کے پانچ ہزار سوار ۔ اور عمر قیس کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ اور قیس حنظلہ کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ اور نظر ابن غانمی کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ اور حجاج حرار کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ اور یزید ابن کلب کی افسری مین دو ہزار سوار ۔ جملہ پندرہ ہزار سوارون کی فوج تھی ۔ اس کے علاوہ وہ چار ہزار سوار تین جو زیر کمان حصین ابن نمیر تمیمی کے قادسیہ مین اوترے تھے ۔

اب کربلا کے میدان میں حضرت امام حسین کے مقابلہ کے واسطے بیالیس ہزار سوار اور پیادہ کرب سیف الحسین ہو جمع ہو گئے ۔ دیکھنا چاہئیے کہ اتنی فوج کے مقابلہ میں بہتر آدمی اور وہ بھی ساز و سامان ۔ بلکہ یوں کہئے کہ بھوکے پیاسے کس طرح کام سکینگے ۔ اور امام حسین کو کیونکر بچا سکینگے ۔ غضب کی بات ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین کو اپنے باغ کا پھول فرمایا ہے تو کل خاندان نبوت ایک گلزار ہی ہوا ۔ جب ایسے باغ کے پایمال کرنے کو اتنے لوگ جمع ہوئے ہیں تو جس کا یہ باغ ہے اوس کا دل کیا کہتا ہوگا ۔ خداوندا تو رحم کر ۔ اگر ہمارے پیغمبر رحمۃ للعالمین نہوتے تو پھر دیکھتے کہ زمین کربلا پر کس قیامت کی بلا نازل ہوتی ۔ اور سلطنت شام پر کیسا اندھیرا چھا جاتا ۔

شمر کے ساتھہ ابن زیاد کا ایک خط بھی تھا جس میں عمر ابن سعد کو لکھا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم حسین سے تخلیہ میں صلاح و مشورت کرتے ہو ۔ اور اون کے ساتھہ دوستی رکھتے ہو ۔ اگر یہ بات سچ ہے اور تم کو حسین سے لڑنا منظور نہیں ہے تو تم اپنی خرابی پر راضی ہو جاو ۔ اور یاد رکھو کہ بہت جلد تمہارا فیصلہ کیا جائیگا ۔ اور شمر کو زبانی سمجھا دیا تھا کہ اگر عمر ابن سعد کی طرف سے ذرا بھی اس مہم کی انجام دہی میں سستی پائی جائے تو تم خود اوس لڑائی کا سرانجام کردو ۔ اور عمر ابن سعد کو بھی قتل کر ڈالو ۔

اس خط نے عمر ابن سعد کے دل کے ساتھہ وہ کیا جو آگ کے ساتھہ تیل کرتا ہے ۔ فوراً یورش کا حکم دیدیا ۔

جبکہ فوج نے میدان میں آکر براجا یا ہے اوس وقت دن ڈہل گیا تھا ۔

نویں تاریخ محرم کی تھی۔ حرم سرا میں پانی کی پکار پڑ رہی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے پانی پانی کر رہے ہیں۔ باہر دیکھو تو فوج کھڑی ہے۔ اب حملہ ہوا چاہتا ہے۔ پانی کا ملنا تو درکنار خود جانوں پر بن گئی ہے۔

جس وقت میدان میں فوج کا شور بلند ہوا اور حرم سرا میں خبر پہونچی کہ اب ان سب کو قتل کرنے کے لیے فوج آگئی تو مارے دہشت کے عورتوں کا جگر پانی پانی ہو گیا۔ بچے سہم کر رہ گئے۔ اب کوئی پانی نہیں مانگتا۔ مائیں دوڑ دوڑ کر اپنے اپنے بچوں کو بی بی زینب کے دامن میں چھپاتی جاتی ہیں اور خود تھر تھر کانپ رہی ہیں۔ یہ ایک معمولی بات تھی کہ کنبے میں کسی بچہ کی ماں مر جاتی تھی تو اوس کا بچہ بی بی زینب کے حوالہ ہوتا تھا۔ ایسے بچوں کی پرورش اور پرداخت وہ خود کیا کرتی تھیں۔ اسی طریقہ پر اب بھی وہ تمام بچے بی بی زینب کی گود میں ڈال دیئے گئے جن کی ماؤں کو یقین ہو گیا تھا کہ وہ مر جائیں گی۔

بی بی زینب کا یہ حال ہے کہ وہ خود ایک سکتے کے عالم میں حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہی ہیں کہ امام حسین سے جیسے بھائی اور اون کے ساتھ اور آٹھ نو بھائی چار پانچ بھتیجے۔ اور خود اپنے دونوں بیٹے۔ یعنے کل خاندان کے لوگ کیسی مصیبت اور بلا میں گرفتار ہیں۔ ہزاروں کی فوج ان کے قتل پر تلی ہوئی ہے۔ آخر اس کا انجام کیا ہوگا۔ حرم سرا کی عورتوں کا ایسا برا حال ہے کہ بیان نہیں کیا جاتا۔ دراصل عورتوں کی خلقت میں خود جرأت اور استقلال نہیں ہوتا۔ ذرا سی بات میں گھبرا جاتی ہیں۔ اوس پر اس قسم کی آفت

اور ایسا ہنگامہ کہ جس مین بڑے بڑے شیر دل بہادر سپاہیون کے چھکے
چھوٹ جاتے ہین ۔ ایسی حالت مین ان بیچاریون کے دل سے پوچھا چاہیئے
جنہون نے اپنے گھر والون کے سوا کسی دوسرے کی آواز تک نہ سنی ہو ۔ مگر کیا کیجئے
کیا ۔ ان کی تقدیر مین ایسا ہی لکھا تھا ۔
حضرت نے دیکھا کہ یہ لوگ بالکل آمادہ جنگ ہین تو آپ نے علی عباس
کی زبانی ان کو کہلا بھیجا کہ تم لوگ ہم سے کیون لڑتے ہو ۔ ہم کچھ لڑنے کو نہین
آئے ہین ۔ بلکہ تمہارے بلانے پر آئے ہین ۔ اگر تم کو ہمارا آنا گوارا نہو تو ہم یہین
سے پلٹ جاتے ہین ۔ ہم کو کوفہ سے کوئی سروکار نہین ہے "
یہ بات سنکر شمر نے کہا ۔ ہم کچھ نہین سنتے ۔ اگر حسین یزید کی بیعت کرین
تو بہتر ہے ۔ نہین تو ہم بزور شمشیر بیعت لینگے ۔ اس مین چاہے کچھ ہو۔
علی عباس پلٹ کر آئے اور حقیقت حال حضرت سے عرض کی ۔ اسپر حضرت نے
پھر کہلا بھیجا کہ آج روز پنجشنبہ ہے ۔ آج کی شب جمعہ ہماری عمر کی آخری شب ہے
ہم چاہتے ہین کہ آج کی رات خدا کی عبادت مین گزار دین ۔ کل صبح کو تمہین
اختیار ہے ۔ چاہو لڑو چاہو ہم کو چھوڑ دو "
عمر ابن سعد نے افسران فوج سے اس باب مشورہ کیا کہ آج کی مہلت
دینا مناسب ہے یا نہین ۔ شمر نے ترش رو ہو کر کہا ۔ تم کو اختیار ہے ۔
مین کچھ رائے نہین دے سکتا ۔ عمر ابن حجاج نے کہا ۔ دستور ہے کہ اگر کوئی
کافر مہلت مانگتا ہے تو منظور کی جاتی ہے ۔ یہ تو ہمارے پیغمبر کے رشتہ دار
ہین ۔ ان کے لیے ایک دن کی بھی مہلت نہ دینا قرین انصاف نہین ہے ۔

آخر کچھ تو ان کے حق مین رعایت کرنی چاہیے ۔ دوسرے نے کہا ۔ اجی! ایک دن کہان ۔ اب تو شام ہو گئی ۔ صرف رات ہی تو بیچ مین ہے ۔ کل صبح پر یہ معاملہ اوٹھار کھا جائے تو کیا ہرج ہے ۔ تیسرے نے کہا ۔ مہلت کی ضرورت ہی کیا ہے ۔ ہم تو لڑنے کو تیار ہین ۔ یہ سب جان چرانی کی باتین ہین ۔

غرض تقریر کو طول ہوا اور آخر مین کج بحثی ہونے لگی تو عام لشکری پکار اوٹھے کہ عجب بے دین لوگ ہین ۔ کہ اپنے پیغمبر کی اولاد اور دنیا مین سب سے بہتر شخص کے تو قتل کا ارادہ رکھتے ہین اور اون کو ایک رات کی بھی مہلت نہین دیتے ۔ گویا بڑا ثواب کماتے ہین ۔

عمر ابن سعد کو خیال ہوا کہ مبادا لشکر بیدل ہو کر کوئی اور صورت پیدا ہو جائے ۔ چار ناچار اوس روز کی مہلت منظور کی ۔ اور فوج کو ہٹا لیا ۔

شام کو بعد نماز مغرب کے حضرت نے اپنے کل اصحاب باوقار اور اقربائے نامدار کو حاضر رہنے کا حکم دیا ۔

امام زین العابدین فرماتے ہین کہ مین اوس وقت بخار کی حالت مین تھا ۔ بڑی مشکل سے اوس مجلس مین پہونچا ۔ دیکھا تو حضرت منبر پر کھڑے ہین ۔ بعد حمد و نعت کے ارشاد فرماتے ہین کہ د مین نے کسی صحابی کو اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور کسی دوست کو ان سے زیادہ غمگسار نہین دیکھا ۔ اور نہ کسی خاندان کو اپنے خاندان سے زیادہ ہمدرد اور جان نثار پایا ۔ مین اوس کا شکریہ ادا کرتا ہون ۔ اور خدا سے امید رکھتا ہون کہ

وہ تم کو اس خیر خواہی اور جان نثاری کی جزا خیر دے۔ صاحبو! مین دیکھتا ہون کہ آج کی رات کے بعد سپیدے سے پہلے کوئی صورت مخلصی کی نہین ہے۔ اور ان لوگون سے کسی قسم کی مروت اور انصاف کی امید کی جا سکتی ہے۔ ایسی حالت مین مین مناسب نہین سمجھتا کہ سب کے ساتھ تم کو بھی کسی مصیبت مین مبتلا دیکھون۔ مین ہرگز نہین چاہتا کہ زمانہ ایسے پاک نفس اور خدا پرست لوگون سے خالی ہو جائے۔،،

(یہان تک بات پہونچی تھی کہ ایک شخص مالک ابن نضر نے اوٹھ کر عرض کیا ،، خداوند مین بال بچے والا ہون۔ اور قرضدار بھی ہون۔ مجھے اجازت دیجئے۔ ،، حضرت نے حکم دیا کہ اوسکو ایک اونٹ تیار کر کے دیدو کہ وہ راتون رات یہان سے نکل کر اپنے گھر پہونچ جائے۔ پھر حضرت نے اپنی تقریر کا سلسلہ چھیڑا)

،، یہ رات کا اندھیرا تمہاری پردہ داری کے لیے کافی ہے۔ جبکہ مین یہان موجود رہون گا تو تمہارا کوئی خیال بھی نہ کرے گا۔ تم شوق سے اپنے وطن کو چلے جاو۔ مین تم کو دل سے رخصت کرتا ہون۔ اور چلتے ہوئے میرے متعلقین کو بھی ساتھ لیتے جاو۔،،

حضرت نے اپنی تقریر کو ختم کیا تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم ایسے نازک وقت مین آپ کو تنہا نہین چھوڑ سکتے۔ آپ کے بعد ہم زندہ رہنا ہرگز نہین چاہتے۔ خدا ہم کو وہ وقت نہ دکھائے۔ پہلے ہماری جان آپ پر نثار ہو گی۔ یہ تو ایک دفعہ کا مرنا ہے۔ ہماری آرزو تو یہ ہے کہ ہزار دفعہ

آپ پر جان قربان کرین ۔ زندہ ہوتے جائین اور جان دیتے جائین ۔ جب تک ہمارے تن مین ایک رتی بھر بھی جان باقی رہیگی ہم سپر بنکر آپ کی حفاظت کرینگے ۔ اور جب تک ہمارے دست و بازو مین ایک بال کے برابر بھی طاقت رہیگی ہم آپ کی تلوار کا کام دینگے ۔ اور جب ہماری جان جاتی رہیگی تب ہم سمجھینگے کہ آپ کی غلامی کا حق ادا ہوا ۔ "

اس کے جواب مین حضرت نے فرمایا "مرحبا ۔ جزاکم اللہ ۔ جب تمہارا ایسا ارادہ ہے تو بہت مبارک ہے ۔ کل صبح کو میدان جنگ مین جا کر شجاعت کے جوہر دکھانے ہونگے ۔ جو شخص راہ حق پر ثابت قدم رہتا ہے خدا غیب سے اوس کی مدد کرتا ہے ۔ دیکھو ! جنگ بدر مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے کیسی مدد دی تھی ۔ چنانچہ خود اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ "بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورہم ہذا یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة مسومین "(ہان اگر تم صبر کروگے اور پرہیزگار بنے رہوگے اور وہ لوگ اپنے جوش مین تم پر چڑھ آئینگے تو خدا تمہاری مدد پانچہزار نشان والے فرشتون سے کریگا) صبر و شکر اور ہمت و استقلال مین خدا نے عجب تاثیر رکھی ہے ۔ جبکہ تم صبر و شکر کے عادی اور ہمت و استقلال کے پابند ہو تو سب مشکلین آسان ہو جائینگی ۔ "

دربار برخاست ہوا اور حضرت خلوت مین تشریف لے گئے ۔ اس تقریر نے سامعین کے دلون مین جو خیالات اور ولولے پیدا کر دئے اون کو وہی لوگ اچھی طرح سے بیان کرینگے جن کو ایسی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہی ۔ ہم کو

نسبت سے کسی طرح اسوقت تک نہیں دبایا۔ تاہم اوس کی شیفتگی دیکھکر بیان
کر سکتے ہیں کہ یہاں تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جانبازان با ثبات شعار
شجاعت کے نشہ میں سرشار ہیں۔ چہرے ابھی ابھی بھوک پیاس کی
شدت سے زرد ہو رہے تھے دم میں سرخ بھبوکا بن گئے ہیں۔
طبیعتوں کا جوش سنبھالے نہیں سنبھلتا ہے۔ ہونٹوں تک بات آ کر رہجاتی
ہے۔ اسکا سبب اور کچھ نہیں صرف ایک متانت ہے کہ زبان پکڑے لیتی ہے
بڑے لوگ جو متین اور مستقل مزاج ہوتے ہیں اون کے دل میں کسی بات کا یکایک
جوش نہیں آتا۔ اور جب آجاتا ہے تو پھر اوس کا ضبط دشوار ہو جاتا ہے۔
بیچین طبیعتیں آخر کو ابل پڑیں۔ اور باہم یوں گفتگو ہونے لگی۔ ایک نے
کہا۔ "کیا مزہ ہو اگر میری تلوار کے قبضہ میں سے دشمنوں کے خون کی دہار لگ
جائے"۔ دوسرا۔ "میرے نیزے کی انی پر مخالف ایسا نظر آتا ہوگا جیسے نشان
پر پہریرا لٹکتا ہے"۔ تیسرا۔ "انشاء اللہ کل میدان جنگ میں دیکھ لینا کہ
پرے کا پرا سامنے سے یوں بہاگتا ہوگا گویا چیتے کے آگے ہرنوں کی ڈار
ہے"۔ چوتھا۔ "وہ جب ہی مجھے سپاہی کہنا کہ فوج کے اندر اس طرح گھس جاؤں
جس طرح دشمن کے دل میں خوف گھس جاتا ہے"۔ پانچواں۔ "در اصل یہ
ہے کہ حق کا حامی خدا ہوتا ہے۔ ہم حق پر ہیں ہم کو کیا ڈر ہے۔ مرینگے تو
بہشت میں جائینگے۔ حوریں پائینگے۔ جیتے رہینگے تو نیکنامی کمائینگے۔
اہل بیت رسول کے مددگار کہلائینگے۔ بھلا امام حسین کی رفاقت کہیں خالی
جاتی ہے؟ ہمارے تو دونوں ہاتھ لڈو ہیں۔ دنیا میں بھی اچھے۔

آخرش باتین بھی اچھے "چھٹا . "جناب ! ہم کو تو نہ بہشت کی خواہش ہے
نہ حورون سے مطلب نہ نیکنامی سے غرض . یہ سب باتین خود غرضی کی ہین .
ہم کو صرف اپنے پیغمبر کی خوشنودی منظور ہے . سمجھنے کی بات ہے کہ ہمارے
پیغمبر کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے . کفر کے اندھے کنوئین سے نکال کر ایمان کی
روشنی مین لائے . جہالت کے جنگل سے اوٹھا کر اسلام کی شایستہ محفل مین
بٹھایا . پھر اگر ہم اون کے خاندان کے اڑے وقت کام آئے اور اون کے
فرزند کے لیے دو بوند لہو ٹپکا یا تو کیا بڑا کام ہوا . ساتوان . "لاریب .
بانی اسلام کا حق ہم پر اتنا ہے کہ اگر ہم ہزار بار اون کے نام پر اپنی جان
تصدق کر دین تو بھی ادا نہین ہو سکتا . کل جنگ مین مارا جانا تو کس شمار
مین ہے . جو آدمی پیدا ہوا ہے یا پیدا ہوتا ہے وہ ضرور مرنے والا ہے . بیمار یا لی
پر پڑ کر مر جانے سے میدان جنگ مین مرنا کیا برا ہے . آخر مرنا ہے وون
نہ مرے یون مرے . بلکہ مردون کے لیے تلوار کے منھ پر مرنا تو باعث فخر ہے .
آٹھوان . "اجی دیکھو تو سہی ! کل میدان مین کیا تماشا ہوتا ہے . بھوکے شیر کو
آپ نے دیکھا ہوگا . کس طرح شکار پر جھپٹتا ہے ؟ کیا ہماری بھوکھ پیاس
کچھ بھی کام نہ آئیگی ؟ وہ تو یہ کہیے کہ حضرت کی اطاعت کا قلادہ ہماری گردن
مین پڑا ہوا ہے . نہین تو آج ہی شام تک ایک کی بھی صورت نظر
نہ آتی . کل کی کون کہے " نوان . "بھائی ! تم بڑے جلد باز ہو .
معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری رگون مین بجائے خون کے بجلی دوڑتی ہے . "
دسوان . "واہ کیا خوب کہا . ان کے خاندان کا لقب تو خود بجلی ہے

اگر ان کی رگون مین بھی بجلی ہو تو کیا عجب ہے"۔ ،، گیارہواں ۔ "واہ بھئی واہ تم نے تو تجلی سے بجلی کو خوب ملا دیا ۔ کہ ہر ہندی لفظ اور کہاں عربی لقب۔ آپ کی تُک بندی کے بھی قربان جائیے"۔ اب ہنسی مین بات اوڑ گئی۔

ابو مخنف نے امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت خلوت مین تشریف رکھتے تھے میری پھوپی بی بی زینب میرے پاس بیٹھی ہاتھ پانون داب رہی تھین ۔ استنے مین حضرت کی زبان سے دو تین بار یہ اشعار سنائی دیئے کہ ،، یا دہر اف لک من خلیل ۔ کم لک بالاشراق والاصیل ۔ من صاحب او طالب قتیل ۔ والدہر لا یقنع بالبدیل ۔ وانما الامر الی الجلیل ۔ وکل حی سالک سبیل ؂ ۔ مین اس کا مطلب سمجھ گیا اور رونا آیا تو بڑی مشکل سے روکا ۔ لیکن چونکہ اس مضمون مین سراپا یاس تھی میری پھوپی ضبط نکر سکین ۔ بے اختیار روتی ہوئی حضرت کے خیمہ مین دوڑ پڑین ۔ اور کہا "واثکلاہ ! لیت الموت اعدمنی الحیوۃ کاش ! مین پیشتر ہی مرگئی ہوتی ۔ ای خلیفہ ماضی وعال ۔ ای مقبول بارگاہ ذو الجلال ۔ آج میری مان فاطمہ زہرا مرگئین ۔ آج میرے باپ علی مرتضی

ترجمہ ؂ اے روزگار ! حیف ہے کہ تیرے کتنے دوست صبح و شام پیوند زمین ہوتے چلے جاتے ہین اور تو ان کی کچھ رعایت نہین کرتا ۔ ہان ! ہر ایک کام خدا کی طرف سے ہے ۔ اور ہر ایک جاندار اسی راستہ پر چلنے والا ہے ۔ منہ ۔

اور مصیبت بھائی حسن مجتبیٰ اشتہیدہ ہیں ۔ گویا سب کے سب آج ہی مرگئے ۔ میں کیوں نہیں مرگئی ۔ میں تمہاری مصیبت ۔ تمہاری بیکسی اور تمہاری مظلومی نہیں دیکھ سکتی ۔ ہائے ! کیا میں اسی لیے جیتی رہی کہ تمہارا یہ حال دیکھوں ؟ میں کہاں تک روؤں اور کس کس کو روؤں ۔ ہائے ! میں کیا کروں ؟ کس سے کہوں ؟ کون سننے والا ہے خداوندا ! تو ہی سننے والا ہے ۔ یہ تیری فریاد سن لے ۔ حسین کے بدلہ میں میری جان جان لے ،، اتنا کہا تھا کہ دل کی آگ بھڑک کر ولوں تک پہونچی اور بیہوش کر دی بی بی زینب کی یہ فریاد و زاری کوئی معمولی بات نہ تھی جو کسی سننے والے کا دل اپنے میں نہ رہنے دیتی ۔ ان کا صبر اور ان کا استقلال خود کہے دیتا تھا کہ ان کا دل صدموں سہتے سہتے پتھر کا ہو گیا ہے ۔ مگر یہ صدمہ ایسا پڑا کہ وہ پتھر بھی پانی ہو کر بہ گیا ۔ اب اوس آگ کو خیال کرنا چاہیے کہ جس نے پتھر کو گلا کر پانی کر دیا ہوگا ۔ اس آگ کی تپش کیا ممکن ہے کسی کے دل کو لگی اور وہ نہ جلے ۔ حضرت نے جو انکی یہ حالت دیکھی تو دل تڑپ گیا ۔ مگر بڑی ضبط و استقلال سے تھام کر فرمایا ۔ ،، بہن ! خدا کے لیے بس کرو ۔ تمہارے رونے سے کلیجا منہ کو آتا ہے ۔ تم اہل بیت رسول ہو ۔ تمہارے لیے ہر مصیبت میں صبر و شکر ایک عادی اور موروثی امر ہے ۔ دیکھو تمہاری ماں اور تمہارے باپ اور تمہارے بھائی پر اور خود تمہارے نانا جناب رسول خدا پر کیسی کیسی مصیبتیں پڑی ہیں ۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ اونھوں نے باوجود قدرت کے کسی سے بدلہ نہیں لیا ۔ اور صبر و شکر کے ساتھہ زندگی کے دن پورے کر دیے اگر وہ چاہتے تو زمین و آسمان ہلا دیتے ۔ مگر نہیں ۔ اونھوں نے وہی کیا جس میں خدا کی خوشی تھی ۔ اب تم بھی اون کی پیروی کرو ۔ جو جو مصیبتیں آنے والی ہیں اون کو صبر و شکر کے اور ہمت و استقلال کے ساتھہ اوٹھاو ۔ دنیا گزشتنی و گزاشتنی ہے

جو چیز پیدا ہوئی ہے یا پیدا ہوگی وہ بالضرور فنا ہونے والی ہے ۔ ایک صرف خدا کی ذات ہے جو ہمیشہ باقی رہیگی ۔ تم جانتے ہو کہ ہماری مان باپ نانی ہم سے اچھے تھے وہ بھی تو دنیا مین نہین رہے ۔ پھر ہم اگر دنیا سے اوٹھ گئے تو کون تعجب کی بات ہے ۔ تمکو قسم ہے اوسکی زندہ جاوید کی جسکے قبضہ قدرت مین کل مخلوقات کی جان ہے ۔ اسطرح کا شور و شین میرے بعد نکرنا ۔ تمہارا ہر ایک فعل مسلمانون کے لیے دستور العمل ہوگا ۔ اسلیے تمہارا ہر ایک فعل قرآن اور حدیث کے موافق ہونا چاہیئے ۔ تاکہ لوگ وہی چال چلین

پھر حضرت نے اون کا ہاتھ پکڑ کے امام زین العابدین کے پاس پہونچا دیا ۔ اور باہر نکل کر حکم دیا کہ خیمے نزدیک نزدیک نصب کرو ۔ اور رسیان ایک سے ایک ملا کر مضبوط باندھ دو ۔ تاکہ دشمنون کو حملہ کرنے کا موقع نہ ملے ۔

جب اس کام سے فراغت ملی تو سب کے سب جانمازین بچھا کر عبادت الہی مین مشغول ہو گئے یہان تو وہ رات تسبیح و تہلیل مین گزری ۔ اودھر عمر ابن سعد کے لشکر سے سپاہ شام کے چوکیدارون کو ان کے خیمون کے اطراف گشت کرنے مین بسر ہوئی ۔ نیز وہ اپنے زعم مین ان کو اپنی حراست مین لیے ہوئے تھے ۔

نواں باب

تیغیں کھچی ہین بادشہ کائنات پر
لڑتی ہی فوج شام کی نہر فرات پر

رات کے چار بج گئے ہین ۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے ۔ اس وقت آسمان کا سمان عجب لطف دے رہا ہے ۔ سیاہی مائل نیلے رنگ مین تارون کا جھلملانا ایسا نظر آتا ہے گویا کسی ماہوش کے آسمانی دوپٹے مین روپہلی گل بوٹے بنے ہوئے ہین ۔ زمانہ ایک حالت سکون مین ہے ۔ اگرچہ رات کی تاریکی اور خاموشی اب کم ہو چلی ہے ۔ دنیا کے کام دہندے والے کہین کہین ادہر اودہر چلتے پہرتے دکھائی دیتے ہین ۔ مگر پرندے ابہی نہین بولتے ۔ درختون کی ٹہنیون پر خاموش بیٹھے ہین ۔ البتہ مسجدون مین اور مندرون مین کچھ کچھ آواز سنائی دیتی ہے ۔ کہین موذن اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ مارتا ہے ۔ کسی جگہ ناقوس بجتا ہے ۔ اب صبح ہوا چاہتی ہے ۔ دیکھیے یہ صبح کیسی ہوتی ہے اور کیا کیا کام کرنے پڑتے ہین ۔ آؤ ! ذرا چل کر کربلا کی

جنگل کی کیفیت دیکھیں ۔ ہمارے خاص واقعہ نگار نے ہم کو خبر دی ہے کہ وہاں گزشتہ شام کو لشکر اوترا ہے ۔ افوہ! کتنی بہت فوج ہے ۔ دریائے فرات کے دونوں کناروں کو گھیر لیا ہے ۔ کف دست میدان ہیں جہاں تک نگاہ کام دیتی ہے سپاہی ہی نظر آتے ہیں ۔ بیالیس ہزار کی تعداد جو بتلائی گئی ہے ۔ بے شک اتنی تعداد ہی ہوگی ۔ بیچ میں ندی بہہ رہی ہے ۔ اوس کا پانی لہریں لیتا ہوا اپنی مستانہ چال میں بہت ہی سہولت کے ساتھ دونوں کناروں سے دامن سمیٹتا ہوا چلا جا رہا ہے ۔ ایک طرف ذرا فاصلہ پر ایک چھوٹی سی جماعت ٹھیری ہے ۔ یہی مدینہ کا قافلہ ہے ۔ جس کے قتل و غارت کرنے کو اتنی بڑی بھاری فوج آئی ہے ۔ کیا یہ قافلہ اس انبوہ کثیر سے سربر ہوسکیگا ؟ کیا یہ لوگ صحیح وسلامت اپنے وطن کو پہونچینگے ؟ ای میرے پیارے ناظرین ! اس کا جواب تم دو ۔ ہماری عقل تو کچھ کام نہیں کرتی ۔

مسافران دشت کربلا ساری رات تسبیح و تہلیل میں بسر کر کے نماز تہجد کی تیاری میں مصروف ہیں ۔ نماز کی تیاری کیسی ؟ وضو کرنے کو تو پانی ہی نہیں ہے ۔ صرف تیمم کر کے مصلے بچھا بچھا کر رو بہ قبلہ یاد الہی میں بیٹھے ہیں ۔ دیکھو تو! کیسے نورانی چہرے ہیں ۔ جوانوں پر کیا حسن برس رہا ہے ۔ خدا کی قدرت کا تماشا لائق دید ہے ۔ پیشانیوں سے آثار سعادت ظاہر ہیں ۔ بڑی بڑی سیاہ متوالی آنکھوں میں مروت اور شجاعت کوٹ کوٹ کر بھری ہے ۔ گورے گورے رخسار گلاب کے پھول کو شرماتے ہیں ۔ مگر کملائے ہوئے ہیں ۔ اس کا سبب پانی کی کشش ہے ۔ بوڑھوں کی صورت پر صبح صادق نثار ہو رہی ہے ۔

اون کی سفید سفید داڑھیاں آفتاب کے اترتے وقت کی کرنوں کا جلوہ دکھاتی ہیں ۔ سب کے سب خداپرست اور خدادوست ہیں ۔ گویا وہ سب ایک تسبیح کے دانے ہیں جن کو قدرت نے ایک ہی رشتہ الفت میں پرو دیا ہے۔

اب یہ جماعت نماز سے فارغ ہو گئی ۔ جانمازیں تہ کرکے آپس میں گلے مل مل کر ایک ایک سے بولا چالا معاف کرا رہے ہیں ۔ اتنے میں دن نکل آیا ۔ شام کے لشکر میں ہل چل پڑ گئی ۔ سپاہی کمریں باندھ کر اور ہتھیار لگا لگا کر تیار ہونے لگے ۔

کہتے ہیں کہ قیامت محرم کی دسویں تاریخ ہوگی اور روز جمعہ کا ہوگا ۔ آج اوس کا نمونہ نظر آرہا ہے ۔ تاریخ بھی محرم کی دسویں ہے ۔ اور روز بھی جمعہ کا ہے ۔ کربلا کے مسافروں پر وہ مصیبت ہے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا ۔ آج تیسرا دن ہے کسی کو پانی نہیں ملا ۔ حالانکہ لب نہر اوترے ہیں ۔ جو بات تعجب کی ضرب المثل تھی کہ " دریا میں پیاسے " وہ مثال ان پر صادق آگئی ۔

سپہ سالار فوج نے پانچ سو سواروں کا پہرہ نہر پر بٹھا دیا ہے کہ خبردار اگر بلا کے مسافر پانی لینے نہ پائیں ۔ جو کوئی نہر پر آئے اوس کو وہیں تشنہ لب ذبح کر دو ۔

یہ لوگ سب کے سب بھوکے اور پیاسے ہیں ۔ گرمی کی بے انتہا شدت ہے ۔ پیاس کے مارے ہونٹھ منہ سوکھ گئے ہیں ۔ اس وقت اون کی حالت کیسی تھی ؟ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اوس کا اندازہ تو وہی لوگ

خوب کی شیشےکی گلوں میں چھنا ہوا اور برف سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی گلاب اور کیوڑا ڈال کر پینے کو ملتا ہے اور پھر بھی گرمیوں کے موسم میں اون کی تشنگی رفع نہیں ہوتی ۔ حرم اہل بیت رسول میں ایک کہرام مچا ہوا ہے ۔ ان سمجہ بچے پانی کو ترس ترس کر نڈھال ہو رہے ہیں ۔ کوئی بیہوش پڑا ہے کوئی سسک رہا ہے ۔ مائیں اون کو گلے لگا لگا کر رو رہی ہیں ۔ اور آسمان کی طرف ہاتھ اوٹھا اوٹھا کر دعائیں مانگ رہی ہیں کہ "خداوندا! اگر زمین کا پانی ہمارے لئے بند ہو گیا ہے تو آسمان سے برسا دے تجھے سب طرح کی قدرت ہے ۔"

علی اوسط امام زین العابدین کا بخار سے برا حال ہے ۔ ضعف بڑھ گیا ہے ۔ گھڑی گھڑی غش آ رہا ہے بیہوش پڑے ہیں ۔ اون کی پھوپی بی بی زینب گھبرائی ہوئی ادہر اودہر دوڑتی پھرتی ہیں ۔ کچھ بن نہیں آتا ۔ اون کے دل کی کیفیت کون بتا سکتا ہے ؟ ایک مصیبت زدہ ستم رسیدہ بے کس عورت کیا کر سکتی ہے جس کے ہوش و حواس قائم نہوں ۔ جس کو خود اپنی ذات کی خبر نہو وہ کسی دوسرے کی خبر کیا لے سکتا ہے ؟ عالم مسافرت میں طبیب کیسا ؟ دوا کہاں ؟ پانی تک کا تو ٹھکانا نہیں ۔ اور ان سب باتوں پر طرہ یہ کہ اطمینان بھی نہیں ۔ با ہمہ مردوں پر ایک دوسری مصیبت ہے ۔ مرنے کے سامان ہو رہے ہیں تمام شرارت الارض تلواریں اور برچھیاں تول تول کر ایک ایک کے قتل پر آمادہ ہو رہے ہیں ۔ آنکھوں میں موت پھر رہی ہے ۔ کسی کو بچنے کی امید نہیں ۔

اتنے مین عمر ابن سعد فوج کو لیکر میدان مین آپہونچا ۔ اور صف بندی کرنے لگا ۔ میمنہ پر ابن حجاج کو اور میسرہ پر شمر کو مقرر کیا ۔ سوارون کی کمان عزرہ ابن قیس کو اور پیدلون کی شیث بن ربعی کو دی ۔ اپنے غلام درید کو علم دیا ۔ جنگ کے نقارے بجنے لگے ۔ جنگی باجون سے تمام میدان گونج اوٹھا اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا ۔

حضرت امام حسین نے دیکھا کہ مخالفین بالکل جنگ پر تل گئے ہین اور اب بجز لڑنے کے گریز ممکن نہین ہے تو آپ نے بھی اپنے لوگون کو جن مین کل بتیس سوار اور چالیس پیدل تھے میدان مین نکلنے کا حکم دیا ۔ میمنہ پر زہیر ابن القین کو اور میسرہ پر حبیب ابن مظاہر کو مقرر فرمایا ۔ اور اپنے بھائی علی عباس کو علم عنایت کیا ۔ حرم سرا کے اطراف خندق جو پہلے سے کھودی گئی تھی اوس مین آگ روشن کرا دی گئی ۔

موافق فرمان حضرت کے یہ قلیل جماعت حرم سرا کو پس پشت کرکے فوج مخالف کے مقابل پرا باندھکر کھڑی ہو گئی ۔ جب یہ سب ہو چکا تو حضرت بھی جناب رسول خدا کا عمامہ سر پر باندھکر قرآن شریف کو گلے مین حمائل کیا ۔ پھر سوار ہو کر میدان مین تشریف لائے ۔ اور دونون ہاتھ اوٹھا کر یہ دعا پڑھی کہ "اللھم ثقتی فی کل کرب ورجائی فی کل شدۃ" اس کے بعد گھوڑے سے اوترکر ناقہ پر سوار ہوئے اور فوج مخالف کے سامنے کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا کہ "ای لوگو ! مین تم کو قسم دیتا ہون ۔ سچ کہو مین کون ہون ! تم مجھے پہچانتے ہو ؟ سنو ۔ مین تمہارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسا ہون ۔ میری

ہان فاطمہ زہرا رسول خدا کی بیٹی ہین ۔ میرے باپ علی مرتضی ہین ۔ میرے چچا جعفر طیار اور میرے دادا امیر حمزہ ہین ۔ میرے سوا تمہارے پیغمبر کا کوئی نواسا اور کوئی اون کا جانشین دنیا مین نہین ہے ۔ تم نے سنا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا فرزند کہا ہے اور میرے حق مین بشارت دی ہے کہ مین سردار ہون جوانان اہل بہشت کا اور مین پھول ہون پیغمبر کے باغ کا ۔ اگر اس مین کچھ شک ہو تو جابر ابن عبداللہ ابو سعید خدری اور سہل ابن سعد اور زید ابن ارقم اور انس ابن مالک اور دوسرے اصحاب رسول سے جو اب تک زندہ ہین پوچھ لو ۔ خدا جانتا ہے کہ جب سے مین نے ہوش سنبھالا ہے کبھی جھوٹھ نہین بولا ہے ۔ ذرا تو اپنے دل مین سوچو اور انصاف کی نظر سے دیکھو ۔ آیا تم کو مناسب ہے کہ میرے قتل پر کمر باندھو ؟ اور میرے ساتھ جنگ کرنے کے ہتیار اوٹھاؤ ؟ کیا تم کو خدا کا خوف نہین ہے ؟ اگر خدا کا خوف ہے تو کس لیے میرے قتل کا ارادہ کرتے ہو ؟ اور کون سی دلیل سے میرا خون حلال جانتے ہو ؟ دوسری قومون کو دیکھو کہ وہ اپنے پیغمبرون کی اولاد کی کیسی قدر کرتی ہین اولاد تو بہت بڑی چیز ہے ۔ اگر اپنے پیغمبر کی کوئی نشانی اون کو مل جاتی ہے تو اوس کی عزت کرتے ہین اور تبرک جانتے ہین ۔

(اتنا کہہ کر ناقہ کو بٹھا دیا اور عقبۃ ابن سمعان سے فرمایا کہ اس کے زانو باندھ دو ۔ پھر اون لوگون کی طرف مخاطب ہو کر کہا)

مجھے بتاؤ کہ آیا مین نے تمہارے کسی آدمی کو جان سے مارا ہے ؟ جس کا بدلا لینا چاہتے ہو ۔ یا کسی کو زخمی کیا ہے ؟ یا کسی کا مال لوٹ لیا ہے ؟ جب کہ

[illegible]

(سب خاموش ہیں کوئی جواب نہیں دیتا ۔ پھر تو حضرت نے ایک ایک کا
نام لیکر پکارا ۔) اے شیث ابن ربعی! اے حجار ابن ابجر! اے قیس
ابن اشعث! اے یزید ابن حارث! تم نے میرے سامنے اپنی عقیدت
اور اپنا اخلاص جتا کر بہت ہی اصرار سے مجھکو بلایا اور میری طلب میں سیکڑون
خط لکھے ۔ کیا دنیا مین یہی دستور ہے کہ کسی کو مہمان بلا کر قتل کر ڈالیں ۔
اور خصوصاً اوس شخص کو جو اپنے پیغمبر کی اولاد ہو ۔

(اونہوں نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں جانتے ۔) آپ نے فرمایا ۔
خیر ۔ جو کچھ تم نے کہا ہے اور لکھا ہے اوس کو خدا تو جانتا ہے ۔ اب بھی
کچھ نہیں گیا ۔ اگر تم کو میرا آنا گوارا نہو تو مجھ سے کہدو ۔ مین واپس چلا جاتا
ہون ۔ ناحق مجھ پر تلوار کیون اوٹھاتے ہو ۔ مین کچھ تم سے لڑنے نہین
آیا ہون ۔

(قیس ابن اشعث نے کہا یزید کی بیعت کیون نہین کر لیتے ۔ ابھی
یہ سب فساد مٹ جاتا ہے ۔) حضرت نے فرمایا ۔ قسم ہے اوس پاک پروردگار
کی ۔ جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہے ۔ میرا ہاتھ ایسا نہین ہے
جو کسی حاکم دنیا کے ہاتھ مین دیا جائے ۔

پھر آپ نے فوج کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ " دیکھو! جو کچھ کہنا تھا وہ میں نے کہدیا۔ اور اپنی حجت کو تم پر تمام کر دیا ہے۔ اب میرے ذمہ تمہارا کوئی حق نہیں رہا۔ اگر تم لوگ اپنے ارادہ سے باز نہ آوگے تو خدا تم سے راضی نہ ہوگا۔"

جب حضرت نے اپنی تقریر ختم کی اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا تو آپ ناقہ سے اوتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنی جماعت میں شریک ہو کر فوج مخالف کی طرف سے جنگ کی ابتدا ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت کی اس تقریر کا حُر کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اوس نے عمر ابن سعد کے پاس جا کر کہا۔ تم نے حسین کی گفتگو سنی؟ وہ کیا کہتے ہیں۔ اوس نے کہا۔ ہاں میں نے سنا۔ وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ حُر بولا۔ پھر کیوں اون کی درخواست پر لحاظ نہیں کیا جاتا؟ اگر اون کی درخواست قبول کر لی جائے تو یہ فتنہ دب جائے گا۔ عمر ابن سعد نے کہا۔ میں کیا کروں ابن زیاد نہیں مانتا۔ وہ کوفیوں کو گالیاں دیتا ہے۔ حُر بولا۔ تو کیا اب حسین کے ساتھ لڑنا ٹھہر چکا؟ اوس نے کہا۔ ہاں اب کچھ دیر نہیں ہے۔

حُر بے دل ہو کر وہاں سے نکلا۔ اور اپنی نسل پر آکر اپنے بھائی سے کہا کہ میں حسین سے مقابلہ کرتے ڈرتا ہوں۔ وہ ہمارے پیغمبر کے نواسے ہیں۔ اس میں پیغمبر کی ناخوشی ضرور ہوگی۔ اور جب پیغمبر ناخوش ہونگے تو خدا کب خوش ہوگا۔ خدا کی ناخوشی کا نتیجہ دوزخ میں جانا ہے۔ میں تو حسین کی طرف جاتا ہوں۔ تم اپنی رائے کے مختار ہو جدھر چاہو ادھر جاؤ۔

مصعب ابن یزید (حر کا بھائی) نے کہا۔ بہت صحیح کہتے ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ علی ابن حر نے کہا۔ میں بھی۔

غرض یہ تینوں فوج سے باہر نکلے۔ اور گھوڑوں کو پانی پلانے کے بہانہ سے نہر کی طرف بڑھے۔ ان کے پیچھے ان کا غلام عزہ بھی ہو لیا۔ یہ چاروں گھوڑوں کو چمکا دے کر حضرت کے کیمپ میں داخل ہو گئے۔ حر گھوڑے سے اوتر کر حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہا۔ "میں بڑا قصور مند ہوں۔ میں ہی آپ کو روک کر اس جنگل میں لایا اور واپس جانے نہیں دیا۔ گویا میں ہی اس فساد کا بانی ہوا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ سچ مچ آپ سے لڑینگے اور اپنی آخرت خراب کرینگے۔ اب یہ فرمائیے کہ خدا میری اس تقصیر کو معاف کرے گا یا نہیں۔ میں توبہ کرکے آپ کی طرف رجوع ہوا ہوں۔ اس گھر سے کوئی نا امید نہیں پھرا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میرا قصور معاف کرینگے تو خدا بھی معاف کرے گا۔"

حضرت نے اوس کو دعا دی اور فرمایا کہ "توبہ کا دروازہ کھلا ہے خدا کے پاس تیری توبہ قبول ہو گی اور تو دونوں جہان میں "حر" یعنے آزاد رہے گا۔ سچ ہے کہ "من یهدی الله فلا مضل له"، (جس کو خدا ہدایت کرتا ہے اوس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا)"

اتنی بڑی بیالیس ہزار کی فوج میں صرف ایک حر ہی کو یہ دولت نصیب ہوئی۔ اگر اس کی تقدیر کی قسم کھائی جائے تو بجا ہے۔ ایسے نازک

وقت میں ایسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو کر بھی اپنے شوہر کے دل کا نام سمجھی۔ اے
خدا! ہر عورت کا دل ایسا ہی کر۔ آمین!

اس وقت حر کے دل کی خوشی کون بتا سکتا ہے؟ خود اوسی سے قیاس کر لینا چاہیئے۔ یہ تمام ہنگامہ اوس کی نظر میں بچوں کا کھیل ہو گیا۔ پہلے سے یہ خود بھی ناسور سا ہی تھا۔ اب حضرت کی بشارت نے اوس کے دل کے ساتھ وہ کام کیا جو سونے کے ساتھ سہاگا کرتا ہے۔

اوس نے فوج مخالف کی طرف رخ کر کے کہا "اے کوفیو! تم برباد ہو جاؤ۔ تم نے یہ کیا کیا؟ اپنے پیغمبر کے فرزند کو بلا کر اون کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار اور جاں نثاری کا اقرار کر کے جنگل میں تنہا چھوڑ دیا۔ نہیں نہیں۔ میں نے غلط کہا۔ تم خود اون سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے۔ اور اون کے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اب اون کو واپس بھی جانے نہیں دیتے۔ گویا وہ تمہارے قیدی بن گئے۔ پھر اتنا ہی نہیں۔ ارے! یہ نہر فرات جس کا پانی دوست دشمن۔ مسلمان کافر۔ انسان حیوان سب برابر پیتے ہیں۔ ان کے لیے اوس کو بھی بند کر دیا۔ ذرا تو دل میں سوچو۔ تین دن سے اہل بیت رسول پیاس کے مارے بیتاب اور گھونٹ بھر پانی کو محتاج ہو رہے ہیں۔ تم اون کو پینے نہیں دیتے۔ اس ظلم کی کوئی حد بھی ہے؟ افسوس! ایسی بری کوئی قوم دنیا میں نہ ہوگی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ خدا تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اور قیامت کے روز تمہارا کیا حال ہوگا۔"

حر نے ابھی اپنی تقریر ختم کی تھی کہ شمر نے یون جواب دیا ۔ اوسنے حر! کیا تجھے ہم لوگون نے اس لیے بھیجا تھا کہ عین وقت پر تنگ حصاری کرے ؟ تجھے تو لازم تھا کہ جیسا سب کے پہلے اس ماتم کے لیے مامور ہوا تھا ویسا ہی سب سے پہلے حسین کا فیصلہ کرتا ۔ نہ یہ کہ خود باغی بنکر دوسرون کو بغاوت کے لیے اغوا دیتا ۔"

حر نے دیکھا کہ ان لوگون کے دلون پر میری تقریر کا کچھ بھی اثر نہین ہوا تو پلٹ کر حضرت کے پاس آگیا ۔

اس کے بعد بریر ابن حضیر نے آگے بڑھ کر کہا ۔ " اے قوم! خدا سے ڈرو ۔ اپنے پیغمبر کی وصیت کو یاد کرو جو فرمایا ہے کہ " انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ۔" یہ وصیت کیا ہے ؟ یہ تم پر ایک بار ہے ۔ اب تمہین کہو کہ یہ بار تمہارے سر سے کیسے اوتر سکتا ہے ؟ جب تک کہ تم اون کی اولاد کے ساتھ اپنے حسن عقیدت کا اظہار نکرو ۔ جس روز تم حوض کوثر پر اپنے پیغمبر سے ملوگے اور وہ تم سے پوچھینگے تو کیا جواب دوگے ؟ کیا یہی کہوگے کہ ہم نے حسین کو بہت ہی مضبوط قول وقرار کے ساتھ خدا کو گواہ رکھہ کر بلایا اور اون کی طلب مین سیکڑون خط لکھے ۔ جب وہ ہمارے عہد وپیمان پر اعتبار کرکے ہمارے پاس آئے تو ہم نے اون کو دشمنون کے حوالے کر دیا ۔ اور اتنا ہی نہین ۔ بلکہ ہم نے بھی اون کو اذیت پہونچانے مین دشمنون کا ساتھہ دیا ۔ ذرا تو شرماو ۔ تم نے نہ صرف اپنے پیغمبر کی وصیت کو بھلا دیا بلکہ خود اپنے عہد وپیمان کو بھی بالائے طاق رکھدیا ۔ انصاف

شرط ہے کہ جب اس ندی کے پانی پر اہل بیت رسول کا حق نہین ہے تو
قیامت کے روز حوض کوثر پر تمہارا کس طرح حق ہوگا ۔ اور جب تم پیغمبر کی ہدایت
کے خلاف عمل کروگے تو اون کی شفاعت کے کیونکر مستحق ہوگے ۔

اہل شام کے دلون پر اس تقریر سے بجائے اس کے کہ نور ایمان
چمکتا اور زیادہ اندھیرا چھاگیا ۔ جس طرح ابر سیاہ چوطرف سے
اومنڈ کر آتا ہے اور قطرہ افشانی کرتا ہے اوسی طرح یہ لوگ بریر پر جھپٹ کر
آئے اور تیر باری کرنے لگے ۔ لہذا یہ بھی بمجبوری واپس آگئے ۔

اب زہیر ابن قین بجلی گھوڑے پر سوار ہوکر آگے بڑہے ۔ اور کہنے
لگے ۔ "اے سپاہ شام ! سنو ! ہر ایک مسلمان کا حق ہے کہ اپنے مسلمان
بھائی کے ساتھہ کسی ایسے امر کے اظہار مین دریغ نکرے جس مین اوس کی
بھلائی متصور ہو ۔ چونکہ ہم اور تم دونون مسلمان بھائی بھائی ہین ۔ اور
اس کے علاوہ آپس مین برادری کا رشتہ اور ہم وطنی کا واسطہ بھی ہے
اس لیے مجھے اس بات کے کہنے مین اوس وقت تک کوئی امر مانع نہین
ہے جب تک کہ تلوار میان مین ہے ۔ اور جب کہ تلوار میان سے
نکل جائے گی تو یہ سب باتین رہ جائینگی ۔ نہ محبت والفت کام دے گی
نہ قرابت واخوات پیش آئیگی ۔ خوب سمجھو کہ خدائے تعالے نے تم کو اور
ہم کو اپنے پیغمبر کی اولاد کے ساتھہ وابستہ کیا ہے ۔ اور ہمارے پیغمبر نے
اپنے اہل بیت کو ہمارے ہاتھون مین بطور امانت کے رکھا ہے ۔ پس
ہمارا یہ ایک فرض مذہبی ہے کہ اون کے حقوق کی ادائی مین رعایت اور

اون کے قہر سے کے دفع کرنے میں حمایت کرین ۔ اون کے ساتھہ برائی سے
پیش آنا کسی مسلمان کو جائز نہین ۔ اس مین خدا کی ناراضی اور پیغمبر کی ناخوشی
ہے ۔ دیکھو ! یہ شخص جو تمہارے سامنے کھڑا ہے تمہارے پیغمبر کا لخت جگر ،
تمہارے ہادی کا نور نظر ہے ۔ تمہین نے اون کو بلایا اور اب تمہین نے اون کو
دشمن کے سپرد کر دیا ۔ افسوس ہے کہ تم نے عرب کی شرافت مین بٹہ لگا دیا ۔
عرب کی شرافت اور حمیت کیا اسی بات کی مقتضی ہے کہ اپنے مہمان کو ۔ اپنے
پیغمبر کے دل و جان کو یون فریب دیکر تباہ کرے ؟ اگر تم کو آنحضرت
کی پروا نہین ہے تو کیا دنیا کی بھی لاج نہین ؟ تم کو غور کرنا چاہیے کہ حسین کی
مدد کرنا کیا بلحاظ دنیاوی شرافت کے اور کیا بپاس اسلامی عزت کے کل مسلمانون پر
واجب ہے ۔ زہیر کی تقریر یہانتک پہونچی تھی کہ شمر ایک تیر چلا کر بیچ مین بول اوٹھا
کہ بس بہت باتین نہ بناو ۔ ہم کو تمہارا فریب معلوم ہے ۔ دیکھو تو سہی کہ تم کو اور
تمہارے ساتھہ والون کو سب کو فنا کر دیتا ہون ۔ زہیر نے کہا ۔ مین تیری طرف
مخاطب نہین ہون ۔ تو ایک جنگلی جانور ہے ۔ تو نہ خدا کو جانتا ہی نہ پیغمبر کو پہچانتا ہی
تو تو اس لائق ہی کہ ہمیشہ دوزخ کا کندہ بنکر جلتا رہے ۔) پھر لوگون کی طرف متوجہ ہو کر
کہا ۔ اے لوگو ! تم اس حیوان کی حرکات کا خیال نکرو ۔ یہ تمہاری آخرت کو خراب
کرنے والا ہے ۔ جو لوگ پیغمبر کی اولاد کا خون بہائینگے اور اون کی مدد کرنیوالون کو
قتل کرینگے اون کو پیغمبر کی شفاعت نصیب نہو گی ۔ "

اس عرصہ مین حضرت نے زہیر کو اپنے پاس بلا لیا ۔ اور فرمایا کہ بس کرو ۔
تم نے شرط نصیحت پوری کر دی ۔

سعید ابن جبیر و عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ ابن حوزہ حضرت کے سامنے
تھوڑے سے آگے بڑھ کر حضرت سے کہنے لگا کہ آپ کو دوزخ کی آگ کی خوشخبری ہو اور کہا کہ
قیامت آنے کے پہلے ہی تم دنیا میں اپنے لیے آگ سلگا رہے ہو۔
حضرت نے پوچھا یہ کون ہے؟ کسی نے عرض کیا کہ یہ ابن حوزہ ہے۔ آپ نے
فرمایا "ای پروردگار! اس نے بڑا سخت کلمہ کہا ہے اس کو آگ میں جلا دے"۔
بس زبان سے اتنا نکلنا تھا کہ اوس کا گھوڑا بھڑکا اور جا کر خندق میں گر پڑا۔
گھوڑا اور سوار دونوں جلکر خاک ہوگئے۔
حضرت کے اصحاب نے اس کیفیت کو دیکھ کر نعرۂ تکبیر مارا اور خوش ہو کر آپس
میں کہا "سبحان اللہ! اس دعا کے لیے گویا قبولیت سامنے ہاتھ باندھے
کھڑی تھی"۔
اسی طرح محمد ابن اشعث نے بطریق استہزاء کہا کہ "اے حسین جیسا تم کو اپنی
مستورات کے پردے کا خیال رہتا ہے ایسا دوسروں کو کم رہتا ہے"۔ اس
میں یہ کنایہ تھا کہ دیکھو اب تمہاری عورتوں کا پردہ کیسا رہتا ہے۔ ماشاء اللہ!
کیا ایمان ہے۔ اہل بیت رسول کی پردہ داری پر ٹھٹا کیا جاتا ہے۔ اور پھر
اونہیں سے شفاعت کی امید بھی کی جاتی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت
نے یہ آیت پڑھی کہ "ان اللہ اصطفٰی آدم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران
علی العالمین۔ ذریۃ بعضہا من بعض۔" بے شک خدا نے بزرگی دی ہے
آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام مخلوق پر۔ بعض کی
اولاد کو بعض سے۔ یعنے اون کی اولاد میں بھی بعض بعض بزرگ تر ہیں۔ اور

فرمایا کہ قسم خدا کی محمد رسول اللہ ابراہیمؑ کی اولاد مین ہین اور ہم اہل بیت آل محمد ہین ۔ پھر بارگاہ کبریائی مین دعا کی کہ اے پروردگار ! آج محمد ابن اشعث کو ایسی ذلت دے جو دوسرون کے لیے باعث عبرت ہو ۔"

لکھا ہے کہ اوسی وقت اوس کے پیٹ مین درد اوٹھا ۔ اور قضائے حاجت کے لیے لشکر سے باہر ہوا ۔ جب بیٹھا تو ایک بچھو نے نازک جائے پر اوس کے ڈنک مارا ۔ وہ بچھو کیا تھا خدا کا ایک قہر تھا جس کے صدمے سے اوس کے ہوش اوڑ گئے ۔ چیخین مار مار کر روتا تھا اور برہنہ نجاست مین لوٹتا تھا ۔ یہان تک کہ اوسی حالت مین دم نکل گیا ۔ لوگ اوس کو دیکھ دیکھ کر انگشت بدندان ہوتے تھے ۔ اور افسوس کرتے ۔

عمر ابن سعد نے دیکھا کہ باتون باتون مین وقت ضائع ہو رہا ہے تو وہ آگے بڑھا اور آستین چڑھا کر ایک تیر حضرت کی طرف چلایا ۔ اور پکار کر کہا ۔ اے لشکریان شام ! تم سب گواہ رہو کہ سب سے پہلے جس نے حسین پر تیر چلایا ہے اور جنگ کی ابتدا جس نے کی ہے وہ مین ہون ۔

ناظرین خیال کر سکتے ہین کہ اس وقت عمر ابن سعد کے سر مین کس قدر غرور ہے ۔ اور وہ اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے ۔ وہ اپنی حکومت کے نشہ مین اسقدر چور ہے کہ زمین و آسمان کچھ سوجھائی نہین دیتے ۔ اوس کی آنکھون پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے ۔ اگر اوس مین ذرا بھی ہوش ہوتا اور آنکھین کھلتین تو ہرگز ایسی بات اوس کے منہ سے نہ نکلتی ۔ اللہ جلشانہ کافرون کی نسبت فرماتا ہے کہ "ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ ۔ ولہم عذاب عظیم"

(مہر کردی ہے خدا نے اون کے دلون پر اور اون کے کانون پر اور اون کی آنکھون پر پردہ ہے ۔ اور اون کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے ۔)

لیکن افسوس ہے کہ شامت اعمال نے ان مسلمانون کو اوس کا مصداق بنا دیا۔
حضرت نے جو یہ حال دیکھا تو اپنے اصحاب و انصار سے فرمایا کہ اب تم کو اجازت ہے ۔ ہمت و استقلال کے ساتھ ان کا مقابلہ کرو ۔ خدا کا غضب پچھلی قومون پر اوس وقت ہوا جبکہ اونھون نے اپنے پیغمبرون کو قتل کیا ۔ اور اب خدا کا غضب اس قوم پر ہوگا جو اپنے پیغمبر کے فرزند کو قتل کیا چاہتی ہے ۔"

حضرت کی اجازت پاتے ہی جان بھادر غازیون کے چہرے سرخ ہوگئے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جام شہادت کا نشہ ابھی سے چڑھ گیا ۔ ہر ایک کو یہی آرزو تھی کہ سب سے پہلے مین ہی دشمن کو لیکر لوٹ پوٹ ہو جاون ۔ مگر اس پیشقدمی مین بھی حضرت کی اجازت درکار تھی ۔ بس یہی ایک بات ایسی تھی جو مجبور کئے دیتی تھی ۔ سب حضرت کا منہ دیکھ رہے ہین اور اجازت کے منتظر ہین ۔

دسوان بیان

جنت سے کچھ غرض ہے نہ مطلب ہے حور سے
پروانہ ہیں کہ لو ہے لگی شمع طور سے

پیشتر ازانکہ کیفیت رزم لکھی جائے ایک بات بیان کردینا ضرور ہے ۔ تاکہ ہمارے ناظرین حضرت کے اصحاب وفا شعار اور انصار جان نثار کے جوش محبت اور صدق عقیدت سے بطور مشتے نمونہ از خروارے واقف ہو جائیں جس وقت کوفہ میں حضرت کے مقابلہ کے واسطے فوج تیار ہو رہی تھی تو عبد اللہ ابن عمیر کلبی نے جو کوفہ کے قرب وجوار میں رہتے تھے اس امر کی خبر پا کر اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے ایک مدت سے جہاد کرنے کا شوق ہے ۔ ہمیشہ یہی آرزو رہی ہے کہ خدا کرے کہیں جہاد کا موقع آجائے اور میں خدا کی راہ میں اپنی جان نذر کردوں ۔ اب میں سنتا ہوں کہ امام حسین پر لشکر شام کی

چیز ہائی ہوتی ہے ۔ اور کسی ذات کے ساتھ منسوب اون کو روک دیا گیا ہے ۔ میں
خیال کرتا ہون کہ فرزند رسول کی شہادت میں شرکت کرنا بہت سے شہیدوں کے ساتھ
بہتر ہے ۔ میں چاہتا ہون کہ امام حسین کے پاس چلا جاؤن ۔ اور اون
کی رفاقت میں اپنی جان تصدق کر دون ۔

عورت تھی نیک بخت ۔ (خدا اوس کو غریق رحمت کرے) بہت خوش ہوئی اور اون کی رائے کی تائید کی ۔ اوس زمانہ مین اون کے فرزند وہب کی شادی ہو کر اٹھارہ روز ہوئے تھے ۔ ماں کے سمجھانے سے بیٹا بھی راضی ہو گیا ۔ دولہن بیچاری کیا کہہ سکتی تھی ؟ اب یہ چارون تیار ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے ۔ ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ اب یہ لوگ پلٹ کر آچکے اور اپنے گھر کو آباد کر چکے ۔ اس وقت حضرت امام حسین کی رفاقت دنیا و مافیہا کو ترک کرنا ہے ۔ یہ کام اونہیں لوگون کا ہے جنہون نے بموجب اس حدیث کے " الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب " دنیا کی زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔ چونکہ اوس وقت ابن زیاد کے حکم سے چار ہزار کی چھاؤنی قادسیہ مین پڑی تھی ۔ اور کوفہ کو جانے آنے کے تمام راستے بند کر دئیے گئے تھے ۔ لہذا ان لوگون کو گھر سے نکلنے مین بڑی دقت ہوئی ۔ سب کی آنکھ بچا کر رات کو گھر سے نکلے اور راستہ چھوڑ کر جنگل مین ٹھوکرین کھاتے ہوئے ہزار خرابی تین شبانہ روز مین کربلا پہونچے اور حضرت کی خدمت مین حاضر ہو گئے ۔ جب روز یہ آئے اوس کے دوسرے روز میدان کارزار گرم ہوا ۔

فوج مخالف سے دو شخص میدان مین آکر مقابلہ طلب کرنے لگے تو حبیب
یعنی عبید اللہ بن عمیر کلبی حضرت سے اجازت لیکر اون کے سامنے گئے
اور اپنا نام و نسب بتایا۔ دونون کا مقابلہ ہوا۔ تلوار چلنے لگی۔ آپس
مین دونون کے ہاتھ اس لطف سے چلتے تھے کہ عزرائیل بار بار دیکھ رہے تھے جو
قبض کرنے کو مامور ہو چکے تھے مگر تھوڑی دیر تماشے مین لگ گئے۔
آخر ہمارے بہادر چابک غازی کی تلوار بجلی کا کام کر گئی۔ بازو پر ہو کر تی تو
ہاتھ اور پہلو کو لیتی ہوئی دل و جگر سے نکل گئی۔ اوس کے ساتھی نے جو
پیچھے کھڑا ہوا مقابلہ کے پہلو سوچ رہا تھا ان کے ہاتھ روک کر حسرت کی
نظر سے تڑپتی ہوئی لاش کے دیکھنے مین قابو پاکر جھپٹتا ہوا ایک وار لگا
دیا جس سے ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئین۔ مگر پھرتی کے ساتھ
پلٹ کر انہون نے ایک بھرپور ہاتھ مین اوس کا بھی کام تمام کر دیا اور
اپنی شجاعت کے جوش مین مدہوش ہو کر یہ شعر پڑھنے لگے۔ "ان تنکرونی
فانا ابن کلب۔ حسبی بیتی فی علیم حسب۔ انی امرؤ ذو مرۃ و عضب۔
ولست بالخوار عند النکب۔ انی زعیم لک ام وہب۔ بالطعن فیہم
قدما و الضرب۔ ضرب غلام مومن بالرب۔"
اس اثنا مین ان کی عورت ایک لٹھ لیکر دوڑی اور کہنے لگی کہ میری
مان اور باپ تم پر سے قربان! یہ وقت اہلبیت رسول کی مدد کرنے کا
ہے ہاتھ نہ روکو۔ سب کو مار کر کھپا دو کل پیغمبر کو منہ دکھانا ہے
سرخرو ہو کر جاؤ۔" اون کے خاوند کہتے ہین کہ بیوی تم عورتون مین

جا کر بیٹھو ۔ یہاں میدان جنگ میں تمہارا کیا کام ہے"۔ مگر وہ بہادر بی بی مانتی نہیں ۔ خاوند کا دامن پکڑی ہیں اور کہتی ہیں کہ "میں بھی تمہارے ساتھ جان دوں گی ۔"

آخر خود حضرت نے کہلا بھیجا کہ عورتوں کو جنگ کرنے کا حکم نہیں ہے ۔ تم اس خیال سے باز آؤ ۔ عورتوں میں آکر بیٹھو ۔ تب وہ بی بی بمجبوری میدان جنگ سے نکلیں ۔ اور حریم اہل بیت میں جا کر بیٹھیں ۔

حُر نے حضرت سے عرض کیا کہ "ای امام انس و جان ! ای مالک دو جہان ! سب سے پہلے میں ہی آپ کے مقابلہ میں آیا تھا ۔ لہذا مجھے اجازت دیجئے کہ پہلے میں ہی آپ پر جان فدا کروں"۔

حضرت نے اوس کے معروضہ کو قبول فرمایا ۔ حُر نے میدان میں آکر تلوار کھینچی تو فریق مخالف کی آنکھیں کھل گئیں ۔ دیکھا کہ حضرت کا ایک ایک جان نثار ثانی رستم و اسفندیار ہے ۔ ان کا سامنا گویا ملک الموت کا سامنا ہے ۔ کسی کی اتنی ہمت نہیں پڑتی کہ مقابلہ کرے ۔ اون کو صاف نظر آگیا کہ یہ لوگ جینے سے ہاتھ دھو چکے ہیں ۔ اب ان کو ڈر کس بات کا ہے ۔ جب تک ہمارے بہت سے لوگ نہ مرینگے ان میں کا ایک بھی مارا نہ جائے گا ۔

آخر عمر ابن سعد کے حکم سے ابن حجاج اپنے میمنہ کی فوج کا پورا کالم بڑھا کر سامنے آیا ۔ اور پکار کر کہا "ای بہادران کوفہ ! یہ لوگ امیر شام کی مخالفت کر کے دین سے پھر گئے ہیں ۔ ان کو قتل کر ڈالو"۔

حضرت نے سنکر فرمایا ۔ "افسوس ہے کہ تم لوگون کو میرے ساتھ جنگ کرنے کی ترغیب دیتے ہو ۔ اور مجھے دین سے بیگانہ بتاتے ہو ۔ انشاء اللہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جب تن سے روح نکل جائے گی تو دوزخ مین کون جلتا ہو گا"

مگر سنتا کون تھا ؟ اپنے افسر کے حکم پر آگے بڑھ ہی گئے ۔ اون کو ذرا بھی خیال نہ آیا کہ یہ حملہ کس پر کیا جاتا ہے ۔ یہ تو وہی ہین جنکو پیغمبر نے اپنی گودی مین کھلایا تھا ۔ اور جنکو ہم نے سیکڑون خط لکھہ کر بڑی آرزو سے مہمان بلایا تھا ۔

جب انصار جان نثار نے دیکھا کہ یہ لوگ رکتے نہین ہین تو یہ بھی سب کے سب سیدھے ہو گئے ۔ اور دل کھولکر ایسا مقابلہ کیا کہ بایدو شاید ۔ دست بدست کی جنگ تھی ۔ وہ تلوار چلی ہے کہ فریق مقابل کے چھکے چھوٹ گئے ۔ ان بھوکے شیرون نے پانچ ہی منٹ مین سب کے ہوش اوڑا دئے ۔ اون کو بجز بھاگنے کے کچھ بن نہ پڑا ۔ اور بھاگے بھی تو ایسے بدحواس کہ یہان گرے وہان گرے سر کہین پانون کہین ۔ ہمارے بہادر غازیون کی تلوار نے اون کو اچھی طرح بھاگنے بھی نہ دیا ۔ اتنے بڑے معرکہ خونریزی مین جہان صدہا مقتولون کا کھیت تھا اودہر والون مین کا صرف ایک گرا تھا ۔ پلٹ کر دیکھتے ہین تو مسلم بن عوسجہ زخمون مین چور بے ہوش پڑے ہین ۔ اور حضرت اون کے سرہانے کھڑے ہین ۔ اون کی عمر کا یہ آخری وقت تھا جس مین وہ خدا سے اپنی لو لگا

چہرہ دیکھ رہے تھے ۔ اون کے طالع بیدار سے جب اونہیں جگایا تو حضرت کے جمال مبارک سے مشرف ہوئے ۔ یا یون کہئے کہ دیدار خدا نصیب ہوا ۔ پھر کچھ نہ تھا ۔ حضرت کے وفادار جان نثاروں میں یہ وہ بزرگوار ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بہشت کی سیر کی ۔

ان کے بعد بریر ابن حضیر ہمدانی نے حضرت کی اجازت لیکر میدان میں قدم رکھا ۔ یہ صاحب ایک زاہد برگزیدہ بزرگ سن رسیدہ تھے ۔ ان کے مقابلہ کو یزید بن معقل آیا ۔ اوس کو اپنی جوانی اور پہلوانی پر بڑا ناز تھا ۔ جب تلواریں میان سے نکلیں اور چلنے لگیں تو جوانی کی قلعی کھل گئی ۔ اور پہلوانی طاق پر رکھی رہی ۔ ان کی تلوار نے سارا دم و خم نکال دیا ۔ ایک ہاتھ میں چھ ہاتھ پر سر جا پڑا ۔

پھر بحیر ابن اوس سے مقابلہ ہوا ۔ اس کے ساتھ بھی خوب جھٹا پٹی ہوئی ۔ مگر چونکہ ان کی عمر اسقدر زور آزمائی کی متحمل نہ تھی اور اوس پر بھی ایک بار کر تھک گئے تھے دشمن کا ہاتھ روک نہ سکا ۔ بحیر نے قابو پاکر اونکا قصہ تمام کر دیا ۔

ان کے بعد وہب ابن عبداللہ کلبی نے میدان کارزار میں جاکر شجاعت کی خوب داد دی ۔ یہ رجز پڑھتا تھا کہ "ان تنکرونی فانا ابن کلبی سوف ترانی و ترون ضربی" اور حملہ کرتا تھا ۔ اوس کا حملہ ایسی بے جگری کا ہوتا تھا کہ کسی کو قدم جمانے کی مہلت نہیں ملتی تھی ۔ اور لئے پاؤں بھاگنا پڑتا تھا ۔ اسی دارو گیر میں وہ موقع پاکر اپنی ماں کے پاس آیا اور کہا

کیوں اماں جان! میری لڑائی دیکھی؟ اور خوش ہوئیں؟ اوس بہادر بی بی نے کہا۔ بیٹا! میں اوس وقت خوش ہونگی جبکہ تیری لاش حسین کے قدموں پر پڑی ہوئی دیکھونگی۔

ناظرین! آپ جانتے ہیں کہ یہ شیردل ایماندار نیک بی بی کون ہے؟ یہ وہی ہیں کہ جو اپنے شوہر کے ساتھ میدان جنگ میں لٹھہ لے کر گئی تھیں۔ اور اپنے شوہر عبید اللہ کلبی کو جنگ کی ترغیب دیتی تھیں۔ انہیں کا نام ام وہب ہے۔ یعنے ہمارے مجاہد وہب کی ماں۔

پنجتن پاک کی محبت ان کے دل میں کتنی تھی؟ اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ اپنے خاوند کو اور اپنے فرزند کو اس طرح کی ترغیب دینا انہیں کا حصہ تھا۔ کیا وہ نہیں جانتی تھیں؟ کہ خاوند کا اور فرزند کا قتل ہو جانا اون کی زندگی کو کسقدر نقصان پہونچانے والا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارا دل ایک عورت کے دل کے برابر بھی نہیں ہے۔ ہم لوگ مرد ہوکر اہل بیت کی محبت اوتنی نہیں جتا سکتے جتنی اوس ناکس وہن عورت نے جتائی ہے۔ اگر ہم اوس نیک بی بی کو ہزار جوانمردوں سے بڑھکر سمجھیں تو کچھ بیجا نہو گا۔ وہ سعادت مند فرزند پھر دوبارہ میدان جنگ میں گیا اور اپنی ماں کے کہنے کے موافق جان توڑ کر لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ اپنی جان دیدی اور اپنی ماں کی آرزو پوری کردی۔

کہتے ہیں کہ جب وہب کی لاش میدان میں پڑی تڑپ رہی تھی اوسکی دولہن سے صبر نہو سکا۔ دوڑ کر لاش پر جا پڑی۔ ساس اوس کو واپس

لانے چلی تھی کہ کسی سپاہی نے بہو کو مار ڈالا ۔ اب دولھا اور دولھن دونوں موت کے چھپر کھٹ میں باہم لپٹے ہوئے سو رہے ہیں اور ساس اون کے سر ہانے کھڑی رو رہی ہے ۔ یہ بھی ایک تماشا دیکھنے کے قابل ہو گیا ۔ رونے والے کو کون سمجھائے ؟

اس کے بعد عمر ابن خالد ازدی میدان میں کود پڑے ۔ اور خوب لڑے ۔ آخر کو شہید ہو گئے ۔

اون کے بعد اون کے فرزند خالد ابن عمر پہونچے ۔ اور فریق مخالف سے اپنے باپ کا بدلا خاطر خواہ لے کر اور جوانمردی کی داد دے کر بہشت کو روانہ ہوئے ۔

حضرت کے جان نثاروں میں اب تک جتنے لوگ شہید ہوئے اون کی جگہ خالی ہو گئی ۔ ان خوش قسمتوں کو تو اس سے بہتر جگہ حضرت کے دل میں یا خدا کے پاس مل گئی ۔ لیکن دشمنوں کے لیے اوسی طور پر جگہ کی قلت ہے جیسی پیشتر تھی ۔ باوجودیکہ ایک جماعت کثیر دنیا سے کوچ کر گئی تھی ۔ پھر بھی اون کی اتنی کثرت ہے کہ ایک پر ایک گرے پڑتے ہیں ۔ کربلا کا جنگل اون کے لیے حشر کا میدان ہو گیا ہے ۔ ان حشرات الارض کو خدا ہی فنا کرے تو کرے ۔ بیچارے مجاہدین تو کم کم ہو چلے ہیں ۔ اب ان کی بھرتی غیر ممکن معلوم ہوتی ہے ۔

اس کے بعد سعید ابن حنظلہ تمیمی حضرت سے اجازت لے کر نکلے ۔ یہ صاحب بہت ذی وقار تھے ۔ سب لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے ۔

جب یہ میدان مین آکر فوج مخالف پر جھکے ہین تو ایک تہلکہ پڑگیا ۔ سپاہیون کے ہوش باختہ ہوگئے ۔ یہ رجز پڑہتے تہے کہ " صبراً علی الاسیاف والسنہ صبراً علی الذی حول الجنہ " اور تلوار لگاتے تہے ۔ کس نے شمار کیا ہے کہ ان کے ہاتہ سے کتنے قتل ہوئے ؟ مگر بہت سی لاشین پڑی تہین اور سامنے ایک بہی کہڑا نہ تہا ۔

شمر نے جو یہ کیفیت دیکہی تو اپنے میسرہ کا کالم بڑہا کر حملہ کر دیا ۔ اصحاب شجاعت مآب پہر اکہٹے ہوکر سامنے آگئے ۔ یہ حملہ پیشتر کے حملہ سے زیادہ سخت تہا ۔ کیونکہ اس کالم کا افسر شمر تہا ۔ اوس کے سینہ مین سب سے زیادہ عداوت کی آگ بہڑک رہی تہی ۔ وہ چاہتا تہا کہ اس آگ کو اہل بیت کے خون سے بجہائے ۔ لیکن حضرت کے وفادار جان نثارون نے اوس کی خواہش کو پورا ہونے نہین دیا ۔ تلوارین کہینچ کہینچ کر آگے جو بڑہے تو حملہ آورون کی آنکہین بند کردین ۔ بجلی کی چمک کون دیکہ سکتا ہے ؟ بجلی جب چمکتی ہے تو آنکہ خود بخود بند ہوجاتی ہے ۔ دشمن ہزار کوشش کرتے تہے کہ ان کو ہٹا کر اپنا راستہ صاف کرلین ۔ مگر کچہ نہ ہوسکتا تہا ۔ یہ لوگ پیچہے ہٹنے کے بدلے آگے نہین بڑہے تہے ۔ جس طرح سمندر کی موجین پہاڑ سے ٹکر کہا کر پیچہے ہٹ جاتی ہین اوسی طرح غنیم کی فوج حملہ کرتی تہی اور پیچہے ہٹ جاتی تہی ۔ ان کی تلوار نے سب کو بتا دیا کہ میدان جنگ کچہ خالہ جی کا گہر نہین ہے ۔ یہان تو سر دینا پڑتا ہے ۔ حرکت مذبوحی کام نہین آتی ۔ تلوار کا سناٹا

ہوا کا بھی دم بند کیے دیتا تھا ۔ تمام میدان میں اسی کی ہوا بندھ گئی تھی وہ نہ سپر سے رکتی تھی نہ زرہ بکتر سے ۔ بدن سے یوں نکل جاتی تھی جیسے روح نکل جاتی ہے ۔

شمر نے جتنے دانت تیز کیے تھے وہ سب کھٹے ہو گئے ۔ آخر بھاگنا پڑا ۔ کچھ تو سیدھے عالم کا راستہ لیے ۔ کچھ دریا کے اوس پار ہو گئے ۔ غرض میدان جنگ خالی اور خدا کا فرمان پورا ہو گیا جو فرمایا ہے کہ ''کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله'' ''بعض چھوٹی جماعت خدا کے حکم سے بڑی جماعت کو زک دیدیتی ہے''

ہمارے فتح نصیب غازی سب کے سب صحیح و سلامت پلٹ کر حضرت کے پاس آگئے ۔ اوس وقت جو خوف و ہراس افسران فوج کے دلوں میں سمایا تھا اوس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ۔ سب کے ہوش و حواس غائب تھے ۔ چہروں پر مایوسی چھاگئی تھی ۔ عالم حیرت میں صورت تصویر خاموش کھڑے تھے ۔ اس چھوٹی سی خدا دوست جماعت پر کامیابی کی امید کوسوں دور نظر آتی تھی ۔

عمر ابن سعد نے جب فوج کا یہ حال دیکھا تو سوچنے لگا کہ اب کیا تدبیر کرنی چاہیے جس سے اس جماعت پر قابو چلے ۔ اگر باضابطہ جنگ کی جائے تو امید نہیں کہ ہماری فوج ان کے مقابلہ میں ٹھہر سکے ۔ آخر الامر اوس نے حکم دیا کہ پانچسو تیر انداز تیر اندازی کریں ۔

اس حکم کے موافق حضرت کی جماعت پر تیروں کا مینہہ برسنے لگا ۔ ...

بہت سے گھوڑے ضائع ہوگئے۔ انصار تھوڑے تھے۔ رسنے جو یہ حال دیکھا تو بہت جھلائے اور پیادہ پا مقابلہ کرنے کو آمادہ ہوگئے۔ جو شخص سب سے پہلے اب کی دفعہ پیادہ پا میدان جنگ مین نکلا وہ بہادر حُر تھا۔ وہ سپاہ دشمن پر حملہ کرتے وقت یہ رجز پڑھتا تھا کہ "ان تعقروابی فانا ابن الحر۔ اشجع من ذی لبدۃ ہزبر" میدان جنگ گویا حُر کی شکارگاہ تھا۔ جس کو تاکا پھر اوس کو جیتا نچھوڑا۔ جس پر ہاتھ پڑتا تھا وہ ڈہیر ہوجاتا تھا۔ کسی کو اتنی جرات نہ ہوتی تھی کہ مقابلہ مین آئے اور بازی لے جائے۔

ایک طرف تو یہ ہنگامہ ہو رہا تھا۔ دوسری طرف عمر ابن سعد کے حکم سے شمر نے حریم اہل بیت کا رخ کیا۔ سپاہی خیمون کی رسیان کاٹنے لگے اور خود شمر نے حضرت کے خیمہ کو نیزہ سے پھاڑ ڈالا۔ اور چاہتا تھا کہ اوس مین آگ لگادے۔

حرم اہل بیت جو اوس خیمہ مین تھین گھبراکر باہر نکل پڑین۔ زہیر ابن القین نے اپنے ساتھیون سے سمیت ایک سخت حملہ کرکے اون کو ہٹایا۔ اس مین ایک شخص شمر کی طرف کا ماراگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ ہمارے خیمے جلاتے ہین تو جلانے دو۔ وہ ہمارے خیمے نہین جلاتے بلکہ وہ اپنے جسم و جان کو دوزخ مین جلاتے ہین۔

اب دن ڈہل گیا۔ نماز جمعہ کا وقت آگیا۔ ہمارے نمازی پرہیزگار ناظرین کو تیار ہوجانا چاہیے۔ حضرت امام حسین کی یہ آخری نماز ہے۔

پہر ہم کو اون کے ساتھہ نماز پڑہنے کا موقع کہان ملنے والا ہے ۔ لو! وہ سنو!
حضرت کے دائرہ مبارک مین اذان ہو رہی ہے ۔ مقتدیان سعادت آثار
متردد ہین کہ نماز اس وقت کیسے ادا ہوگی ۔ دشمن چارون طرف سے
حملہ کر رہے ہین ۔ دم لینے کی فرصت نہین
حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ان لوگون سے کہو کہ ہمکو نماز پڑہنے
کی مہلت دین ۔ جب اون سے یہ بات کہی گئی تو حصین ابن نمیر نے
جواب دیا کہ اب نماز پڑہنے سے کیا فائدہ ہے ۔ تمہاری نماز کچہ قبول
نہین ہوتی ۔
اوس وقت حبیب ابن مظاہر کو غصہ آگیا ۔ اور کہا غضب خدا کا!
پیغمبر کے نواسے کی نماز قبول نہین ہوتی اور تم جیسے گدہون کی نماز
قبول ہوتی ہے ۔ ذرا تو خدا سے ڈرو!
اتنا کہہ کر تلوار کہینچی ۔ حالانکہ وہ بہت ضعیف اور نحیف تھے ۔
اون کی عمر اور اون کی ناتوانی اون کو جنگ و جدل کی اجازت نہین دیتی
تہی ۔ لیکن حضرت کی محبت کے جوش نے اون کو جوان بنا دیا ۔ اونہون
نے یہ رجز " انا حبیب و ابی مظہر ۔ فارس ہیجا و حرب تسعر ۔
و انتم اوفر عدۃ و اکثر ۔ و نحن اوفی منکم و اصبر ۔ و نحن اعلی حجۃ و اظہر
حقا و اتقی منکم و اطہر ۔ " کہتے ہوئے دلیرانہ حملہ کر کے ایک سپاہی کو جان
سے مار ڈالا دوسرا جوان کی بازو پر کہڑا تہا اوس نے دہوکہ سے ایک وار
تلوار کا ان پر رسید کیا جس کے صدمہ سے یہ گر پڑے ۔ اوٹہنا چاہتے

ستھے کہ حصین ابن نمیر نے لپک کر ایک وار اور لگایا ۔ اور ایک تیسرے نے اون کا سر کاٹ لیا ۔ ان کے شہید ہو جانے سے حضرت کو بڑا رنج ہوا ۔ یہ صاحب حضرت کے بچپن کے دوست تھے ۔

جبکہ افسران فوج سے نماز کی مہلت نہ ملی اور وہ بدستور جنگ پر مستعد رہے تو حضرت نے اپنے غلام سلیمان اور فیروزان کو اور جوین غلام ابی ذر غفاری کو (جو حضرت کی خدمت مین بطریق ہدیہ آیا تھا اور حضرت نے اوس کو آزاد کر دیا تھا) نماز کی حفاظت کے لیے مامور کر کے خود اپنے اصحاب کے ساتھہ نماز کو کھڑے ہو گئے ۔ جب تک نماز ہوتی رہی تینون آدمی میدان جنگ مین اپنے قدم جمائے رہے ۔ جو کچھ تیر و سنان کی بوچھار ہوتی یا تلوار کی مار پڑتی تھی اوس کے لیے اپنے جسمون کو سپر بنائے رہے یہان تک کہ حضرت کے نماز سے فارغ ہونے تک یہ تینون زخمون مین چور ہو کر فرش زمین بن گئے ۔

یہ نماز حالت خوف و اضطرار مین خدا خدا کر کے ادا ہوئی ۔ بعد فراغت نماز حضرت نے اون کی طرف توجہ فرمائی ۔ دیکھا تو کچھ رمق جان باقی تھی ۔ اور ہونٹھ ہل رہے تھے ۔ کسی نے اون سے سرگوشی کی تو یہ کہتے سنا کہ "خداوندا ! ہم تیرے پیغمبر کے نواسے کے غلام ہین ۔ ہم نے آج تک اپنے مقدور بھر اون کی خدمت گذاری مین کوتاہی نہین کی ہے ۔ اور اب جان بھی اونہین کے قدمون پر تصدق کرتے ہین ۔ اس کا معاوضہ ہم کچھ نہین چاہتے بجز اس کے کہ دوسرے عالم مین ہم کو ان کی خدمت نصیب ہو ۔

اور ہمیشہ ان سکے نام کہلائینگے ۔ حضرت نے اون سکے حق مین دعائے خیر فرمائی ۔

اس کے بعد حرؔ نے پھر میدان جنگ کا قصد کیا ۔ اور زہیر ابن القین بھی اوس کے ساتھ ہو گئے ۔ چونکہ اب جنگ کا منہ بلند بگڑ گیا تھا اور مجاہدون کی قلت سے میمنہ اور میسرہ کا لحاظ باقی نہ رکھا تھا ۔ لہذا مقابلہ مین بے ترتیبی واقع ہو گئی ۔ ایک طرف حرؔ نے حملہ کیا تو دوسری طرف زہیر ابن القین جھک پڑے ۔ ہر ایک اپنی اپنی کوشش مین مصروف اور ایک دوسرے کے حال سے بے خبر ہو گیا ۔ ایسے اندھا دھند معرکہ مین جہان ہزارہا آدمی شمشیر بکف ہون کون کسی کی خبر لے سکتا ہے ؟ اور خصوص ایسے موقع مین جبکہ دو طرف دو ہو گئے ہون ۔ دونون کو یہی دُھن تھی کہ بس چلے تو سب کو کاٹ کر پھینکدین ۔ دونون جری اور نامور سپاہی ۔ ایسے لوگ آگے پیچھے نہین دیکھا کرتے ۔ لڑنے سے کام ہے اور بس ۔ ہم نہین کہہ سکتے کہ ہمارے ان دونون بہادر غازیون نے صف اعدا پر کیسی قیامت ڈہائی ۔ مگر تلوار کی ایک جھنکار تھی کہ سنائی دیتی تھی ۔ آخر کو معلوم ہوا کہ حرؔ ایک غول مین گھر گیا ۔ اور دشمن چارون طرف سے اوس پر ٹوٹ پڑے جس مین اوس کا کام تمام ہو گیا ۔

پھر اوس کا بھائی مصعب اور اوس کا فرزند علی اور اوس کا غلام عزّہ ایک کے بعد ایک میدان کارزار مین گئے اور خاطر خواہ لڑ بھڑ کر جام شہادت نوش کیے ۔ اس کے بعد عبد اللہ ابن عبد الرحمن یزنی میدان مین نکلے اور

اپنی شجاعت سے جوہر دکھا کر بہشت کو سدھارے ۔

ان کے بعد یحیی ابن سلیم مازنی نکلے ۔ انہوں نے بھی اپنا حق جان نثاری ادا کر کے بہشت کو رونق بخشی ۔

ان کے بعد مالک ابن مالک نکلے ۔ اور لڑتے لڑتے وہ بھی شہید ہو گئے ۔

ان کے بعد عمر ابن مطاع جعفی اور یزید ابن مہاجر نکلے اور اپنی بہادری کا ڈنکا میدان جنگ مین بجا کر ایک کے بعد ایک شہید ہو گئے ۔

اس کے بعد زہیر ابن القین نے دوبارہ میدان جنگ مین قدم رکھا ۔ اور تیغ و سنان سے خوب کام لیا ۔ اثنائے جنگ مین ایک تیر ایسا کاری اون کے لگا کہ جس کے صدمہ سے وہ گر پڑے ۔ اور گرے بھی تو حضرت کے قدمون کے پاس ہی گرے ۔ اوس وقت اون کے چہرہ کی بشاشت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی ۔ حضرت کے قدم پکڑے ہین اور کہتے ہین کہ اُسی قدم کے طفیل سے ایک روز جناب رسول خدا کے سامنے جاون گا ۔ اور شفاعت کا خواستگار ہونگا ؛

اتنے مین دو شخص فوج مخالف سے آگے بڑھے اور ان کو شہید کر ڈالا ۔

اس کے بعد نافع ابن ہلال نکلے ۔ ان کو فن تیر اندازی مین بڑی مشاقی تھی ۔ اور دور دور تک ان کا نام تھا ۔ ان کے پاس زہریلے تیر تھے ۔ انہون نے اون تیرون سے بارہ آدمی دشمنون کے مارے ۔ اور بہت سے لوگون کو زخمی کیا ۔ یہ رجز پڑھتے تھے کہ " ارمی بہا معلما افواقہا ۔

و النفس لا ینفعہا شقاقہا ۔ انا الخلی انا علی دین علی ۔ " اور تیر چلاتے تھے ۔ آخر دشمنوں نے ہر طرف سے اون کو گھیر لیا ۔ انہوں نے دیکھا کہ اب تیر سے کام نہیں چلتا ۔ تلوار اوٹھا کر ایک طرف جھک پڑے اور بے انتہا کوشش کرنے لگے ۔ یہاں تک کہ زخموں میں چور ہو گئے اور دونوں ہاتھ کٹ گئے ۔ ایک آدمی گو وہ کیسا ہی دلاور کیوں نہو ۔ ہزاروں سے سر بر نہیں ہو سکتا ۔ رستم کا نام سنتے ہیں ۔ لیکن ہمارا ایک ایک غازی اگر سچ پوچھو تو رستم سے بڑھ کر تھا ۔ رستم کبھی تین دن بھوکا پیاسا ہو کر اس طرح جان توڑ کر نہ لڑا ہو گا ۔ اور کسی جنگ میں بغیر مدد فوج شاہی کے اس قسم کی بے سر و سامانی اور مایوسی کی حالت میں کسی شاہی فوج سے مقابلہ نہ کیا ہو گا ۔

جب یہ صاحب بے دست و پا ہو گئے تو شمر نے ان کو پکڑ کر عمر ابن سعد کے پاس لے گیا ۔ تمام کپڑے اور ڈاڑھی خون سے سرخ ہو گئی تھی ۔ عمر نے پوچھا ۔ کیا تم کو اپنے حال پر افسوس نہیں آتا ؟ اونہوں نے جواب دیا کہ میں نے تمہارے بارہ آدمی جان سے مارے ہیں اور زخمیوں کی تو گنتی نہیں ۔ خدا کی قسم ! اگر میرے ہاتھ اور بازو باقی رہتے تو تم نے دیکھا ہوتا کہ ابھی کتنے مارے جاتے ۔ اہل بیت رسول کی مدد کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے ۔ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے ؟ کیا تم مسلمان نہیں ہو ؟ شمر نے عمر سے کہا ۔ یہ شخص بڑا مغرور ہے ۔ اس کو قتل کرنا چاہیے ۔ عمر نے کہا ۔ تو نے ہی اس کو پکڑ لایا ہے اب تو ہی اس کو

قتل کر. شمر نے تلوار کھینچی تو نافع نے کہا. اے شمر! اگر تو مسلمان ہوتا تو غور کرتا کہ ہمارا خون ناحق کیا رنگ لائیگا. انشاء اللہ تعالی. دیکھنا! ہمارا خون رائیگان نہ جائیگا. شمر نے کچھ خیال نکیا اور سر کاٹ لیا.

اس کے بعد جناده بن حارث اور اون کے فرزند عمر ابن جناده ایک کے بعد ایک نکلے اور اپنی جانین خاندان پیغمبر پر نثار کر دین.

اس کے بعد عمر ابن قرظه انصاری اور عبد الرحمن ابن عروه ایک کے بعد ایک نکلے اور حق جان نثاری ادا کر کے بہشت مین چلے گئے.

حضرت نے دیکھا کہ اپنے ساتھہ والے ایک پر ایک قتل ہوتے چلے جا رہے ہین اور ان لوگون کو کچھ خیال ہی نہین آتا کہ یہ کرتے کیا ہین اور اس کا انجام کیا ہوگا. اور یہ بھی خیال آیا کہ ایسا نہو اس اندھا دھند معرکہ مین کوئی غفلت سے پھنس جائے. لہذا آپ نے ایک مشفقانہ آواز سے ندا کی کہ آیا کوئی دیندار بندہ خدا کا ایسا بھی ہے جو اہل بیت نبوت کے کام آئے اور ان لوگون کو سمجھائے اگرچہ یہ ندا سب کے کان مین پہونچی مگر اوس کا اثر صرف ایک یزید ابن حارث کے دل پر پڑا. اوس کا نور ایمان جو غفلت کے پردے مین چھپا ہوا تھا یکایک چمک اوٹھا. آواز کے ساتھہ ہی وہ فوج شام سے یون نکل پڑا جیسے بجلی ابر مین سے تڑپ کر نکلتی ہے. گھوڑا بڑھا کر حضرت کے سامنے آکھڑا ہو گیا اور دست بستہ عرض کیا کہ اے فرزند رسول خدا! اے خامس آل عبا! مین نے بڑی خطا کی جو اب تک آپ کے دشمنون کا ساتھہ دیا. اب مین دل سے توبہ کر کے رجوع لایا ہون. اور عفو کا طالب ہون. وہ کون ایسا کم نصیب تھا

جو آپ کے گھر سے ناکام پھرا ہے ؟ یقین ہے کہ اسی گدڑی کی ادنی توجہ سے منزل مقصود کو پہونچ گئے ۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ میرا اس برے حال پر رحم فرماکر میرا قصور معاف کر دینگے تو خدا بھی معاف کرے گا ؛

یہان تو دریائے رحمت موج زن تھا ہی فوراً اوسکا قصور معاف کر دیا گیا ۔ معافی کا فقرہ سنتے ہی اوسنے ادہر سے ادہر گھوڑے کی باگ موڑ دی ۔ اور دشمنان اہل بیت پر جا پڑا جہانتک اوسکے دست و بازو نے یاری دی نیزہ و شمشیر سے کام لیا ۔ آخر اپنی جان دیدی ۔

اس عرصہ مین شمر اپنی فوج آگے بڑہا کر حضرت کے قریب پہونچ گیا ۔ اب حضرت کے اصحاب کم رہ گئے تھے ۔ ان کی صف بالکل خالی نظر آتی تھی ۔ کوئی پانچ سات تن باقی تھے ۔ ان مین اتنی قدرت کہان ۔ جو ہزارون کو روک سکین ۔ ناچار انھون نے آپس مین عہد کر لیا کہ حضرت کے سامنے کھڑے ہو جائین اور اپنی جان دیدین ۔ تاکہ وہ ناشدنی حادثہ جو پیش آنے والا ہے اپنی آنکھ سے نہ دیکھنے پائین ۔ سبحان اللہ ! انکی ہمت اور انکی محبت کو دیکھنا چاہیے ۔ انکے پرجوش دلون کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے ؛ جبکہ بیشمار خونخوار فوج سمندر کی موج کیطرح سر پر آجائے تو دو چار آدمیون کا جراءت کر کے جان پر کھیل جانا کوئی دل لگی نہین ہے ۔

ہماری نازک خیال شاعر کہان ہین ؟ آجتک مضامین عشقیہ مین بارہا شمع و پروانہ اور گل و بلبل کی مثالین دیدیکر ہمکو حیرت مین ڈالتے تھے ۔ اب آو ! ہم دکھاتے ہین کہ بلبلان گلشن رسالت اور پروانہائے شمع امامت کس طرح جانبازی کرتے ہین ۔ اور فرضی مثال کو کیونکر واقعی بناتے ہین ۔ جسطرح پروانہ شمع پر جان دیتا ہے

یا بلبل گل پر نثار ہوتا ہے ۔ اوسی روش پر ایک ایک انصار حضرت کے سامنے آتا ہے اور سلام کر کے اپنی جان حضرت کے قدموں پر فدا کرتا ہے ۔

پہلے عبدالرحمن اور عبداللہ فرزندان عبد، غفاری نے آگے بڑھ کر آداب بجا لایا اور عرض کرنے لگے کہ ہمکو بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ ہم آپکی سپر بنکر سامنے کھڑے ہوجائیں ۔ اور حتی الامکان اس بلائے بیدرمان سے آپ کو بچائیں ۔ ہمارا دل کبھی اس امر کی برداشت نہیں کرسکتا ۔ کہ خدانخواستہ کوئی صدمہ آپ کی ذات کو پہونچے اور ہم جیتے رہیں ۔

حضرت نے فرمایا "مرحبا ! تمہاری ذاتی شجاعت اور تمہاری خاندانی شرافت اور تمہاری سچی محبت یہی چاہتی ہے کہ تم ہر وقت اور ہر حالت میں ہمارے ساتھ رہیں"

اب یہ دونوں نوجوان حضرت کے سامنے کھڑے ہیں اور اوس انبوہ کو روک رہے ہیں جو ایک طوفان بلاخیز کے مانند تیر و سنان کے ساتھ چلا آرہا ہے ۔ بھلا ! ایسے ریلے کہیں ایک دو سے رک سکتے ہیں ؟ اوسکا روکنا کیسا ۔ وہ خود اپنے آپکو بھی روک نہ سکے ۔ بے انتہا حرب و ضرب کے بعد فردوس بریں کو پہونچ گئے ۔

ان باقیماندہ جان نثاروں میں ایک عابس ابن شبیب تھے ۔ جنکی شجاعت اور بسالت کے تمام ملک حجاز و عراق میں ڈنکے بج گئے تھے ۔ اور کئی معرکوں میں اچھے اچھے نامی سپاہی ان کی تلوار کا لوہا مان گئے تھے ۔

یہ بھی حضرت کے سامنے آئے ۔ اور سلام کرکے عرض کیا ۔ "یا اباعبداللہ ! قسم ہے اوس پاک پروردگار کی جس نے آپکے نانا کو پیغمبر بنایا ۔ تمام روئے زمین پر اس وقت آپ سے بہتر کوئی نہیں ہے ۔ اور نہ کوئی آپ کا ہمسر ہے ۔ اگر میرے پاس

اپنی جان سے زیادہ عزیز کوئی اور چیز ہوتی تو وہ بھی آپ پر تصدق کر دیتا ۔ آپ گواہ رہیں ۔ میں دل سے اقرار کرتا ہون کہ میں ہمیشہ کے لیے آپ کا طرفدار ہون "
اتنا کہہ کر صف اعدا کے سامنے کھڑے ہوگئے ۔ بلوائیوں نے انکو جو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے ۔ ارے! یہ تو وہی عابس ہے جسکی سپاہ گری کی اکثر معرکون مین دھوم مچی تھی انکو ہٹانا ذرا مشکل کام ہے بس دور ہی سے ان پر تیر باری کرنی چاہیے ۔
عابس نے جو یہ صورت دیکھی تو تلوار کھینچ کر اون پر جھپٹے ۔ اور کوئی دو سو آدمی سے زیادہ سامنے دھر لیے ۔ وہ آگے آگے بھاگ رہے ہیں اور یہ اون کے پیچھے لگے ہیں ۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہرنون کی ڈار شیر کے سامنے سے چوکڑیان بھرتی ہوئی بھاگ رہی ہے ۔ جب میدان خالی ہو گیا تو پھر چارون طرف سے فوج نے اون کو گھیر کر شہید کر ڈالا ۔
اس کے بعد یزید ابن زیاد کنانی آداب بجا لا کر حضرت کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے ۔ انکو فن تیراندازی میں بڑا کمال تھا ۔ جس وقت چلہ میں سوفار جوڑ کر کمان کھینچی تو قادر اندازی نے آگے بڑھ کر ہاتھ چوم لیا ۔ انکے بے خطا نشانہ نے پانچ آدمیون کو تو ہدف تیر اجل بنا دیا ۔ اور بہت سے لوگون کو مجروح کیا ۔ غرض کوئی تیر ان کا خالی نہ گیا ۔ جب ترکش خالی ہو گیا تو آسمان کی طرف سر اوٹھا کر کہا ،، خداوندا! تو حاضر و ناظر ہے میں حسین کی طرف ہون اور انہیں کی رفاقت میں جان دیتا ہون ۔ تو میرا حشر ان کے ساتھ کر "
ہنوز یہ دعا ختم نہوئی تھی کہ دشمنون کا ہجوم ہو گیا ۔ کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو ان پر نہ چلا ہو ۔ آخر ان کا بھی خاتمہ ہو گیا ۔

اسکے بعد حنظلہ بن سعد بجلی حضرت کے سامنے آئے ۔ اور فوج مخالف کی جانب مخاطب ہوکر کہا۔ "اے قوم جفا کار! تمکو یاد ہے کہ نوح کے وقت طوفان کیون آیا تھا؟ اور عاد و ثمود کی قوم پر کیسا قہر الہی نازل ہوا تھا؟ خدا سے ڈرو! کہین تم پر بھی کوئی قہر نہ آجائے دیکھو! اہلبیت کے مقابلہ سے باز آو"۔

حضرت نے فرمایا ۔ "اے ابن سعد! یہ قوم عذاب الہی کی مستحق ہو چکی ہے ۔ انکو تمہاری نصیحت کوئی فائدہ نہین دیسکتی ۔ اب ان سے نیکی کی کیا امید ہے؟ انہون نے ہمارے کیسے کیسے نیکبخت پرہیزگار خدا پرست برادرون کو مار ڈالا ۔ اور اب ہماری جان لینے کو کھڑے ہین"۔

حنظلہ نے عرض کیا۔ "صدقت یا ابن رسول اللہ! اب مجھے بھی اجازت دیجئے۔ مین بھی اپنے بھائیون سے جا کر ملجاتا ہون"۔ آپ نے فرمایا۔ "جاو۔ تمہارے لیے خدا نے ایک ایسا مقام مقرر فرمایا ہے جو دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے"۔

حنظلہ یہ بشارت پاتے ہی حضرت کو سلام کرکے مخالفون کی طرف رخ کیا ۔ اور اپنی تمامتر کوشش جدال و قتال مین صرف کردی ۔ آخر وہی ہونا تھا جو اون کے ساتھیون کے لیے ہوا۔

اسکے بعد سیف ابن حارث ابن سریع اور مالک ابن سریع حضرت کے قدمون پر گر پڑے اور رونے لگے ۔ یہ دونون صاحب آپس مین چچا بھتیجے تھے ۔ آپ نے رونیکا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم آپ کے لیے روتے ہین ۔ ہم دیکھتے ہین کہ آپکو دشمنون نے گھیر لیا ہے کوئی آپکی مدد کرنیوالا باقی نہین رہا ۔ اور ہمکو اونکے دفع کرنیکی قدرت نہین ۔ حضرت نے اونکو دعا دی اور فرمایا۔ "ہمارا خدا مددگار ہے ۔ تم جاو ۔ ہم بھی تمہارے

پیچھے آ سکتے ہین "

وہ دونون صاحب سلام کرکے دشمنونکی صف مین گھس گئے ۔ کہان تک لڑین ۔ کس کس کو مارین ؟ دشمن گویا ٹڈی دل تھے اور یہ صرف دو تن ۔ لڑتے لڑتے آخر جانین دیدین ۔

ان کے پیچھے اب کوئی نہین رہا جو غنیم سے لڑنے کو جاتے ۔ تمام اصحاب و انصار کا خاتمہ ہوگیا ۔ سب کے سب اہل بیت رسول کی محبت مین جان فدا کر گئے ۔ اور اوس وعدہ کے مستحق ہو چکے جو اہل بیت کی محبت اور اطاعت کرنے والون کے باب مین خدا نے فرمایا ہے کہ " ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیہا حسنا " "جو شخص ان کی اطاعت کریگا اوس کو بڑہتا اجر ملیگا " واہ ری خوش قسمتی ! ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔

گیارہواں باب

نیزوں کی پھل سے پھولتی ہر شاخسار ہے
باغ محمدی میں ستم کی بہار ہے

زمانہ کی کج رفتاری اکثر لوگوں کی زبان پر آیا کرتی ہے۔ کیوں؟ کیا یہ ساری دنیا کا دشمن ہے؟ کیا یہ خدائی کا مالک ہے؟ ایسا تو نہیں ہو سکتا پھر یہ کیا بات ہے؟ جس کو دیکھو اسکا شاکی۔ جو ہے اس سے ناراض۔ بات یہ ہے کہ زمانہ ایک حال پر نہیں رہتا۔ ہمیشہ ایک نیا رنگ بدلتا ہے۔ یہی اسکی شکایت کا موجب ہے۔

زمانہ کیا ہے؟ ایک وقت کا نام ہے جس میں دنیا کے کاروبار چلتے ہیں۔ اس کے رنگ بدلنے کے یہ معنے ہیں کہ اون کاروبار میں تغیر و تبدل پیدا ہو جاتے ہیں جس وقت اس تغیر و تبدل کا اثر انسان کے حالات پر پہونچتا ہے تو بمقتضائے طبع بشری ناگوار گزرتا ہے۔ اور بفحوائے آیۂ کریمۂ ویدع الانسان بالشر دعاءہ

بالخیر" انسان برائی مانگنے لگتا ہے جیسا کہ وہ بھلائی مانگتا ہے" جب انسان اپنے لیے بد دعا کرنے کو نہین چوکتا ہے تو زمانہ کو برا کہنا کون بری بات ہے. اگر سچ پوچھو تو ہماری شکایت بھی کچھ بیجا نہین ۔ دیکھیے! ابھی کل کی بات ہے کہ بارگاہ نبوت مین کل ممالک عرب اور عجم کی گردنین جھکتی تھین ۔ یہی ہمارے حضرت امام حسین تمام اسلامی دنیا کے تاج سر اور نور نظر تھے ۔ وہ کون ایسا مسلمان تھا جو ان کے آستانہ پر سر نہین جھکایا ؟ آج انہین مسلمانون نے ان کے ساتھ کوئی دقیقہ بے مروتی کا اوٹھا نہین رکھا ۔ جنگل مین گھیر کر براہ فریب تمام یار و انصار اور خدم و حشم کو تہ تیغ کیا ۔ اور پھر اوسی طرح شمشیر بکف آمادہ قتل کھڑے ہین ۔ اب حضرت کی خدمت مین سوائے ایک شخص کے جس کا نام سوید ابن عمر تھا کوئی نہین ہے ۔ اسی کو نیرنگ زمانہ کہتے ہین ۔

جب کہ تمام اعوان و انصار قتل ہو چکے تو اب اون لوگون کی باری آئی جن کو خاندان نبوت سے واسطہ ہے اور جو خاص امام حسین کے قرابت دار ہین ۔ ان بزرگوارون نے دیکھا کہ اب بجز ہمارے دوسرا کوئی نہین رہا جو حضرت کے کام آئے ۔ لہذا سب کے سب مستعد ہو گئے ۔

سب سے پہلے حضرت کے بڑے فرزند علی اکبر رخصت لینے کو سامنے آئے ۔ ان کی عمر بائیس سال کی تھی اور جناب رسول خدا سے مشابہ تھے ۔ اوس وقت کی کیفیت کچھ نہ پوچھیے ۔ حریم اہل بیت مین ایک قیامت برپا ہو گئی ۔ ایک طرف بی بی زینب کھڑی رو رہی ہین اور فرماتی ہین کہ مین نے بائیس برس تمہاری خدمت اور ناز برداری اسلیے نہین کی تھی کہ تم میری

آنکھون کے سامنے مارے جاؤ ۔ اور مجھے عمر بھر خون رولاو "۔ بی بیو ! خدا لگتی کہو ۔ میرے نانا رسول خدا کی صورت پھر کہان نظر آئے گی ۔ ایک طرف بی بی شہر بانو منہ تکتی ہین ۔ وہ تو نہ روتی ہین نہ کچھ کہتی ہین ۔ ایک سکتے کا عالم ہے ۔ اون کے دل کا حال اون کا چہرہ بتا رہا ہے ۔ ہائے ! یہ تو اون کے پروان چڑھنے کے اور ارمان نکلنے کے دن تھے ۔ کیسا غضب ہو گیا کہ مان باپ سے رخصت لے کر قتل ہونے کو چلے ہین ۔ یہ انبوہ کثیر اور یہ تنہا تن بتقدیر ۔ بچنے کی کوئی امید نہین ۔ ہائے ! ان ظالمون سے کون کہے گا کہ اپنے پیغمبر کی صورت کا تو لحاظ کرو ۔ تمام بی بیان اطراف کھڑی رو رہی ہین ۔ نہ ان کو روک سکتی ہین نہ رخصت کر سکتی ہین ۔ سب کے چہرون پر عالم مایوسی برس رہی ہے ۔ حضرت بھی خاموش کھڑے ہین ۔ کچھ نہین کہتے ۔ کیا کہین ؟ بیٹے کو کس طرح مرنے کی اجازت دین ؟ کون باپ ہوگا کہ جوان بیٹے کا قتل ہونا گوارا کریگا ؟ غضب کی مجبوری انتہا کی مایوسی ہے ۔ آخر پیغام اجل نے اوس وقت کے سکوت کو توڑا ۔ لشکر مخالف سے "ہل من مبارز" کی آواز بلند ہوئی ۔ علی اکبر حضرت کی قدمون پر گر پڑے اور عرض کرنے لگے کہ مخالفین کی شوخی حد سے گزر گئی ۔ وہ ہم کو مجبور سمجھ کر آوازے کسنے لگے ہین ۔ للہ اجازت دیجئے ۔ مین اس قسم کے طعنون کی زیادہ برداشت نہین کر سکتا ۔ حضرت نے ایک آہ کھینچکر اون کو اجازت دی ۔ مگر ساتھ ہی اوس کے آنکھون مین آنسو بھر آئے ۔ اور آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ "اللھم اشھد علی ھولاء القوم فقد ابرز

الیہم فقد برز الیہم اشبہ الناس خلقاً و خُلقاً و منطقاً برسولک و کنا اذا اشتقنا الی نبیک نظرنا

الی وجہہ " خداوندا ! تو گواہ رہنا [illegible] کہ ان لوگوں کے مقابلے میں وہ [illegible]

جو تمام مخلوق میں بلحاظ صورت کے اور سیرت کے اور بات چیت [illegible]

پیغمبر سے بہت مشابہت رکھتا ہے اور جب ہم لوگ پیغمبر کے دیکھنے

کے مشتاق ہوتے تھے تو اس کے چہرہ انور کو دیکھ لیتے تھے

[illegible] کہتا ہے کہ حضرت [illegible] بیٹھ جاتے تھے اور آسمان کی طرف

سر اٹھا کر فرماتے تھے کہ [illegible] تو گواہ رہنا [illegible]

[illegible] پیغمبر کی امت پر فدا کر دیا ہے ۔

علی اکبر جب بیتاب ہو کر میدان میں آئے تو سب کو معلوم ہو گیا کہ گویا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس تشریف لائے ہیں ۔ کسی کو ان کے

مقابلے کی جرات نہ ہوئی ۔

[illegible] ابن سعد نے دیکھا کہ کوئی [illegible] ان کے سامنے نہیں جاتا تو اس نے

[illegible] کالم کو حکم دیا کہ ان کو چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر ڈالیں ۔

[illegible] آگے بڑھتا تھا کہ علی اکبر نے تلوار کھینچ کر کہا ۔ " انا علی ابن الحسین ابن علی

۔ نحن و بیت اللہ اولی بالنبی ۔ تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی ۔ کیف

ترون ستری عن ابی " اور حملہ کر دیا ۔ جس طرف جھکتے تھے صف کی

صف چوپٹ ہو جاتی تھی ۔ تلوار اگر بجلی تھی تو گھوڑا ہوا تھا ۔ وہ جھکتے

پیشتر گرتی تھی ۔ اور یہ سانس لینے نہیں دیتا تھا ۔ اس [illegible]

[illegible] لوگ ہارے گئے ۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک سو [illegible]

آدمی قتل ہو چکے ۔ اور جو باقی رہے وہ بھاگ گئے جب وہاں تنہائی کی ۔ تو سمجھے

تو پیاس لگی جب دیکھا کہ اب کوئی سامنے نہیں ہے تو پلٹ کر حضرت سے

پاس آئے اور ... سے گھبرا یا زخموں میں چور ہیں تشنگی ... بہت

ہے اور تشنگی کی شکایت کرنے لگے ۔ حضرت نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ

اے بیٹا ان پر نظم تو سب جانتے ہیں کہ اس وقت ایسا سوال بے محل ہے مگر چونکہ

خدا کے ... چاہتے ہیں کہ وہ دانا ... ہے ... کی تعمیل ضرور ہے ۔ آؤ

ہم تمہارا سوال پورا کر دیتے ہیں ۔ جب علی اکبر حضرت کے قریب ہوئے

تو آپ نے اپنی زبان مبارک اون کے منہ میں دی جس سے علی اکبر

کی تشنگی رفع ہو گئی ۔ فائدہ

اس کے بعد علی اکبر پھر میدان میں تشریف لے گئے ۔ اب کے دفعہ

میں بھی بہت سے لوگ ان کی تلوار کے نذر ہوئے ۔ کہتے ہیں کہ اس دفعہ

اسی آدمی مارے گئے ۔ تمام فوج میں تہلکہ پڑ گیا ۔ دشمن سامنے سے

بھاگے چلے جاتے تھے اور یہ اون کے پیچھے شیر کے مانند جھپٹے جا رہے تھے ۔

فائدہ ۔ یہ معجزہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو وراثتاً حضرت امام حسین کو پہونچا تھا ۔ دشت کربلا میں جب اہل بیت پر پانی کی کشش ہوئی اور اطفال حرم محترم پیاس کے مارے بیتاب ہونے لگے تو ان بچوں پر زیادہ سختی گزرتی تھی حضرت اون کے منہ میں اپنی زبان دیتے تھے ۔ اور اون کی تشنگی رفع ہو جاتی تھی ۔ ... علی اکبر نے بھی حضرت سے اپنی تشنگی کی شکایت کی تھی ۔ منہ

یہان تک کہ قلب لشکر مین گھس گئے ۔ پھر تو سارا لشکر اون کو گھیر لیا چارون طرف سے تلوار اور نیزے ان پر چلنے لگے ۔ تمام بدن زخمون مین چور ہوگیا ایک پر ان کا ہاتھ چلتا تھا تو دس کے ان پر ہاتھ پڑ جاتے تھے ۔ کس کس کو روکین اور کس کس سے مقابلہ کرین ؟ ایک سر ہزار سودا کی مثال پوری ہوگئی اس مین منقذ بن نعمان نے ایک نیزہ پشت مین ایسا مارا کہ سینہ سے پار ہوکر سامنے نکل آیا ۔ اور ایک دوسرے نے سر پر تلوار کا ایسا گہرا زخم لگایا کہ سر پھٹ گیا ۔ علی اکبر حالت غشی مین گھوڑے کی گردن سے لپٹ گئے اور گھوڑا اون کو لے کر بھاگا ۔ فوج کی کثرت کے باعث گھوڑے کو کہین راستہ نہین ملتا تھا ۔ ادھر ادھر دوڑتے دوڑتے ایک طرف سے نکل کر جنگل مین ہوگیا ۔ اب علی اکبر کی غشی حد سے تجاوز کر کے بستر مرگ پر پہونچا دی ۔ اور وہ گھوڑے سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑے ۔ اب گھوڑا ان کے اطراف چکر لگا رہا ہے اور پکارتا جاتا ہے ۔ مگر وہان کون دیکھنے والا تھا ؟ جو اس حالت کو دیکھے اور حضرت کو اطلاع دے ۔ مگر تعلق دلی کب چھوٹ سکتا ہے ؟ علی اکبر کی محبت نے حضرت کے دل کو خبردار کر دیا ۔ میدان جنگ خالی اور فوج کو سکون کی حالت مین دیکھ کر سمجھ گئے کہ علی اکبر کا خاتمہ ہوگیا ۔ فرزند کی تلاش مین ۔ نہین نہین ۔ فرزند کی لاش کی تلاش مین گھوڑا اڑا کر میدان جنگ مین گئے ۔ مقتولون مین کہین پتہ نہین لگا ۔ حیران ہوکر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگے ۔ کہین سراغ نہین ملا ۔ آخر لشکر کے باہر چلے ۔ دیکھین ۔ کہین جنگل مین تو نہ پڑے ہون ۔ جنگل مین پہونچے تو

حضرت کا گھوڑا بھڑک گیا ۔ ہزار طرح سے سمجھاتے ہین ۔ روکتے ہین ۔ مگر نہ وہ مانتا ہے نہ رُکتا ہے ۔ ایک سرپٹ مین اوس مقام پر جا پہونچا جہان علی اکبر کا گھوڑا چکر لگا رہا تھا ۔ حضرت نے گھوڑے کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ میرا لعل گم شدہ یہین ہے ۔ قریب جا کر دیکھا تو رمق جان باقی ہے ۔ اب ہم کیا بتائین کہ حضرت نے کیا دیکھا ؟ وہ ظالم نیزہ علی اکبر کے کہان لگا ۔ اور کس طرح جگر کو توڑ کر سینہ سے پار ہوا ۔ اور وہ صورت جو ہمشکل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھی جلاد کی تیغ سے کیسی دو پیکر ہوئی ۔ اور وہ جسم نازنین جو پھول سے زیادہ نرم و نازک تھا تلوار کے زخمون سے کیسا چور چور ہوا ۔ جن زخمون کے لیے سوزن عیسی یا مرہم کافور چاہیے تھا اون مین خار مغیلان یا ریگ بیابان بھری ہے ۔

حضرت نے جو یہ حالت اپنے لخت جگر نور نظر کی دیکھی تو بے اختیار زبان سے نکل گیا کہ خدا اوس کو ہلاک کرے جس نے تیرا یہ حال کیا ۔ ان لوگون نے کتنی بڑی جرأت کی ہے کہ اپنے پیغمبر کے خاندان پر ہاتھ صاف کیا ۔ اب دنیا میری آنکھون مین نیست و نابود ہے ۔

حضرت امام حسین لاش کے پاس زمین پر بیٹھ گئے ۔ اور اپنا ہاتھ علی اکبر کی پیشانی نورانی پر رکھ کر آہستہ آہستہ درود پڑھنے لگے "اللہم صل علی محمد" چاہتے تھے کہ "و علی آل محمد" کہین ۔ مگر زبان رُک گئی ۔ آواز بند ہو گئی ۔ پھر ضبط کر کے کہا کہ خداوندا ! تو جس کا پردرد و بھیجتا ہے اوس کی آل کا یہ حال ہے ۔" یہ آواز علی اکبر کے کان مین پہونچی تو آنکھ کھول دی ۔ اور کہا ۔

[illegible] بابا جان! [illegible] رسول خدا کھڑے ہیں [illegible]
[illegible] پی لیا۔ [illegible]
[illegible] آپ کے لیے رکھے ہیں [illegible]
[illegible] منتظر ہوں گے

[illegible] علی اکبر نے آنکھ بند کر لی۔ گویا سو گئے۔ اب حشر کے روز اوٹھینگے۔ حضرت وہاں سے اوٹھے اور علی اکبر کی لاش کو اونہیں کے گھوڑے پر ڈال کر خیمۂ حرم سرا کے دروازہ پر لائے۔

بی بی زینب دور سے لاش کو آتی ہوئی دیکھ کر بے تحاشا گھبرا کر سر برہنہ نکل پڑیں۔ اور ماتم کرنے لگیں۔ اون کے ساتھ تمام مخدرات حرم محترم کا شور بکا بلند ہوا۔ اور ایک کہرام مچ گیا۔ حضرت نے اپنی بہن کو سمجھا کر اور اون کو اپنی عبا اوڑھا کر خیمہ میں لے گئے۔ اور سب کو صبر و شکر کی تلقین فرمائی۔

اس کے بعد عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی نوبت آئی۔ وہ بھی اسی طرح میدان جنگ میں جا کر اور فوج مخالف سے لڑ کر شہید ہو گئے۔

اس کے بعد عون اور محمد فرزندان عبداللہ بن جعفر طیار میدان میں نکلے۔ یہ دونوں صاحبزادے بی بی زینب کے لخت جگر تھے۔ ان کی عمر بارہ بارہ تیرہ تیرہ برس کی تھی۔ مگر لڑے اوسی طرح جیسے کوئی جوان سپاہی لڑتا ہے۔ پھر وہ دونوں بھی ایک ساتھ بہشت کو سدھارے

اس کے بعد عبداللہ اور عبدالرحمن اور جعفر فرزندان عقیل نکلے۔ ان کے

سیدون مین پہلے سے اپنے بھائی مسلم کے قتل ہونے کی آتش آگ بھڑک رہی تھی اوسپراس غضبناک واقعہ نے تیل کا کام کیا۔ پھر کیا تھا آپ ایسا دل کھول کر لڑے ہین کہ باید و شاید۔ فوج مخالف نقش دیوار کی طرح منہ دیکھتی رہ گئی۔ اور انہون نے اوس کی صورت بگاڑ دی۔ آخر وہ دونون بھی شہید ہو گئے۔

اس کے بعد قاسم بن امام حسن نکلے۔ ان کی عمر چودہ برس کی تھی۔ نہایت حسین مہ جبین گلفام نازک اندام تھے۔ کہتے ہین کہ ایک پہلوان نامی ارزق شامی سامنے کھڑا تھا۔ اور اوس کے چار بیٹے جوان جوان داہنے بائین سپر تلوار لیے ہوئے جنگ پر تلے کھڑے تھے۔ جب قاسم سیدان مین آئے تو عمر ابن سعد نے ارزق سے کہا۔ دیکھو! یہ ہاشمی لڑکا کتنی جرارت کا ہے۔ ہزارون سے آنکھ نہین جھپکتی۔ جاؤ۔ اس کو مار لو۔ ارزق نے اپنے ایک بیٹے سے کہا۔ تمہارے لیے یہ ایک چھوٹا سا شکار ہے جھپٹ کر لے لو۔ اوس نے سمجھا کہ یہ ایک کم سن لڑکا ہے اسکا مار لینا کوئی بڑا کام نہین ہے۔ مگر قاسم کی شجاعت کب مانتی تھی کہ اس بات کی برداشت کرے۔ تڑسے بول اوٹھے کہ تم کیون نہین آتے؛ ذرا سامنے آکر ہاشمیون کی تلوار کو دیکھو کہ کس گھاٹ پر اوتارتی ہے۔ ہم اگرچہ پیاسے ہین مگر تم کو تو خون مین نہلا دینگے۔ ارزق نے کہا۔ مجھے بچون سے لڑنے کو شرم آتی ہے۔ اگر علی ہوتے تو البتہ اون سے مقابلہ کرتا۔ وہ میری برابری کے تھے۔ تم کو تو میرا لڑکا ہی بہت ہے۔

اتنے مین ازرق کا ایک بیٹا سامنے آیا ۔ ان سے اون سے دو دو چار چار ہاتھہ ہو گئے ۔ وہ بھی اپنے کو بچا لیا ۔ اور یہ بھی اوس کے وار خالی کر دیتے ۔ آخر کار قاسم کا ایک ہاتھہ ایسا بھر پور پڑا کہ گردن قلم ہو گئی ۔

یہ کیفیت دیکھہ کر اوس کا دوسرا بھائی لپکا ۔ وہ بھی ان کے ہاتھہ سے مارا گیا ۔ پھر تیسرا بھائی آیا ۔ قاسم کی تلوار نے اوس کا بھی کام تمام کر دیا ۔ پھر چوتھا آیا ۔ وہ بھی اپنے بھائیون کے پیچھے چلا گیا ۔

اب ازرق بذات خود تڑپ کر نکلا ۔ چارون بیٹون کے مارے جانے سے اوس کا دل جل گیا تھا ۔ بن بلائے موت کا مہمان ہو گیا ۔ وہ ایک خرانٹ جہاندیدہ ۔ بیسیون جگہ تجربہ اوٹھایا ہوا ۔ اور یہ بالکل ناتجربہ کار ۔ کبھی گھر سے باہر نہین نکلے ۔ نکلے تو ابھی نکلے ۔ اس پر کم سن بلکہ یون کہنا چاہیے کہ بالکل بچپن ۔ گویا ہونٹھون کا دودہ اب تک نہین سوکھا تھا ۔ انکی نسبت ازرق کا خیال کوئی بیجا نہ تھا ۔ لیکن خدا کی قدرت ۔ یا ان کے گھر کا معجزہ تھا کہ دو چار ہاتھہ آپس مین ہو کر قاسم کا ایک ہاتھہ اوس کے سر پر پڑ گیا ۔ بس عقل حیران ہے کہ فولادی خود اور چار آئینے کٹ کر پہلو سے ایسا نکل گیا جیسا مسکے مین سے بال نکل جاتا ہے ۔

اس ضرب نے جناب مشکل کشا کا وہ ضرب یاد دلا دیا جو جنگ خیبر مین مرحب پر پڑا تھا ۔ ازرق تو وہ ہو کر زمین پر گر پڑا مگر ساتھہ ہی اوس کے ان کا جھوک اس طرح نکلا جس طرح ہاتھہ خالی جانے سے جھوک نکل جاتا ہے ۔ قاسم سنبھلنے نہ پائے تھے کہ خود عمر ابن سعد نے قابو پا کر تلوار کا ایک ہاتھہ سر پر مار دیا ۔

جب وہ کے صدمہ سے قاسم زمین پر گر پڑے ۔ اور حضرت کو پکارتے ۔ حضرت نے دوڑ کر عمر بن سعد پر ایک وار کیا ۔ اوس نے اپنے بائیں ہاتھ پر روکا تو قلم ہو گیا ۔ پھر تو بہت سے لوگ دشمن کے دوڑ پڑے اور قاسم کے جسم کو تلواروں سے چور چور کر دیا ۔ حضرت نے قاسم کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو صرف اون کے پانون ہلتے تھے ۔

اس حادثہ سے حضرت کو بڑا رنج ہوا ۔ اور فرمایا ۔ "بہت دور ہو گئی خدا سے وہ قوم جس نے تجھے قتل کیا ہے ۔ تیرے مدعی حشر کے روز تیرے نانا ہون گے ۔" پھر فرمایا ۔ "اب کیا فائدہ ہے ۔ میرا درد دل نہ یہ سنتا ہے نہ کچھ جواب دیتا ہے ۔ کیا کیا جائے ۔ دشمن تو بہت ہین اور مدد کرنے والا کوئی نہین رہا ۔"

اتنا کہہ کر قاسم کی لاش کو اوٹھایا ۔ دل قابو مین نہ تھا ۔ ہاتھ پانون یاری نہین دیتے تھے ۔ لاش پوری نہ اوٹھہ سکی ۔ پانون زمین پر گھسٹتے تھے ۔ اس حال سے حرم سرا کے دروازہ پر پہونچے اور بآواز بلند کہا ۔ "قاسم کی مان سے کہو ۔ اپنے فرزند کا آخری دیدار دیکھ لین ۔"

حریم اہل بیت مین اس سانحہ سے جو کچھ شور و شین ہوا اوس کا حال کس طرح بیان کیا جا سکتا ہے ۔ خصوصاً وہ دلہن جو قاسم کی شادی کے متعلق تھا ۔ شادی کا سارا سمان اوس وقت بند ہو گیا جو بموجب وصیت امام حسن کے امام حسین کی بڑی صاحبزادی بی بی فاطمہ کبری کے ساتھ قرار پائی تھی ۔

قاسم کی مان کہتی ہین ۔ بی بہو ! دولہا برات چڑھ کر آیا ہے ۔ دیکھو تو ۔ براتی کیسے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین ۔ رنگ مین کیا ڈوبے ہون کہو ۔ لہو مین نہائے ہین ۔ دولہا سر سے پانون تک پھولون کے عوض لعل و یاقوت کا زیور پہنا ہے ۔ ہار گجرے یہ ہیان زیب بدن ہین ۔ منہ پر تلوار کا زخم تو سب پر طرہ ہے ۔ مین قربان اسہرا کتنا پیارا ہے ۔ بجائے مقیش کے تارون کے خون کی دہار اُن چاند سے منہ پر کیسے لہرا رہی ہین ۔ مہندی صدقے ہوئی ۔ یہ رنگ کہان سے لائے گی ۔ ہاتھ پانون سے خون ٹپک رہا ہے ۔ کیسی دہوم دہام کی شادی ہے ۔ ایسی شادی تم نے کبھی دیکھی ہے ؟ برابر تین روز تک بھوک پیاس کی دعوت ہوئی ۔ سارے کنبے کے لوگ وہ وہ غم کہائے ہین کہ حشر تک کی سیری ہو گئی ۔ آج جو تمہارا روز برات کا ہے ۔ کیسے کیسے چنے ہوئے جوانان بنی ہاشم بجائے بکرون کے ذبح ہو رہے ہین ۔ سنو تو ! جنگ کے نوبت نقارے کیسے دہون دہون بج رہے ہین ۔ کیسا شور و غل ہے کان پڑے آواز نہین آتی ۔ بی بہو ! یہ نئے طور کی شادی ہے ۔ ہان ہان ۔ قتل کے بیڑے سب کو پہونچ چکے ہین ۔ کوئی باقی نہین ۔ شربت خوری کی رسم تو سب پر بانٹ کر دی شربت شہادت شربت نبات کا مزہ دے رہا ہے ۔ جو پیتا ہے پھر بات نہین کرتا ۔ چپکے سے نقد جان نذر کر دیتا ہے ۔ ارے لوگو ! حضرت سے کہو ۔ دولہے کا باپ تو بہشت کو سدھارا ہے ۔ اب آپ ہی

دونون طرف کی رسمین کرین ۔ عورتون کی رسمین کون کرے گا ؟ بڑی سالی فاطمہ صغریٰ تو اپنے وطن مین ہے ۔ وہ یہان کیسے آسکتی ہے ؟ خیر ۔ چھوٹی سالی سکینہ ہی کو درمان٭ بنا دو ۔ مین اوس کا نیگ بھی اسی کو دیدون گی ۔ سالے کا حق دولہا کبھی بھول نہین سکتا ۔ علی اکبر کہان ہین ۔ اون سے کہو ۔ مین واری ۔ تم زیادہ اصرار نکرو ۔ دولہے کو اندر آنے دو ۔ کیا دولہن کا بناؤ سنگار اب تک نہین ہوا ؟ تخت عروسی پر لاکر کیون نہین بٹھا دیتے ؟ جہیز کا سامان باہر کیون نہین نکالتے ؟ مین کب تک انتظار کرون ؟ ہماری سمدھین ہم سے کیون رُس گئین ؟ بات تک نہین کرتین ۔ اچھا ! مین بھی علی اکبر کی شادی مین نہ آون گی ۔ ای بہر ! یہ کیسا شرمیلا دولہا ہے ۔ آنکھین بند کئے مسکراتا پڑا ہے ۔ شادی کی خوشی کس کو نہین ہوتی ؟ مگر دولہا اتنا نہین شرماتا ۔ میرے لال ! اوتمہاری مان صدقے گئی ۔ کب سے کھڑی پکار رہی ہے ۔ اوٹھو ۔ آرسی مصحف بیچ مین رکھکر ذرا دولہن کا منہ تو دیکھ لو ۔ اگر اب نہ دیکھو گے تو کیا حشر کے روز جنت مین دیکھو گے ؟ دولہن کے ساتھ ابھی سے ایسی بے مروتی

٭ درمان اوس عورت کو کہتے ہین جو بیاہ کی رسومات مین مقدم گردانی جاتی ہے ۔ اور تمام رسوم اوسی کے ہاتھ سے ادا کیے جاتے ہین ۔ یہ خدمت عموماً اوس عورت کو ملتی ہے جو کہ دولہا یا دولہن کی قریب کی رشتہ دار ہوتی ہے ۔ جیسے مان یا بہن وغیرہ ۔ منہ ۔

اچھی نہین ۔ کیون؟ روٹھہ کیون گئے؟ (بہت سو چکے) ذرا اوٹھہ بیٹھو ۔ (ہاتھہ پکڑ کر کھینچتی ہین) اے ہے! یہ کیسی قیامت کی نیند ہے؟ کتنے دن جاگے تھے؟ کروٹ تک نہین بدلتے؟ ارے لوگو! تم تو ہی جگاو ۔ وقت ہاتھہ سے جاتا ہے ۔" یہ فقرہ غضب کر دیا سب کے سب بے اختیار چلا اوٹھے ۔

جب قاسم کو رو چکے تو اون کے دوسرے بھائی عبداللہ اور ابوبکر اور حسن مثنیٰ میدان جنگ کو روانہ ہوئے ۔ اون کی مان پر اب یہ دوسری مصیبت ہے ۔ تینون فرزند ایک ساتھہ مرنے کو چلے ہین ۔ امام حسن کا گھر خالی ہو رہا ہے ۔ غور کرنے کا مقام ہے ۔ بی بی فاطمہ زہرا کی روح پر کس قدر صدمہ ہوگا ۔ اگر وہ آج زندہ رہتین تو ناظرین اون کی حالت دیکھتے ۔ اولاد کے مرنے کی آگ بہت بری ہوتی ہے ۔ سب کو معلوم ہے کہ مان باپ کا دل جل کر کباب ہو جاتا ہے ۔ جینے کا مزا جاتا رہتا ہے ۔ یہان تو ایک نہین ۔ دو نہین ۔ چار نہین ۔ دُکھہ نہین ۔ آزار نہین ۔ ننھے بچے نہین ۔ دودھ پیتے نہین ۔ بارہ پندرہ بیٹے ۔ جوان جوان ۔ اچھے نیچے ۔ ہاتھہ مُنہ کو آئے ہوئے ۔ ہونہار کم سن پھولنے پھلنے کے دن ۔ تلوار کی دہار پر ایک ہی روز ۔ ایک ہی وقت ۔ ایک کے پیچھے ایک کٹ کٹ جا رہے ہین ۔ کوئی پوچھتا نہین کہ ایسے ہونہار پودے کیون کاٹتے ہین؟ کوئی بولتا نہین کہ غریب مظلوم مسافرون پر ایسا ظلم کیون کرتے ہین؟ کیا غضب کی بات ہے ۔ لکھنے والے کا جگر پھٹتا ہے

سننے والے کو رونا آتا ہے۔ پہر فرماتے کہ مان باپ کا دل کیا کہٹتا ہوگا؟ افسوس! ہزار افسوس!

غرض وہ تینون بہائی اجل کے سامنے گئے اور ہاشمی شجاعت اور حیدری سطوت دکہاکر راہی فردوس برین ہوئے ∴

اس کے بعد حضرت کے بہائیون کی نوبت آئی۔ پہلے عبداللہ ابن علی اون کے بعد عثمان ابن علی۔ اون کے بعد جعفر ابن علی۔ اون کے بعد محمد ابن علی۔ اون کے بعد ابوبکر ابن علی۔ اون کے بعد عون ابن علی اون کے بعد اصغر ابن علی میدان کارزار مین آتے گئے اور زور ید اللہی دکہاکر

∴ میدان جنگ مین حسن مثنیٰ بہت سے زخم کہاکر لاشون مین پڑے تہے مگر کچہ ایک رمق جان باقی تہی۔ جس وقت عمر ابن سعد کے حکم سے دوسرے روز سب شہیدون کے سر کاٹنے لگے تو اسماء ابن خارجہ نے انکو زندہ دیکہہ کر سپاہیون سے کہا کہ میری خاطر سے ان کو چہوڑ دو۔ مین ان کو ابن زیاد کے سامنے لے چلتا ہون اگر ابن زیاد کو ان کے حال پر رحم آگیا اور جان بخشی کی تو خیر ورنہ اوس کو اختیار رہے جو چاہے کرے۔ یہ شخص حسن مثنیٰ کا مامون تہا۔ اوس کی خاطر سے ان کا سر اوتارا نہین گیا۔ اور راوس نے ان کو کوفہ کو لیجاکر ابن زیاد سے سفارش کی۔ ابن زیاد نے کہا۔ اچہا ابی حسان کی خاطر سے اوس کے بہانجے کو چہوڑ دو۔ اس طرح سے حسن مثنیٰ کی جان بچ گئی۔ خدا کو منظور تہا کہ امام حسن کی اولاد دنیا مین باقی رہے۔ آگے چل کر حضرت امام حسین کی صاحبزادی فاطمہ کبریٰ کی شادی ان کے ساتہہ ہوئی۔ منہ۔

نوبت بہ نوبت جام شہادت نوش کرتے گئے ۔

ان سب کے بعد عباس ابن علی علمدار نے قصد فرمایا ۔ یہ ثانی اسد اللہ تھے ۔ کشیدہ قامت ۔ سہی بالا ۔ قمر طلعت ۔ جوان رعنا ۔ لوگ ان کو ماہ بنی ہاشم کہتے تھے ۔ ان کی بہادری اور سپاہ گری کا تمام عرب اور عجم میں چرچا تھا ۔ صورت میں ۔ سیرت میں ۔ شجاعت میں ۔ مہابت میں بحکم "الولد سر لابیہ" بالکل حضرت علی مرتضیٰ کے مشابہ تھے ۔ جس وقت یہ میدان جنگ میں چلے ہیں حرم اہل بیت میں "العطش العطش" کا شور ہو رہا تھا ۔ حضرت کی چھوٹی صاحبزادی بی بی سکینہ جنکی عمر چار سال کی تھی دوڑ کر عباس کا دامن پکڑ لیں ۔ اور چھوٹے چھوٹے ہاتھ جوڑ کر بہت ہی عاجزی سے کہنے لگیں ۔ "چچا میں صدقے ۔ آتے آتے میرے لیے ذرا سا پانی لیتے آنا ۔ پیاس سے جان جا رہی ہے ۔ دیکھو تو ۔ میرے منھ سینے سوکھ گئے ہیں ۔ کب سے پانی نہیں ملا ۔ کیا تم کو ذرا بھی ترس نہیں آتا ؟"

لڑکی کی باتوں سے عباس کا دل قابو میں نہ رہا ۔ بے اختیار آنسو ٹپک پڑے ۔ اب نہ دل مانتا ہے ۔ نہ لڑکی مانتی ہے ۔ عجب کشمکش میں گرفتار ہیں ۔ جھوٹھ موٹھ سمجھا نہیں سکتے ۔ نہر سے پانی لا نہیں سکتے ۔ کریں تو کیا کریں ۔ لڑکی کو دیکھتے ہیں تو چہرہ باسی پھول کی طرح اوداس سا ہے ۔ پیاس کے مارے انتہا درجہ بدحواس ہے ۔ پانی کو دیکھتے ہیں تو لوہے کے قلعہ میں نظر بند ہے ۔ اوس کا توڑنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے ۔

آخر لاچار ہو کر کہا "اچھا۔ مشکیزہ تو لاؤ۔ اگر پانی مل گیا تو لائینگے نہیں تو پھر تمہیں منہ نہ دکھائینگے"

لڑکی کے چہرہ پر اتنی ہی بات سے تازگی آگئی۔ اوس نادان معصوم کو معلوم تھا کہ پرسوں انہیں نے پانی لاکر سب کو پلایا تھا۔ اب بھی ضرور لائینگے۔ خوشی خوشی دوڑ کر مشکیزہ اوٹھا لائی۔

عباس نے اپنے علم کے برابر مشکیزہ بھی کندھے سے لگا لیا۔ اور حضرت سے رخصت ہونے کو آئے۔

حضرت نے عباس کو اس ہیئت سے آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ "ای سقائے اہل بیت! کیا تم بھی ہم کو چھوڑ دیتے ہو؟ اب ہمارا مددگار تمہارے سوا کے کون رہا ہے؟"

یہ فقرہ عباس کے دل میں نشتر کی طرح چبھ گیا۔ ایک آہ جگر سوز کھینچ کر کہا۔ "خداوند نعمت! میں آپ کا خانہ زاد ہوں۔ آپ نے بچپن سے میری پرورش فرمائی۔ چھوٹے سے بڑا کیا۔ میں بھائی نہیں آپ کا غلام جاں نثار ہوں۔ غلاموں کا کام ہے کہ اپنے آقا پر جان تصدق کریں۔ وقت پر کام آئیں۔ حق نمک ادا کریں۔ اب اس سے بڑھ کر خدانخواستہ وہ کونسا وقت آئے گا جس کے بیچ میں آپ کا حق نمک ادا کروں۔ مجھے تو لازم تھا کہ سب سے پہلے اپنی جان آپ کے قدموں پر نثار کرتا۔ مگر خدمت علمداری اس کی اجازت نہیں دی۔ جب فوج کٹ گئی تو علم بیکار ہو گیا۔ اب مجھے کوئی عذر باقی

باقی نہیں رہا ۔ لہذا اجازت دیجیے ۔

حضرت نے فرمایا ۔ عباس ! تم ایسی باتیں نکرو ۔ میرا کلیجا پھٹتا ہے ۔ تم ہمارے والد کی یادگار ہو ۔ جب مین تم کو دیکھتا ہون تو والد کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہے ۔ میرے بیٹے علی اکبر کا داغ کیا کچھ کم ہے ؟ جو تم اپنی جدائی کا داغ دیتے ہو ۔ آخر ہمارے بعد بھی تو عورتون بچون کو کوئی سنبھالنے والا چاہیے ۔ ہم کو پہلے مرجانے دو ۔ پھر تم کو اختیار ہے

عباس نے عرض کیا ۔ خدا مجھے وہ وقت نہ دکھائے کہ آپ کی لاش اپنی آنکھون سے دیکھون ۔ علی اکبر کی لاش جو مین نے دیکھی ہے وہی بس ہے ۔ وہ تو خون مین نہا کر جنت کو سدھارے ۔ اور مین عرق ندامت مین ڈوب گیا "

" ادھر یہ باتین ہو رہی تھین ادھر لشکر مخالف سے ہل من مبارز کے نعرے کیے جانے لگے ۔ عباس بہ منت حضرت سے رخصت لیکر میدان مین آئے ۔ لشکریون نے ان کو چارون طرف سے گھیر لیا ۔ عباس نے اون کو بہت ہی نرمی سے کہا " بھائی سنو ! مین تم سے لڑنے کو نہین آیا ہون ۔ میری خواہش صرف یہ ہے کہ تھوڑا سا پانی اس مشکیزہ مین بھر کر بچون کے لیے لے جاون ۔ چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے بیتاب ہو رہے ہین ۔ اگر قصوروار ہین تو ہم ہین ۔ ہم کو جو چاہو سو کرو ۔ مگر بچون نے کیا قصور کیا ہے ؟ وہ تو معصوم بیگناہ ہین ۔

اور تمہارے پیغمبر کے خاندان کے ہین ۔ ان کے حال پر تو رحم کرو"۔
مگر وہ کب سنتے تھے ؟ اس کے جواب مین تیر برسانے لگے۔
عباس کا ارادہ تھا کہ بہرصورت پانی ملنے کا کوئی راستہ نکل آئے پھر دیکھہ لیا جائے گا ۔ اب اون کی سرکشی جو دیکھی تو تلوار کھینچ کر ایک حملہ حیدری کر دیا ۔ چار ہزار سوار سامنے سے ایسے بھاگے جیسے شیر کے سامنے بکریان بھاگتی ہین ۔ جب میدان صاف ہو گیا تو نہر کی طرف رخ کیا ۔ مگر لب نہر پھر ان کو گھیر لیا ۔ عباس نے نیزہ اوٹھا کر پھر اون پر حملہ کرکے پراگندہ کر دیا ۔ اور نہر کے کنارے پر پہونچے ۔ چاہتے تھے کہ پانی مین اوتر کر مشک بھر لین ۔ اتنے مین اون لوگون نے پھر ہجوم کیا ۔ اب کی دفعہ تلوار سے اون کا مقابلہ کرکے اون کو پسپا کیا ۔ اس کشمکش مین اسّی آدمی فوج مخالف کے مارے گئے ۔ اور خدا کے فضل سے علی عباس اب تک محفوظ رہے ۔ اب خاطر جمعی سے نہر مین اوتر کر مشکیزہ بھر لیا ۔ اور چلّو مین پانی لیکر پینے کا ارادہ کیا ۔ مگر ساتھہ ہی اوس کے حضرت کی تشنگی اور اطفال اہلبیت کی بیتابی یاد آگئی ۔ دل سے کہا ۔ "وائے بر حال عباس ! جگر گوشۂ رسول مقبول راحت جان بتول تو پیاسا ہے اور مین پانی پیون ؟ اے نہر فرات ! تو مجھ پر حرام ہے ۔ جب تو امام دوجہان کے کام نہ آئی تو میرے کس کام کی ؟ ہاتھہ سے پانی پھینک کر مشکیزہ کندھے سے لگا لیا ۔ اور حرم سرا کی طرف رخ کیا ۔
عمر ابن سعد نے فوج کو للکارا ۔ دیکھو خبردار ! عباس کو جانے نہ دو ۔ انہون نے تم کو زک دیکر اپنا کام پورا کیا ہے ۔ اگر کچھ غیرت ہے تو چلّو بھر پانی مین ڈوب مرو ۔

اسپر سپاہی جوش مین آگئے ۔ تمام سوار اور پیادون نے اون کو اپنے حلقہ مین لے لیا ۔ ایک طرف سے تیر برستے تھے ۔ دوسری طرف سے نیزے چلتے تھے ۔ علی عباس ان سب کا مقابلہ کرتے جاتے تھے ۔ جدہر پھرتے تھے ایک دم سے سب کو بھگا دیتے تھے ۔ پھر وہ سمٹ کر آتے تھے اور چارون طرف سے ہتیار چلاتے تھے ۔ اب علی عباس زخمون مین چور ہو گئے ۔ ہر طرف کے بلوہ سے پریشان تھے ۔ اگر کوئی لڑنے والا سامنے آتے تو سپاہ گری کے جوہر دکہائین ۔ بزدل مکارون کا کیا علاج ہے ۔ سامنے ہوتے نہین ۔ پیچہا چھوڑتے نہین ۔ ان سے خدا سمجہے ۔ اتنے مین زید بن ورقا اور حکیم بن طفیل طائی نے دہوکا دیکر پیچھے سے ایک ضرب تلوار کی سیدہے شانہ پر لگا دی جس سے عباس کا سیدہا ہاتھ شانہ سے جدا ہو کر گر پڑا ۔ پھر عباس نے مشکیزہ بائین شانہ سے لگا کر بائین ہاتھ مین تلوار لی اور بائین ہاتھ سے دشمنون پر وار کرنے لگے ۔ پھر اوسی ظالم نے قابو کر کے بایان ہاتھ بھی شانہ سے اوڑا دیا ۔ اب عباس نے مجبور ہو کر مشکیزہ دانتون مین پکڑ لیا اور گھوڑے کو ایڑ کیا ۔ مگر نکل جانے کا راستہ نہ تھا ۔ دشمنون کو ان کے دونون ہاتھ کٹ جانے سے پورا قابو مل گیا ۔ ایک نے تیر مار کر مشکیزہ مین سوراخ کر دیا جس سے تمام پانی مشکیزہ سے بہ گیا ۔ ایک نے ان کے سینہ مین ایک تیر مار دیا جو پشت کی جانب سے پار ہو گیا ۔ ایک نے سر پر ایک گرز لگا دیا جس کے صدمہ سے بہت کرغش آ گیا ۔ اور گھوڑے سے جدا ہو کر زمین پر گر گئے ۔ اس وقت عباس کو اپنے مرنے کا اتنا غم نہ تھا جتنا پانی کے بہ جانے کا غم تھا ۔ اون کے دل پر

سکینہ کا پانی کو ترسنا نقش ہوگیا تھا ۔ دشمنون کو قتل کرنا ایک بات تھی اوس کی تو خوب دل کھول کر آرزو پوری کر لی ۔ مگر پانی کو بچانا دوسری بات تھی ۔ اس مین مجبور تھے کیا کر سکتے تھے ؟ آخر دشمنون کی بن آئی ۔ اون کو شہید کر ڈالا ۔

حضرت کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو گھوڑا اڑا کر سر نہر تشریف لے گئے ۔ وہان جا کر وہ کیفیت دیکھی جو کسی بھائی کو اپنے بھائی کی ایسی کیفیت دیکھنی نصیب نہو ۔ ہاتھ ایک طرف کٹ کر پڑے ہین ۔ مشکیزہ ایک طرف پھٹا ہوا پڑا ہے ۔ لاش ایک طرف خون بھری مٹی مین لت پت پڑی ہے ۔ تمام بدن زخمون سے چور چور ہے ۔ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے ہین ۔ علی عباس کی حالت پر حضرت کو رونا آگیا ۔ ہر چند ضبط کرنا چاہا مگر آنسو نہ تھمے ۔ بے اختیار نکل پڑے ۔ فرمایا کہ "الآن انکسر ظہری وقلت حیلتی" یعنے اب میری کمر ٹوٹ گئی اور کوشش بیکار ہوئی " ۔ لاش کو اوٹھا کر لانا چاہا ۔ لیکن زخمون کی اسقدر کثرت تھی کہ تمام بدن پاش پاش ہوگیا تھا ۔ اوٹھانے کا موقع بالکل نظر نہ آیا ۔ ناچار وہین چھوڑ کر اوٹھے ۔ اور اوسطے تو کمر پکڑ کر اوٹھے ۔

اگرچہ عباس حضرت کے علاتی بھائی تھے ۔ مگر حضرت کو ان سے دلی محبت تھی ۔ اور یہ بھی حضرت کے عاشق تھے ۔ باپ بیٹے معلوم ہوتے تھے ۔ جتنی محبت حضرت کو علی اکبر سے تھی اوتنی ہی عباس سے بھی تھی ۔ یہ اپنی اونتیس سال کی عمر مین کبھی حضرت سے جدا نہین ہوئے تھے ۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ عباس کا مارا جانا حضرت کو کسقدر رنج پہونچایا ہوگا ۔ اور اون کی والدہ ماجدہ ام البنین کا کیا حال ہوا ہوگا ۔

جس وقت اوسنے یہ خبر سنی ہوگی کہ اونکا ایسا شیر دل رشک ماہ کامل اونتیس سالہ بیٹا اور اوس کے ساتھ دوسرے تین بیٹے جوان جو ان ہمسر سالم و نریان چارون کے چارون لقمہ شمشیر اجل ہوگئے . اب اون کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی . گویا اون کی ترکیب سپاہ ستگی یہی چار عنصر تھے . جب چارون عنصر نکل گئے تو جسم ایک تودہ خاک سا ہوگیا . اے بخت نارسا ! تو نے اوس بیکس بیوہ کی ضعیفی پر کچھ بھی رحم نہ کیا . اب وہ رو رو کر اپنی جان دیدیگی . تیرا کیا جائے گا ؟ افسوس !

بارہوان پان

کیونکر نہ روئین ہم فلک بد سرشت کو
پامال کر دیا گل باغ بہشت کو

اب حضرت کے رفقاء اور اقرباء بالکلیہ سب کا خاتمہ ہو گیا۔ شطرنج کی بازی کی طرح ایک ایک کرکے تمام مہرے مارے گئے۔ عباس جو ایک فرزین کے طور پر تھے وہ بھی جاتے رہے۔ صرف حضرت بنفس نفیس باقی رہ گئے۔ توبہ توبہ امین نے بڑی غلطی کی جو شطرنج کی مثال دی۔ شطرنج مین تو بادشاہ کا بہت پاس ادب کیا جاتا ہے۔ اوس کی نسبت مارنے اور مرنے کا نام تک زبان پر نہین آتا ہے۔ یہان تو معاملہ برعکس ہے۔ اے میرے پیارے ناظرین! ذرا صبر کرو۔ دل کو قابو مین رکھو۔ اب میری زبان یاری نہین دیتی۔ مین کیسا کہون کہ اسکے بعد کیا ہوا۔ آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ خدا ناشناس لوگون سے پالا پڑا ہے۔ وہ تمام فوج اب حضرت پر تلوار اوٹھاتی ہے۔ کون حضرت؟ تمہارے دین و دنیا کے مالک

تمہارے یہ بھائی بھتیجے بھانجے اور بیٹے. تمہارے پیغمبر کے نواسے. خاتون جنت کے
عزیز ملے. پنجتن پاک کی آخری یادگار. حضرت امام حسین کی باری آئی ہے.
میدان کربلا میں حضرت تن تنہا کھڑے ہیں. آس پاس تمام عزیز و اقارب کی
لاشیں پڑی ہیں. رنج و ملال کا ایک ہجوم ہے. کوئی مونس ہے نہ غمخوار ہے.
جدھر نظر پڑتی ہے حسرت ہی حسرت کا کاروبار ہے. عزیزوں کا ایک ایک کرکے
سب کا قتل ہوجانا. بال بچوں کا جنگل میں بے سہارا رہ جانا دل کو پاش پاش
کر دیا ہے. درد جگر کس کو بتائیں؟ داستان غم کس کو سنائیں؟ تشنگی حد سے
گزر گئی ہے. تاب و توان جواب دے چکے ہیں. اتنے میں دور سے ایک
شتر سوار نظر آیا. وہ آتے آتے میدان کارزار میں پہونچا. دیکھا تو تمام لاشیں
پڑی ہیں اور ایک شخص بیچ میں کھڑا ہے. وہ حضرت امام حسین ہیں. مگر اوس نے
پہچانا نہیں اور نہ اوس کو اس ہنگامہ کی خبر تھی. بے دھڑک پوچھنے لگا. مدینہ کا
قافلہ آپ کو ملا تھا؟ اور آپ کو کچھ اس کی خبر ہے؟ کہ کہاں اترا ہے؟ حضرت
نے کہا. کیوں بھائی؟ کس لیے پوچھتے ہو؟ مدینہ کے قافلہ سے کیا کام
ہے؟ اوس نے کہا. میں ایک خط مدینہ سے لایا ہوں. حسین ابن علی
کے نام کا ہے. اون کی لڑکی نے دیا ہے. میں کسی کام کے لیے کوفہ جانے
کے ارادے سے نکل کر مدینہ میں پہونچا تو ایک مکان کے دروازہ پر ایک لڑکی کھڑی
تھی. کوئی چھ سات برس کی ہوگی. بہت ہی لاغر و ناتوان تھی. معلوم ہوتا
تھا کہ کچھ بیماری ہے. چہرہ اوداس تھا. آنکھوں سے انتظار کے آثار پائے
جاتے تھے. مجھے مسافرانہ ہیئت میں دیکھ کر پوچھنے لگی. بھیا تم کہاں

جا سے تیز ہو۔ مین نے کوفہ کا نام لیا تو اوس نے بہت ہی عاجزی سے کہا۔ "مین ایک خط دیتی ہون۔ راستہ مین تم کو مدینہ کا قافلہ ملے گا۔ اوس قافلہ کا سردار میرا باپ ہے۔ یہ خط اون کو دے دینا۔ اور زبانی اتنا کہدینا کہ تمہاری فاطمہ صغریٰ تم کو بہت یاد کرتی ہے۔"

حضرت نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔ "لاؤ بھئی! حسین ابن علی مین ہی ہون۔ اور مدینہ کا قافلہ (لاشون کی طرف اونگلی سے اشارہ کرکے) یہ پڑا ہے۔"

اوس نے خط دیکر پوچھا۔ "حضرت! یہ جنگ کیسی ہے؟ اور یہ فوج کس کی ہے؟" آپ نے فرمایا۔ "بھائی! یہ فوج امیر شام کی ہے۔ جنگ کا سبب نہ پوچھو۔ آگے چل کر تم کو خود بخود معلوم ہو جائے گا۔"

شتر سوار سلام کرکے آگے بڑھا۔ حضرت نے اوس خط کو کھول کر دیکھا تو جا بجا پانی کے دھبے پڑے ہین اور کچھ کچھ حرف پھیل گئے ہین۔ یہ ایک فطرتی امر ہے کہ دل کو دل پہچانتا ہے۔ حضرت کو فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ میری صغریٰ کے آنسو ہین۔ شاید اوس نے خط کو بار بار کھول کر دیکھا ہے۔ اور جوش محبت سے آنسو ٹپک پڑے ہین۔ اوس وقت حضرت کے دل کا حال کچھ نہ پوچھیے۔ کربلا کے میدان مین مدینہ آگیا۔ اپنا گھر۔ مسجد نبوی۔ رسول مقبول کا روضہ۔ اور جنت البقیع کا حظیرہ۔ سب نظر مین پھر گیا۔ ترک وطن۔ سفر کے رنج ومحن۔ کربلا کا رن۔ سب ایک ہو گیا۔ اور سینہ مین اسقدر آگ بھڑکی کہ آنکھون مین اندھیرا چھا گیا۔ اب نہ خط نظر آتا ہے۔

نہ ایک حرف پڑھا جاتا ہے۔ بارے بہزار وقت دل کو تھام کر غور کیا تو لکھا تھا۔ آپ نے چلتے وقت مجھے یہاں اکیلی چھوڑ دیا۔ میں رونے لگی تو آپ نے کہا تھا کہ گھبراؤ نہیں اپنی دادی کے پاس رہو۔ ہم تم کو جلدی بلا لینگے۔ اوس کو پانچ مہینے گزر گئے۔ مجھے بلانے کو کوئی نہیں آیا۔ اور تمہاری خبر بھی کسی نے نہیں لایا۔ میں روز دروازہ میں شام تک رستہ دیکھتی کھڑی رہتی ہوں۔ سارا دن یاد کر کرکے روتی ہوں دادی کہتی ہیں کہ بی بی روو نہیں۔ تمہارے باپ بھائی چچا سب کے سب خیر و خوبی سے جلدی آجائینگے۔ مگر میرا دل نہیں مانتا۔ سب لوگ یاد آتے ہیں۔ علی اصغر تو بہت ہی یاد آتا ہے۔ ارے اللہ! میں کیا کرون۔ مجھے رستہ معلوم ہوتا تو بھاگتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ میں صدقے ہوتی ہون۔ مجھے جلدی بلا لو۔ نہیں تو روتے روتے مرجاؤن گی"!

معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کی جدائی اور بھائی بہنوں کی تنہائی نے اوس کمسن لڑکی کے دل کو مسوس ڈالا تھا۔ دیکھو تو اس خط کے ہر ہر فقرہ سے کیسی مایوسی ٹپکتی ہے۔ اس خط نے حضرت کے دل کے ساتھ وہ کام کیا جو آگ کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ بے اختیار زبان سے نکل گیا۔ اے بدنصیب صغرے! تیری آرزو خاک میں مل گئی۔ تیرا باپ۔ تیرے بھائی۔ تیرے چچا اب تجھے کہاں مل سکتے ہیں۔

اوس مقام پر حضرت دیر تک سر بگریبان انواع و اقسام کے خیالات میں ڈوبے کھڑے رہے۔ اور لشکر مخالف بھی ایک سکوت کے عالم میں

تہا ۔ یکایک اس سکوت کو ایک بدبخت نے توڑا ۔ اوس نے پیچھے سے
آکر ایک تلوار ماردی جس سے عمامہ کٹ کر سر مبارک زخمی ہوگیا ۔ اور خون
بہنے لگا ۔ حضرت نے پلٹ کر دیکھا تو مالک ابن بشیر تہا ۔ جو ہاتہہ چلا کر
بہاگ رہا تہا ۔ آپ نے فرمایا ۔ خدا تیرا حشر ظالمون کے ساتہہ کرے ۔
جس ہاتہہ سے تو نے مارا ہے وہ ہاتہہ تیرے کسی کام پر نہ آسکے ۔

اوس وقت حضرت وہان سے نکلے اور خیمہ مین تشریف فرما ہوئے اور
اہل حرم سے رخصت ہونے اور الوداع کہنے لگے ۔ مین کیا بیان کرون
کہ حرم سرا مین عورتون پر کیسا صدمہ تہا ۔ اور ان کا کیا حال تہا ۔ بیکسی اور
تنہائی غضب کر رہی تہی ۔ اب تک اٹہارہ آدمی جو گہر کے مارے گئے تہے
اون کو کوئی نہین روتا ۔ سب کو سکتہ ہوگیا ہے ۔ حضرت کا جو سہارا تہا وہ
بہی اب نکلا جاتا ہے ۔ عورتون کی پردہ داری کس طرح ہوگی ؟ بچون کی
خبر گیری کون کرے گا ؟ عابد بیمار کی سنبہال کیسے ہوگی ؟ وطن جانے کی
کس کو امید ہے ؟ اب تو آبرو کے خیال مین جان کی بہی پروا نہین ہے ۔
ایسے موقع مین امام زین العابدین بحالت زار بچہونے سے اوٹہہ کر لڑکہڑاتے
ہوئے حضرت کے سامنے آئے اور کہنے لگے ۔ جتنے تندرست اور زوراور
تہے وہ تو سب مرچکے ۔ ایک مین بیمار اور ناتوان کیون باقی رہون ؟
جبکہ اس مصیبت مین علالت بہی ہے اور علالت مین صحت سے مایوسی ہے
تو پہر جینا کیسا ؟ بہتر ہوگا کہ مین بہی آپ کے سامنے مرجاؤن ۔ اگرچہ
معلوم ہے کہ جتنے مرگئے اون سے کیا ہوا جو مجہ سے ہوگا ۔ مگر جینے مین بہی

تو کچھ مزہ نہین رہا ۔ للہ ! مجھے اجازت دیجیے ۔ جیسا گھر مین پڑے پڑے مرجاؤن گا ویسا ہی میدان مین جاؤن گا ۔ اگر قوت ہوتی تو ایک دو کو مار کر مرتا ۔ مگر کیا کرون بیماری نے مجبور کردیا ہے ۔

سجاد کی اس تقریر سے حضرت کی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے ۔ اور اہل حرم بھی زار زار رونے لگے ۔ آپ نے اون کو گلے لگا کر فرمایا ۔ "اے لخت جگر ! اے نور نظر ! ہم نے مانا کہ تم کو اپنی جان کی پروا نہین ہے لیکن یہ بھی تو دیکھنا ضرور ہے کہ ہمارے بعد ان عورتون اور بچون کا کیا حال ہوگا ۔ اگر تم بھی قتل کیے گئے تو کون دیکھے گا کہ ان پر کیا گزرا ۔ یہ جو مصیبت سر پر آئی ہے کچھ ہمیشہ رہنے والی نہین ہے ۔ کوئی حالت دنیا مین ایکسان نہین رہتی ۔ جیسے راحت کے دن گزر جاتے ہین سختی کے دن بھی نکل جاتے ہین ۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے ۔ کہ "ان مع العسر یسرا" سختی کے ساتھ آسانی ضرور ہے" ۔

پھر حضرت نے امام زین العابدین کا ہاتھ بی بی زینب کے ہاتھ مین دیکر فرمایا کہ "ان کو لے جاؤ ۔ اور سمجھاؤ ۔ کہ ان سے پیغمبر کی نسل دنیا مین قیامت تک باقی ۔ اور وہ رموز حقیقت و معرفت ذات سرمدی جو متعلق بہ اسرار ولایت محمدی ہین اون کی تعلیم و تلقین امت مرحومہ مین ان کے ذریعہ سے جاری رہنے والی ہے" ۔

اتنے مین بالی سکینہ دوڑتی ہوئی آکر گلے سے لپٹ گئی ۔ اور رو رو کر کہنے لگی ۔ بابا جان ! کیا تم مرنے کو جاتے ہو ؟ اور مجھے جنگل مین اکیلا

چھوڑے جاتے ہو۔ خدا کیلئے ایسا تو نکرو"

اس بات سے حضرت کا دل بھر آیا۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ "پیاری سکینہ! مین کیا کرون۔ جس کا کوئی یار و آشنا نہو۔ اور جس کو کہین ٹھکانا نہ ہو۔ اوس کو بجز مر جانے کے کیا علاج ہے؟"

سکینہ نے کہا۔ "تو پھر ہم کو ہمارے وطن مین کیون نہین پہونچا دیتے ہو؟" حضرت کے دل سے ایک آہ نکلی۔ کہا۔ "اگر اتنا ہو سکتا تو مین اپنے لوگون کو کیون مرنے دیتا۔ اور تم کو اس جنگل مین کیون چھوڑتا"

یہ باتین ایسی نہین جو سننے والون کا دل قابو مین رہنے دیتین۔ حرم سرا مین واویلا مچ گئی۔ اون کو ایسا معلوم ہوا کہ آسمان ٹوٹ پڑا۔ اب انتظار اس بات کا ہے کہ زمین کب پھٹیگی۔ اور کب اوس مین دھنس جائینگے۔

خدا دشمن کو بھی ایسا دن نہ دکھلائے۔ جیسا کہ ہمارے پیغمبر کے خاندان نے دیکھا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم سنتے ہین اور دل نہین دکھتا۔

اسی طرح حضرت ایک ایک کو رخصت کرتے تھے۔ اور صبر و شکر کی تاکید فرماتے تھے۔ سب کے آخر پر طفل شیر خوار علی اصغر حضرت کے سامنے لایا گیا۔ یہ بچہ سب سے چھوٹا حضرت کا فرزند چھہ مہینے کا تھا۔ حضرت اوس کو اپنے گود مین لیکر منہ دیکھنے لگے۔ بجائے دودھ کے پانی بھی نہ ملنے کی وجہ سے صورت بالکل سکڑ گئی تھی۔ آنکھون مین حلقے پڑ گئے تھے۔ رونے کی طاقت نہ تھی۔ ایسی حالت مین اوس کو رخصت کرنا

دل کو ناگوار معلوم ہوا ۔ اور بسبب شور و شیون اہل حرم کے وہان ٹھہرنا بھی ایک مشکل امر تھا ۔ لہذا آپ نے اوس بچہ کے ساتھہ تنہائی کی غرض سے گوشۂ بیابان اختیار کیا ۔ گوشہ کیا ؟ جس جگہ ہزارون آدمی جمع ہون ۔ وہان تنہائی کا کیا گزر ہے ؟ مجھے یون کہنا چاہیے تھا کہ مجمع عام مین آگئے اور رفع تشنگی کے ارادہ سے اپنی زبان اوس معصوم بے زبان کے منہ مین دی ۔ ہمارے ناظرین تصور کر سکتے ہین کہ حضرت اس وقت کس ہیئت کر کھڑے ہین ۔ اور علی اصغر کہان ہین ۔ علی اصغر ابھی حضرت کے گلے سے لپٹے ہوئے تھے کہ حرملہ ابن کاہل اسدی نے شست باندھ کر ایک تیر مارا ۔ اور وہ تیر سن سے جو آیا تو علی اصغر کے حلق کو چھید کر حضرت کے بازو مین اٹک گیا ۔ علی اصغر نے تیر کے لگتے ہی منہ کھول دیا اور خون حلق سے بہنے لگا ۔ حضرت نے اوس تیر کو کھینچ کر نکالا تو علی اصغر تڑپنے لگے جیسے مچھلی تڑپتی ہے ۔ اور باپ کی صورت دیکھتے دیکھتے مسکرا کر آنکھہ بند کر لی ۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون" یہ موت بھی عجب عبرت انگیز ہوئی ۔ وہ تیر سہ دہارہ ۔ زہر آلا ۔ وہ نازک و نرم چھہ مہینے کے معصوم بچے کا گلا ۔ وہ مقام سراپا محبت آگین اور وہ دل پر شوق امید تسکین ۔ یہ سب مل ملا کر ایک ایسی حسرت کا مقام ہے جس کی کیفیت وہی باپ جانتا ہے جس نے ایسے حادثہ کو اپنے سینہ مین جگہ دی ہے ۔ جو خون علی اصغر کے حلق سے نکلا اوس کو حضرت نے اپنے ہاتھہ مین لیکر آسمان کی طرف اوچھالا ۔ اور بارگاہ کبریائی مین عرض کیا ۔ "خداوندا ! یہ اوس بچہ کا

خون ہے جس سے اب تک زمین پر پانوں بھی نہیں رکھا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ یہ میرا طفل بے زبان تیری درگاہ میں ناقہ صالح سے کم نہو گا جس کے بارے جانے کی نسبت تو نے فرمایا ہے کہ "فدمدم علیہم ربہم بذنبہم فسوٰہا" اون کے پروردگار نے بسبب اون کے گناہ کے اون پر الٹ مارا اور زمین کے برابر کر دیا "۔

پھر فرمایا ۔ "جبکہ یہ تمام امور بموجب مشیت ایزدی ہیں تو اوسکی برداشت کرنا آسان ہے ۔ اے دل ! اتنی بے چینی کیوں کرتا ہے ؟ ذرا صبر کر ۔ خدا تجھے اس کا اجر دے گا ۔"

اللہ اللہ ! صبر و شکر اس کا نام ہے ۔ اور اس طرح دل کو سمجھانا ایسے مقام پر انہیں کا کام ہے ۔ سچ ہے ۔ خدا کسی پر کوئی بار ڈالتا ہے تو اوس کی قوت کے موافق ڈالتا ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ہے "لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا" اتنی بڑی بھاری مصیبت کا بوجھ اوٹھانے کی قوت خدا نے حضرت امام حسین ہی کو دی تھی ۔ اور کیوں نہ دے ؟ ازل ہی سے وہ اس کام کے لیے نامزد ہو چکے تھے ۔

الغرض حضرت علی اصغر کی لاش کو گلے سے لگا کر خیمہ کے دروازہ پر لائے ۔ اور اہل حرم سے کہا ۔ "لو ! تمہارا علی اصغر سو گیا ۔" تمام بی بیاں دوڑ پڑیں ۔ اور وہ کہرام مچا کہ الامان ! ام ولد کے دل کا حال کیونکر بیان کیا جا سکتا ہے جس ماں کی گود اس طرح بچہ مارا جانے سے خالی ہو جاتی ہے اوس کے دل کی کیفیت کا اظہار نا ممکن ہے ۔

حضرت کو اس بچہ کے قتل ہو جانے کا اتنا رنج ہوا کہ اون کو اپنے زخم یا اور کسی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ جب تھوڑی دیر کو اس ماتم سے فرصت ملی تو اوس سے زیادہ ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا۔

حضرت کی اب آخری رخصت ہونے کی صورت پیش آئی۔ آپ نے بی بی زینب و ام کلثوم اور باقی اہل حرم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب مین تم سے رخصت ہوتا ہون اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہون۔ وہی تمہارا اور ہمارا سب کا مالک ہے۔ آیندہ تم کو اوسی طریقہ سے صبر و شکر کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کرنے چاہیئن جو طریقہ تمہارے خاندان کا ہے۔ دنیا تو کسی صورت سے گزر ہی جائے گی۔ مگر دعا کرتا ہون کہ خدا ہماری اور تمہاری سب کی آخرت درست کرے اور خاتمہ بخیر ہو۔ آمین بحق طٰہٰ ویٰس۔ لو! خدا حافظ۔ انشاءاللہ تعالیٰ ہم اور تم حشر مین ملینگے"

اوس وقت کس کے ہوش و حواس بجا تھے جو کچھ کہتے۔ یا روتے چلاتے۔ رونا تو جب آتا ہے کہ ایک نوع کی طمانیت ہو۔ و دل سمجھنے کی لیاقت ہو۔ یہان تو طمانیت کوسون دور قوت ادراک کافور تھی۔ پھر کوئی کیونکر روئے؟ اور درد دل کس طرح سمجھے؟ سب کے سب صورت آئینہ سراپا حیرت منہ تک رہے ہین۔ ٹکٹکی بندھی ہوئی ہے۔ گویا کسی آئینہ خانہ مین تصویر دیکھتے ہین۔ کچھ کہتے سنتے نہین۔ ان لوگون کو اوس وقت ہوش آیا جبکہ حضرت حرم سرا کے باہر ہوگئے۔ دروازہ پر عربی اصیل گھوڑا ذوالجناح چپ چاپ کھڑا ہے اور حضرت سواری کا قصد فرما رہے ہین۔ کوئی رکاب تھامنے والا نہین ہے۔

حضرت کی بہنون اور دوسرے اہل حرم نے دوڑ کر گھوڑے کو گھیر لیا اور اطراف تصدق ہونے لگے ۔ کوئی "قل اعوذ برب الفلق" پڑھ رہی ہے ۔ کوئی "وان یکاد" دم کر رہی ہے ۔ اون کے ذہن مین شاید حضرت خیریت سے واپس آئینگے ۔ اے بھولی بھالی پردہ نشینو! تمہارا یہ خیال محال ہے ۔ زمانہ کے تیور بدلے ہوئے ہین ۔ تم اوس سے بھلائی کی امید کیون رکھتے ہو؟ اب حضرت کا واپس آنا کیسا؟ اونکی تو یہ آخری رخصت ہے ۔ بہتر ہوتا ۔ اگر تم اوس کے بدلے مین "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھتین ۔ مگر امید کی صدا بہت میٹھی اور خوش آیند ہوتی ہے ۔ وہ دردمندون کے دلون کو اس طرح لبھاتی ہے جیسے کسی عاشق کو معشوق کی ادا ۔ اوس نے آہستہ سے کان مین کہدیا تھا کہ سختی کے دن ہمیشہ نہین رہتے ۔ اس آسمان کے نیچے کس پر سدا ایسے دن رہے ہین؟ تم گھبراؤ نہین ۔ دیکھو تو خدا کیا کرتا ہے ۔ ان مصیبت زدہ بیچاریون کی زندگی کا دارومدار جو کچھ تھا بس اسی پر تھا ۔ حضرت نے اون کو اوسی حالت اضطرار مین الوداع کہہ کر گھوڑا بڑھا دیا اور فوج کے سامنے آکر باآواز بلند فرمایا کہ "اے قوم اسلام! اللہ جلشانہ اپنے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیٔ عظیم ۔ یوم ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا ۔ وتری الناس سکاریٰ وما ہم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید"۔ اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے بے شک قیامت کی اوکھاڑ پچھاڑ ایک بڑی چیز ہے ۔ اوس دن تم دیکھوگے کہ ہر ایک دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر ایک گابھن اپنا گابھہ ڈال دیگی ۔

اور تو دیکھے گا آدمیون کو مدہوش حالانکہ وہ نشہ مین نہون گے مگر خدا کا عذاب سخت ہے" اگر تم کو خدا پر ایمان ہے اور قرآن پر اور اوس کے رسول پر اعتقاد ہے تو سمجھو مین اوسی رسول کا نواسا ہون جسپر یہ قرآن نازل ہوا ہے ۔ تم سے سنا ہوگا کہ تمھارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ "الحسین منی و انا من الحسین" "حسین میرا ہے اور مین حسین کا ہون" ۔ اوس روز تم کو خدا کے سامنے جانا ہے اور اوس وقت تمھارے پیغمبر کے سوا دوسرا کوئی خدا سے سفارش کرنے والا نہوگا ۔ ایسا کام نکرو جس سے خدا تم پر خفا ہو جائے ۔ اور پیغمبر کو تمھاری شفاعت کرنے کا موقع نہ ملے ۔ افسوس ہے کہ تم نے چار روز سے اہل بیت رسول پر پانی بند کر دیا ۔ اور آج اون کی خاندان کے اٹھارہ آدمیون کو قتل کر ڈالا ۔ مین نہین سمجھتا کہ تم خدا کو اس کا جواب کیا دوگے ۔ اب مین فقط تنہا رہ گیا ہون ۔ تمھارے پیغمبر کی اخیر یادگار ہون ۔ اگر میرے ساتھہ بھی اوسی طریقہ سے پیش آوگے تو یقین مانو عذاب الہی مین گرفتار ہو جاؤ گے ۔ یہ میری آخری نصیحت ہے ۔ مین تمھارا دشمن نہین ۔ بدخواہ نہین ۔ تمھارے فائدہ کی بات کہتا ہون ۔ اب بھی وقت باقی ہے اس ناشایستہ حرکت سے باز آو ۔ نہین تو بہت پچھتاوگے ۔ پھر تمھارا پچھتانا کچھ کام نہ دےگا ۔"

لشکر والے سر جھکائے خاموش کھڑے ہین ۔ کچھ کہتے نہین ۔ اون کی ہیئت کذائی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ سوچ رہے ہین ۔ ناظرین خیال کرینگے کہ حضرت کی اس تقریر سے اون کا دل کچھ پسیجا ہوگا اور وہ حضرت کی طرف رجوع کرینگے ۔ مگر یہ خیال دور از کار ہے وہ کم بخت کیا سوچینگے ۔ سوچنے کے لیے دل بھی تو ہو ! اگر دل ہو تو ممکن ہے کہ

نصیحت سے کچھ نرم بہی ہو ۔ اون کا دل تو ایک پاشان پتھر ہے ۔ جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ "ثم قست قلوبہم فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ" "پہر سخت ہوگیا دل اون کا گویا وہ پتھر ہے یا اوس سے بہی زیادہ سخت"۔ ایسے دل مین غور و فکر کی قابلیت کہان سے آئے گی ؟ اور وہ نیکی کی طرف کیسے رہبری کرے گا ؟ اب رہا پند و نصیحت کا اثر ۔ اوس کے بہی تمام رستے بند ہین ۔ اون کی حالت مصداق اس آیت کے ہے جو خدا نے فرمایا ہے کہ "صم بکم عمی فہم لا یرجعون" "بہرے ہین ۔ گونگے ہین ۔ اندہے ہین ۔ نہ سن سکتے ۔ نہ کہہ سکتے ۔ نہ دیکہہ سکتے ۔ پہر وہ کیونکر رجوع کر سکتے ہین ؟ ایسے لوگون پر نصیحت کیا اثر کرتی ہے ؟ ۔

آخر یہ ہوا کہ حصین ابن نمیر نے ایک تیر حضرت کے دہان مبارک مین مار دیا ۔ گویا یہ اوس نصیحت کا جواب تہا ۔

حضرت نے اوس تیر کو کہینچ کر نکالا تو منہ مین سے خون اوبل پڑا ۔ آپ نے اپنے دونون ہاتہون مین وہ خون بہر کر آسمان کی طرف پہینکا اور فرمایا کہ "اللہم احصہم عدداً و اقتلہم بدداً ۔ ولا تذر منہم علی الارض احداً" "خداوندا ! تو ان کی گنتی کر لے ۔ اور چن چن کر ان کو قتل کر ۔ انمین سے کسی کو زمین پر باقی نہ رکہہ"۔ ✻

✻ یہ دعا بارگاہ کبریائی مین قبول ہوگئی ۔ بعد شہادت حضرت امام حسین کے مختار کے عہد مین یہ لوگ سب قتل کیے گئے ۔ چنانچہ اس کی کیفیت خاتمہ مین لکہی گئی ہے ۔ منہ

پھر تو چارون طرف سے تیر چلنے لگے ۔ آپ نے جو یہ صورت دیکھی تو مجبوری
طوعاً و کرہاً تلوار میان سے کھینچی اور یہ رجز پڑھا کہ انا ابن علی الخیر من آل ہاشم ۔
کفانی بہذا مفخراً حین افخر ۔ وجدی رسول اللہ اکرم من مضےٰ ۔ ونحن سراج
اللہ فی الارض نظہر ۔ وفاطمہ امی من سلالۃ احمد ۔ وعمی یدعی ذوالجناحین جعفر
وفینا کتاب اللہ انزل صادقاً ۔ وفینا الہدیٰ والوحی بالخیر یذکر
اس کے بعد ایک نعرہ حیدری مار کر فوج مخالف پر حملہ کر دیا ۔ وہ شمشیر
آبدار مثل ذوالفقار ۔ اور وہ ہیبت و صولت حیدر کرار ۔ دونون آئینہ
جلوہ گر ہو گئین ۔ ایک کا جمال جہان افروز تھا تو دوسری کا جلال
قیامت سوز تھا ۔ ان کا بے نقاب چہرہ سب کے ہوش اوڑا دیا ۔
جو سامنے آتا تھا رونمائی مین اپنا سر دے جاتا تھا ۔

اس ہنگامہ محشر خیز مین شمر نے مشاطہ بنکر خوب ہی ابلہ فریبیان کین ۔
وہ ایک ایک کو دم دلاسا دے دے کر سامنے لایا کیا ۔ لیکن انکی چارچشمی نے
چار آئینہ مین ایک سرے سے سب کو اجل کا منہ دکھا دیا ۔

تمیم ابن قحطبہ کو اپنے دل و جگر پر بڑا ناز تھا ۔ اور وہ ملک شام مین
ایک مشہور سرباز تھا ۔ جب سامنے آیا اور لن ترانی کی لینے لگا تو ایک ہی
خندۂ برق دم مین ڈھیر ہو گیا ۔ سر ایک طرف تھا ۔ دھڑ ایک طرف تھا ۔

پھر یزید الطبحی کی موت جو آئی تو وہ بھی مقابلہ پر آیا ۔ مگر اس سیف دودم
نے ایک دم مین اوس کو بھی بیدم کر دیا ۔

اسی طرح ایک ایک اپنے زعم باطل مین آتا تھا اور تلوار کی گھاٹ پر اوتر جاتا تھا ۔

یہان تک کہ کسی کو مقابلہ کی تاب نہ رہی ۔ سب کے سب سامنے سے بھاگ نکلے ۔ حضرت نے تعاقب کرکے اون کو دریائے فرات کے اوس پار کردیا ۔ دن بھر کی دوڑ دھوپ ۔ پیاس کی شدت ۔ اور زخمون کے درد نے پست کردیا تھا ۔ لب نہر پہونچتے ہی ہمراہیون کی پیاس یاد آگئی ۔ دل سے کہا ۔ اتنا نزدیک ہوکر اسقدر کشش بے وجہ نہین ہوسکتی ۔ خدا نے جو مقدر کیا ہے اوس کا ظہور ہونا ضرور ہے ۔ آدمی کی سعی کچھ کام نہین دیتی ۔ جب تک کہ خدا نہ چاہے ۔ خدا نے خود فرمادیا ہے کہ "لیس للانسان الا ماسعے" آدمی کے اختیار مین سوائے کوشش کے کچھ بھی نہین ہے "۔ معلوم ہوا کہ ان مسافرون کے حصہ مین پیاسے مرجانا تھا ۔ اور مرگئے ۔ اگر ان کی سیرابی خدا کو منظور ہوتی تو یہ نہر کیا دور تھی ؟ اے نہر ! تو ان کے حق مین جہال (سراب) ہوگئی ۔ نہین نہین ۔ جہال تو صرف ایک دھوکے کا نام ہے ۔ اوس کا کوئی وجود نہین ہوتا ۔ تیرا تو وجود فی الخارج موجود ہے ۔ جب کہ مسافر پانی سے مایوس ہوکر جہال پر جھلاتے ہین تو پھر تجھے کیا کہینگے ؟

ادہر تو حضرت ان خیالات مین محو تھے ۔ اودہر شمر نے دس بیس سپاہی لیکر حرم سرا پر حملہ کیا ۔ لشکری خیمون کے اندر گھس کر لوٹنا چاہتے تھے کہ اتنے مین شور وغل کی آواز نے چونکا دیا ۔ گھوڑا بڑھا کر دیکھتے ہین تو شمر سرگرم اہتمام ہے ۔ حضرت نے شمر کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا : "افسوس ہے ! اگر تم کو خدا کا خوف نہین تو کیا دنیا کی عزت کا بھی خیال

نہیں ہے ؟ عرب کی شرافت سے یہ بات بہت بعید ہے ۔ اگر تم کو کچھ واسطہ ہے
تو مجھ سے ہے ۔ عورتوں سے کیا واسطہ ہے" ؟

اس گفتگو سے شمر نے شرمندہ ہوکر اپنے ہمراہیوں کو روکا اور پلٹ کر فوج
سے کہا کہ بیشک ہم کو حسین سے سروکار ہے انکو گھیر لو ۔ اور جس طرح ہوسکے ان کو
ان کو قتل کرو ۔

اب تمام فوج حضرت پر جھکی ۔ ایک تن زار پر ہزاروں تیر اور شمشیر و سنان
چل گئے ۔ تمام جسم چھلنی ہوگیا ۔ گھوڑا اور سوار کچھ نظر نہ آتا تھا صرف ایک تودہ تیروں کا
ہوگیا تھا ۔ اسقدر تیر بدن میں چبھ گئے تھے جیسے سایہ (خار پشت) کے جسم پر کانٹے ہوتے
ہیں ۔ تیروں کی کثرت اور زخموں کی شدت سے ہاتھ پاؤں بے قابو ہوگئے ۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ صرف رخساروں پر تینتیس ۳۳ زخم نیزے اور تیر کے اور چونتیس
زخم شمشیر کے تھے ۔ باقی جسم کا حال کچھ نہ پوچھئے ۔ ایک ایک زخم پر دس دس زخم
پڑے تھے ۔ ایک تل برابر بھی جائے خالی نہ تھی ۔

جب دل کھولکر خوب مار چکے تو شمر کے اپما سے زرعہ ابن شریک نے آگے بڑھکر
تلوار کا ایک وار اور لگایا جس سے بایاں ہاتھ شانہ سے جدا ہوکر گر پڑا ۔ اور اوس کے
ساتھ ہی سنان ابن عمر نخعی نے ایک نیزہ سینہ مبارک میں مار کر گھوڑے سے گرادیا ۔ شمر تو
اس وقت کا منتظر ہی کھڑا تھا جھٹ سے گردن پر خنجر پھیر دیا ۔ اوس وقت آپکی زبان پر یہ
دعا تھی کہ "خداوندا ! تیرا شکر ہے ۔۔ تو نے مجھے اپنی امانت سے سبکدوش کیا ۔ اب
میں تیرے اوس وعدہ کا امیدوار ہوں جس کے لیے یہ امانت مکفول تھی" انا للہ وانا
الیہ راجعون ۔ اب کیا مجھے یہ بھی کہنے کی ضرورت ہے کہ اس کے بعد شمر حضرت کے

سر مبارک کو جسم سے جدا کرکے عمر بن سعد کے سامنے لے گیا ؟ اور اوس نے خولی بن یزید کے حوالہ کیا ؟ کہ کوفہ لیجا کر عبید اللہ بن زیاد کے دل کی آگ بجھائے ۔

ہمارے ناظرین بہت دیر سے بحالت اضطراب مثل ماہی بے آب تھے کہ دیکھیں آخر ہوتا کیا ہے ۔ وہ یہ سمجھے تھے کہ اب تک جو کچھ بل پڑا ہے وہ اسلامی رشتہ کو الجھانیکے لیے بہت ہو گیا ہے ۔ آیندہ یہ لوگ اپنے قصور عقل پر نادم ہو کر حضرت کے ناخن عفو سے ایمان کی عقدہ کشائی کرلینگے ۔ لو صاحب ! آپ نے دیکھا ! آخر یہی ہوا کہ حضرت بھی شہید ہو گئے ۔ حیف ہے ! یہ کام اون لوگون کے ہاتھ سے ہوا جنکو مسلمانی کا دعویٰ تھا ۔ ہر روز کا تو کیا ذکر ہے خود آج کے روز اس ہنگامہ رستخیز مین ایک بھی ان کی نماز قضا نہین ہوئی ۔ وقت کے ایسے پابند کہ حضرت کی شہادت مین ذرا توقف ہوا تو پکار اوٹھے کہ حسین کے قتل مین جلدی کرو عصر کا وقت زیر ہو رہا ہے ۔ کاش اگر انکو یہ حدیث جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی "الحسن و الحسین سیدا شباب اہل الجنۃ" یاد ہوتی ۔ اور سچے دل سے حضرت کو دین و دنیا کے مالک اور اپنے پیغمبر کی یادگار جانتے تو کبھی اون پر کسی مسلمان کا ہاتھ نہ اوٹھتا ۔ لاحول ولا قوۃ ۔ میرا قلم بھی کتنا بہک گیا ہے ۔ اس کو تو سر کی خبر ہے نہ پانون کی ۔ میرے دل مین کچھ ہے اس کی زبان سے کچھ نکل جاتا ہے ۔ یون لکھنا تھا کہ ان کے پانون پر سے کسی مسلمان کا سر نہ اوٹھتا ۔ خیر ! جو ہونا تھا وہ ہو گیا ۔ اب یہ فکر ہے کہ حضرت کی لاش کون اوٹھائیگا ؟ اہل حرم پر تو قیامت ٹوٹ گئی ہے ۔ اون کو یہ بھی نہین معلوم کہ کیا ہوا اور کیا ہونے والا ہے ۔ پسماندون مین اگر کسی مرد کی صورت نظر آتی ہے تو وہ ایک کم سن اور بیمار لڑکا ہے ۔ جن کو ہم حضرت امام حسین کی

یادگار باقیات الصالحات کہہ سکتے ہین ۔ اور جن کو امام زین العابدین کے نام سے پکارتے ہین ۔ اون سے تجہیز و تکفین کا سامان کیونکر ہو سکتا ہے ؟ ایسے موقع مین ہم کو اپنے سعادتمند ناظرین کا بڑا بھروسا ہے کہ وہی کمر باندھکر کھڑے ہو جائینگے ۔ اور اوس یتیم اور بیمار لڑکے کا رسم عزاداری مین ساتھہ دینگے ۔

تیرہوان باب

لُٹ کر چلا ہی قافلہ یثرب کا شام کو
حسرت جلو مین ہوتی ہی ناموس و نام کو

دنیا کے کاروباری دن بھر کے تھکے ماندے رات کو پانون پھیلا کر جو سوئے تو دنیا و مافیہا کی خبر نہین رہی ۔ اون کو کیا معلوم کہ کل کیا ہوگا ؟ صبح کو ابھی بچھونے سے اوٹھے بھی نہ تھے کہ زمانہ کا رنگ بدل گیا ۔ اسرافیل نے صور پھونک دیا ۔ اور وہ آثار نمودار ہوگئے جس کی خبر خدا نے دی تھی کہ "اذا السماء انفطرت ۔ واذا الکواکب انتثرت ۔ واذا البحار فجرت ۔ واذا القبور بعثرت ۔ علمت نفس ما قدمت واخرت" جبکہ آسمان پھٹ جائینگے اور جب کہ ستارے جھڑ جائینگے ۔ اور جب کہ سمندر بہ جائینگے ۔ اور جب کہ مردے اوٹھائے جائینگے ۔ تب معلوم ہوگا ہر ایک شخص کو کہ اوس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا " یعنے قیامت قائم ہوگئی ۔ اور بازار

[illegible] اہل بہشت [illegible] ہوجانا

[illegible] شاہ [illegible] کردی گئی ۔ [illegible] الحمد [illegible]

[illegible]

[illegible] ۔ ایسے وقت کا تماشا دیکھنے [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible] ایک سو سے زیادہ [illegible] جاتے ہیں [illegible]

[illegible] گیا ۔ [illegible] کی گرمی کا [illegible]

[illegible] اور [illegible] ہم پہنچے [illegible] ہیں [illegible]

ہیں ۔ اور [illegible] ایک ایسی زمین [illegible]

[illegible] کی ہے ۔ آفتاب کی حرارت جس طرح [illegible]

[illegible] تو اس کی کیا حقیقت ہے جو [illegible]

[illegible] رہے ہیں ۔ خدا کی پناہ ! گرمی کے مارے [illegible]

[illegible] آگیا ہے ۔ تنور کے مانند چاروں طرف آگ [illegible] ہے اور اوس

[illegible] ہیں ۔ وہ تو کبھی کے جل کر خاک ہو گئے ہوتے ۔ لیکن

ایسا کیوں ہونے لگا ؟ ابھی تو بہت کچھ لینا دینا اور حساب کتاب [illegible]

تمام یہی کھاتے سامنے پڑے ہیں ۔ ایک ایک کا حساب چکایا جا رہا ہے ۔

ایک طرف میزان عدل کھڑا ہے ۔ ایک ایک گٹھا کھل رہا ہے ۔ مال کی

چکوتی ہو رہی ہے ۔ داروغہ کروڑ گیری قیمت لگاتا جاتا ہے ۔ جس چیز کو

ہم اچھی سمجھے تھے وہ بالکل بری نکلی ۔ اب نہ اوس کو بدلا سکتے ہیں ۔

نہ دوسری اچھی چیز لا سکتے ہیں ۔ ایک غضب میں جان ہے ۔ یہ مال

کیا ہے ۔ یہی سارے اعمال ہیں ۔ وہ منتقم حقیقی اپنی تمام عظمت و ہیبت
کے ساتھ انصاف کی کرسی پر جلوہ فرما ہے ۔ اس شان سے ایسا کوئی نظر
نہیں آتا جو ان کی حالت زار پر رحم کرے ۔ بڑے سے بڑے درجے
کے لوگ انبیا ہیں ۔ اگرچہ امید مدد کی جا سکتی ہے تو انہیں سے ۔
مگر وہ خود اپنے حال میں گرفتار ہیں اور نفسی نفسی پکار رہے ہیں ۔ نسبت
منقطع ہو گئی ۔ کوئی دوسرے کو کیا پوچھے ؟ بلکہ ایک دوسرے کی صورت
سے بیزار ہے ۔ جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ "یوم یفر المرء من اخیہ و امہ
و ابیہ وصاحبتہ وبنیہ لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ" جس روز منہ چھپایا کرے گا
لگیگا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنے
دوست سے اور اپنے بیٹے سے ۔ ہر ایک آدمی کے لیے ایک ایسی کیفیت
ہوگی جو اوس کو بس لیس کرا دے گی" ۔ کسی کو کسی کا سہارا نہیں ہے ۔
جیسا کہ خدائے تعالی فرماتا ہے "یوم لا تملک نفس لنفس شیئا والامر یومئذ
للہ" ۔ "جس روز کوئی کسی کی کسی چیز کا ذمہ دار نہ ہوگا اور اوس روز حکومت
صرف خدا ہی کی رہے گی" ۔ صفت جلال کبریائی چاروں طرف نمودار ہے ۔
ہر ایک شخص سر جھکائے سامنے کھڑا ہے ۔ ہر ہر عضو اوس کے افعال کی گواہی
دے رہا ہے ۔ دم مارنے کی جائے نہیں ۔ ادنی سی ادنی بات کا بھی پورا
پورا انصاف ہو رہا ہے ۔ ہر ایک مظلوم اپنی داد کو پہونچ رہا ہے ۔ یہاں تک کہ
ایک چڑیا کی بھی فریاد سنی جاتی ہے کہ خداوند ظالم شکاری نے مجھے دھوکا دے کر
جال میں پھانسا ۔ اور میرے بچے وحشت کے مارے گھونسلے سے نیچے گر کر مر گئے ۔

جنکے اعمال بُرے ہین اون کی بُری گت ہو رہی ہے ۔ ہیبت ناک فرشتے ڈراونی صورت کے اون کو کھینچ کھینچ کر لیے جا رہے ہین ۔ سامنے ایک بڑا غار ہے اور اوس مین آگ دہک رہی ہے ۔ سانپ بچھو وغیرہ موذی جانور آتشین بادے کے اوس مین کلبلا رہے ہین ۔ اسی کا نام "جہنم" ہے جا بجا راستہ ایسا تنگ ہے گویا بلا مبالغہ بال سے زیادہ باریک ۔ یہ لوگ اوپر سے گر گر کے خود بخود لڑھکنیان کہاتے ہوئے جہنم مین چلے جا رہے ہین ۔ جہان اون کو ہمیشہ کے لیے رہنا نصیب ہوگا ۔ اون کی گنتی نہ مردون مین ہوگی نہ زندون مین ۔ جان کندن کا حال رہے گا ۔ ایسے موقع مین ہمارے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عرش کے دہنی طرف مقام محمود پر ایک جھنڈے کے نیچے کرسی ڈال کر بیٹھے ہین ۔ بارگاہ جناب کبریائی سے بموجب اس ارشاد خداوندی کے "من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ" آپ کو سفارش کرنے کی اجازت مل چکی ہے ۔ اور خدا سے اپنی امت کی نجات کے بارہ مین اس وعدہ "و لسوف یعطیک ربک فترضی" کی بنا پر عرض کر رہے ہین ۔ اتنے مین ایک آواز کسی منادی کی سنائی دیتی ہے کہ ہٹو! ہٹو! آنکھین بند کر لو! جناب خاتون قیامت کی سواری آتی ہے ۔ سب کے سب حیران و ششدر رہین کہ اب کیا ہوگا؟ دور سے ایک ہجوم فرشتون کا نظر آتا ہے جس مین ایک ناقہ نور کا ہے ۔ اوس پر بی بی فاطمہ زہرا سوار ہین ۔ سر سے پانون تک آیت تطہیر کا برقع ہے ۔ اور ستر ہزار فرشتے اون کی جلو مین ہین ۔ وہ ناقہ آکر عین عرصہ دار و گیر مین کھڑا ہو گیا اور بی بی عرش کا پایہ پکڑ کر کہنے لگین "خداوندا!

ایک فریاد لائی ہون ۔ شامیون نے میرا بہرا گہر برباد کر دیا ۔ میرے لڑکے بالون کو مہمان بلا کر جنگل مین اون کا گلا کاٹا ۔ میرے بیٹے پوتے نواسے اور میرے خاندان والے سب ملا کر بیس آدمی اور اون کے ساتھ والے پچاس آدمی تھے ۔ ان سب کو قتل کیا ۔ اون کو دریا کے کنارے تین دن پیاسا رکہا ۔ پانی پینے گئے تو اون پر تیرون کا مینہہ برسایا ۔ اون کے سر کاٹ کر نیزون پر چڑہائے ۔ اون کی لاشون پر گہوڑے دوڑا کر پامال کیا ۔ اون کے خیمے جلا دئے ۔ اون کی بہیر بنگاہ سب کو لوٹ لیا ۔ اون کی عورتون بچون کو قید کر کے دمشق کو لے گئے ۔ مین کہڑی دیکہہ رہی تہی ۔ میری آنکہون کے سامنے یہ سارا ظلم ہوا ۔ کسی کو اون کے حال پر رحم نہ آیا ۔ اندھیر تو یہ ہے کہ یہ ظالم اپنے کہلاتے تھے ۔ میرے باپ کا کلمہ پڑہتے تھے ۔ میرے باپ نے ان کے ساتھہ جو احسان کیے تھے اوس کا بدلا یہ ملا ۔ یہ واقعہ آج ہی کے روز جمعہ اور آج کی تاریخ دسوین محرم کو ہوا ۔ تو اس کا انصاف کر ۔"

یہ فریاد ایک ایسے جلے ہوئے دل سے نکلی تہی کہ سننے والون کا جگر پاش پاش ہو گیا ۔ اور عرش معلےٰ بہی ہل گیا ۔ جناب باری کے حکم سے کربلا کا سارا ہنگامہ سامنے آگیا ۔ ایک طرف شہیدان دشت کربلا اوسی حالت سے کہڑے ہین جیسی اون کی حالت کربلا مین ہوئی تہی کسی کے حلق مین تیر لگا ہے ۔ کسی کے سینہ سے نیزہ پار ہو گیا ہے ۔ کسی کے دونون ہاتھہ شانون سے جدا ہین اور گلے سے مشکیزہ لپٹا ہوا ہے ۔ کوئی

تلوار کی کاٹ سے دو ٹکڑے ہوگیا ہے ۔ کوئی زخمون مین چور ہے ۔ کسی کا جسم تیرون سے چھلنی ہے ۔ کسی کے گلے پر خنجر پھر گیا ہے ۔ کسی کے ہاتھ پانون زنجیرون مین جکڑے ہوئے ہین ۔ اور وہ مریض بیٹھا ہے ۔ ایک طرف ایک خونخوار جماعت کھڑی ہے ۔ اون کے ہاتھون مین ننگی تلوارین اور نیزے ہین ۔ کمانون مین تیر جڑے ہین ۔ کمرون مین پیشقبض اور خنجر لگے ہین ۔ اون سے سوال کیا جاتا ہے ۔ کہ تم نے ایسا ظلم کیون کیا ؟ انھون نے تمھارا کیا بگاڑا تھا ؟ کیا تم نے یہ آیتین نہین پڑھی تھی کہ "ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیھا ۔ وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما" ۔ "جو شخص قتل کرتا ہے کسی مسلمان کو تو اوسکا بدلا دوزخ ہے ہمیشہ رہیگا اوس مین ۔ اور غضب ہے اور لعنت ہے خدا کی اوسپر اور تیار ہوا اوس کے لیے بڑا بھاری عذاب" ۔

وہ لوگ تھر تھر کانپ رہے ہین اور گورنمنٹ شام کے حکم کا عذر پیش کرتے ہین ۔ حکام کی جابرانہ کارروائی اور اپنی مجبوری بتلاتے ہین ۔ مگر اون کا کوئی عذر وحیلہ مسموع نہین ہوتا ہے ۔ اور بحکم اس آیت کے "یوم لا ینفع الظالمین معذرتھم" صاف جواب دیا جاتا ہے کہ تمھاری عذرداری خارج المیعاد ہے اب اوس کی سماعت نہین ہوسکتی ۔ پیغمبر کی پیشی مین اس کا فیصلہ ہوتا ہے ۔ اور اوسی وقت تعمیل کیجاتی ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ "وتری الظالمین لما راوا العذاب یقولون ھل الی مرد من سبیل ۔ وتراھم یعرضون علیھا خاشعین من الذل ینظرون من طرف

خفی ۰ وقال الذین آمنوا ان الخاسرین الذین خسروا انفسھم واھلیھم یوم القیمۃ ۰ الا ان الظالمین فی عذاب مقیم "۰ اور تو دیکھے گا ظلم کرنے والون کو کہ جب وہ دیکھینگے عذاب کو تو کہینگے کہ کیا کوئی راستہ نکل جانے کا بھی ہے ؟ اور تو دیکھے گا اون کو کہ جب وہ دوزخ کے سامنے لائے جاینگے تو گردن جھکائے ہوئے خوف اور ذلت کے مارے کوری نگاہ سے دیکھینگے اور اون کو دیکھکر ایمان دار لوگ کہینگے یہ وہی کمبخت ہین جنھون نے خراب کیا اپنے آپ کو اور اپنے ساتھ والون کو قیامت کے روز ۰ خوب سمجھو کہ بالتحقیق ظلم کرنے والے عذاب ہی مین رہین گے "

غرض وہ لوگ تو اس حکم کے موافق سب کے سب دوزخ مین چلے گئے ۰ اب حضرت امام حسین آگے بڑھکر عرض کرتے ہین کہ خداوندا ! تو دانا و بینا ہے اب پر ایسے ظلم جور ہوئے مگر کوئی کلمہ شکایت کا زبان پر نہ لایا ۰ تیرے فرمان کے مطابق رضا و تسلیم کے جادہ کو نہ چھوڑا ۰ اپنے ایک سر کے ساتھ بہتر سر تیری راہ مین نذر کردئے ۰ بال بچون کی مصیبت پر کچھ نظر نہ کی ۰ اون پر جو کچھ گزری وہ تجھ پر روشن ہے ۰ یہ سب کچھ مین نے صرف تیرے ایک وعدہ کے بھروسے کیا ہے ۰ تو صادق الوعد ہے ۰ تیرے وعدہ مین تخالف نہین ہوسکتا ۰ تو خود فرما چکا ہے کہ "ان وعدہ کان مفعولا" ۰ اب تو اوس کو پورا کردے "

اوس وقت دریائے رحمت کو جوش ہوتا ہے ۰ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" "سلام ہے تم پر بباعث اس کے کہ

"تم نے صبر کیا ہے بہت عمدہ مقام تمہارے لیے آخرت میں ہے"
"انی جزیتہم الیوم بما صبروا" "بے شک میں آج اون کے صبر کا عوض دیتا ہوں"
لاؤ! اے میرے حبیب کی گنہ گار امت کو میں نے اون کو بعوض خون حسین کے
بخش دیا۔ اے میرے حبیب! اب تو راضی ہوا؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب باری میں سجدۂ شکرانہ بجا لاتے ہیں۔
اور اپنے اہل بیت کے ساتھ ان خوش قسمتوں کو حوض کوثر پر لے جاتے ہیں۔
وہاں ان سب کے ہاتھ موںھ دھولا کر بہشت میں پہونچاتے ہیں۔
ہمارے معزز ناظرین کو خیال کرنا چاہیے کہ اوس بے کس مظلوم نے آپ کے لیے
کتنا بڑا کام کیا ہے۔ کربلا کی مصیبت آپ سن چکے۔ قیامت کے روز کا
فوٹو آپ کی نظر سے گزر چکا۔ اب اس سے زیادہ کیا ہوگا؟ آپ لوگ کتنے بڑے
خوش نصیب ہیں جو ایسا وسیلہ ہاتھ آیا ہے۔ اگر یہ نہو تو معلوم ہو کہ قیامت کے
روز کی دارو گیر کیسی ہوتی ہے؟ ہمارے اعمال تو ایسے ہیں کہ اگر اون میں سے
ایک ادنی بات کی پرسش ہو تو زبان سے پورا ایک حرف بھی نہ نکل سکے۔ اور
سیدھے جہنم کا راستہ لیں۔ دیکھیے! اخیر وقت حضرت کی زبان پر کیا دعا
تھی؟ وہ امانت کیا تھی؟ ایک اقرار تھا جو حضرت سے بارگاہ کبریائی میں
لیا گیا تھا کہ اگر تم اپنے نانا کی امت کو بخشوانے کا ذریعہ ہونا چاہتے ہو تو
اپنا سر ہمیں دیدو۔ حضرت نے فوراً قبول کر لیا۔ اس بات کا خیال بالکل
نہ فرمایا کہ اس میں کیا کیا مصیبتیں اوٹھانی پڑینگی؟ اور وہ کیسی اوٹھائی جائینگی؟
اس اقرار کے وفا کرنے میں حضرت نے جسقدر سختی اوٹھائی ہے اوس کا اندازہ کرنا

ہمارے فہم وادراک کے باہر ہے ۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ گرمی کے موسم میں ایک ایسے جنگل میں جہاں سایہ کا نام تک نہو تین دن پیاسے رہنا کیا مزہ دیتا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تین روز پیاسے رہکر میدان کارزار میں سرگرم سعی ہونا اور اپنے ساتھ والوں کو قتل ہوتے دیکھنا جن میں دوست آشنا عزیز واقارب اور بھائی بیٹے بھتیجے بھانجے سب ہی ہوں کیا کیفیت دکھاتا ہے ۔ تنہائی کی حالت میں عورتوں بچوں کو ایک ایسے جنگل میں بے سہارا چھوڑ دینا جہاں اون کا کوئی پرسان حال نہو دل پر کتنا صدمہ پہونچاتا ہے ۔ خود اپنے اتنے زخم کہانا جن کا شمار نہو اور ان سب امور کے طے ہو جانے کے بعد ذبح ہو جانا کس طرح ہوتا ہے ۔ یہ تمام حالات اوس شخص کے ہیں جس نے ہماری آخرت کی درستی اور ہماری راحت ابدی کے واسطے اپنی ذات پر گوارا کیے ہیں ۔ پھر کیا ہم اون کے اتنے بھی کام کے نہیں کہ اون کی مصیبت یاد کر کے دو آنسو بہائیں ؟ آہ ! ہمارے لیے اون پر یہ مصیبت پڑی ۔ اگر ہماری محبت اون کے دل میں نہوتی تو اتنا بکھیڑا کیوں ہوتا ۔ اور یہ بکھیڑا ابھی ختم کب ہوا ہے ۔ ابھی تو کربلا کے مصیبت زدہ پسماندوں کو ایک نئی قسم کی مصیبت کا سامنا ہے ۔ اب وہ ہیں اور اون کا خدا ہے ۔

جس وقت لشکر شام کو کشت وخون سے فراغت حاصل ہوئی تو عمر ابن سعد نے منادی کرائی کہ اب حسین کی لاش کو گھوڑوں سے پامال کرنا ہے ۔ جس کو اس کام کی آرزو ہو وہ سامنے آجائے " ۔ سب نے متفق اللفظ کہا ۔ ہم آپ کے زیر حکم ہیں ۔ جس کو حکم ہو وہ بجا لائیگا ۔ اس میں سے دس آدمی آگے

بڑہکر کہے ۔ "ہم حاضر ہین" ۔ اللہ اکبر! ان لوگون کی جرات اور اوس حاکم کے حکم کو ملاحظہ فرمائیے ۔ سنتے ہین کہ چنگیز خان بڑا ستمگار تہا ۔ اوس کی بہت سی ظالمانہ کارروائیان زبان زد عام ہین ۔ اور اوس کا نام ضرب المثل ہوگیا ہے ۔ لیکن ان لوگون نے اوس کے بہی کان کاٹے ۔ اوس کا جابرانہ طریقہ اون لوگون کے ساتہہ تہا جو بالکل بیگانے تہے ۔ اور بیگانے بہی کیسے ؟ قوم وملت مین ۔ رسم وعادت مین ۔ تعارف وقرابت مین ۔ کسی حالت مین اتحاد نہین ۔ وہ اتنا بہی نہین جانتا تہا کہ جس پر ظلم کیا جاتا ہے وہ کون ہے ؟ اور کس مصرف کا ہے ؟ اگر سچ پوچہو تو اوس کی بے رحمی بنظر اوس کی بے تعلقی کے چندان قابل گرفت نہ تہی ۔ صرف ایک اتحاد نوع انسانی نے اوس کے نام کو جہنڈے پر چڑہا دیا ۔ یہان تو سب ہی قسم کا اتحاد تہا ۔ مذہب ایک ۔ رسم وعادت ایک ۔ قومیت ایک اور جس پر یہ کچہ ستم ہوا اوس کو جانتے بوجہتے ۔ اور جانتا بہی کیسا ؟ خود ان کے پیغمبر کا نواسا اور جانشین ۔ رات دن انہین کے گہر کی تعلیم وتلقین ۔ اتنی باتون مین سے ان لوگون نے ایک کا بہی لحاظ نہ کیا ۔ اور ابن سعد کا اشارہ پاتے ہی جہٹ پٹ گہوڑون پر چڑہکر اوس لاش مطہر کو روند ڈالا جس کے قدمون کو بے وضو ہاتہہ لگانا بہی اون کے مذہب مین جائز نہ تہا ۔ افسوس ہے کہ ہم ان کو کس منہ سے مسلمان کہین ۔ ایسے بہائم سیرت انسانون کا نام سننے کے اگر ہمارے دیندار ناظرین مشتاق ہون تو لو! ہم اون کے نام حاشیہ پر چڑہا دیتے ہین تاکہ معلوم ہوجائے کہ

اسحق بن حوبہ	اخنس بن مرثد
حکیم بن طفیل	عمر بن صبیح

سالم بن خثیمہ	رجاء بن منقذ	ایسے مسلمان بھی دنیا مین ہوئے ہین
واعظ بن ناعم	صالح بن وہب	اس غارت کے بعد لشکر اون لٹے تاراجی
اسید بن مالک	ہانی بن ثبیت	مال و متاع پر ہاتھہ بڑہایا ۔ اگر ہم

ان لٹیرون کے نام اور حال کی فہرست دون تو بہت طول ہو جائے گا ۔ اور کچہ مزہ بھی نہ آئیگا ۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کی لاش کے ساتھہ جو کچہ از قسم ہتیار اور لباس تھا اوسپر جس کا ہاتھہ پڑا ایک ایک کرکے نکال لیا ۔ اور اسی طرح کل مقتولان ہمراہی حضرت کو ننگا کر ڈالا ۔ پھر لگے ہاتھون حرم سرا پر دہاوا کیا ۔ اس غارتگر گروہ کا پیشوا شمر ذی الجوشن تھا ۔ سب کے سب خیمون مین گھس پڑے روکنے والا کون تھا ؟ عورتون نے بہت کچہ واویلا کی ۔ مگر کون سنتا تھا ؟ کسی کے سر سے چادر ۔ کسی کا دوپٹہ اوتار لیا ۔ کسی کے کان سے بالیان نوچ لین ۔ کسی کے پاؤن سے پازیبین کھینچ لین ۔ کسی کا ہاتھہ مروڑ کر کنگن ۔ کسی کا بازوبند چھین لیا ۔ کسی کا گلا دبا کر گلوبند ۔ کسی کی اونگلی توڑ کر چھلا نکال لیا ۔ غرض جس عورت کے جسم پر جو کچہ زیور یا کپڑا تھا وہ سب اون کا نذر ہوا ۔ اس کشاکشی مین کسی کے کان ٹوٹ گئے ۔ کسی کے ہاتھہ مروڑے گئے ۔ کسی پر کوڑے برسے ۔ کسی نے طمانچے کھائے ۔ کسی پر اولٹی برچھون کی مار پڑی ۔ بڑی بوڑہی عورتین تو صبر کرکے بیٹھہ گئین ۔ لیکن کم سن لڑکیان ایسے صدمون کی برداشت کیونکر کرسکتی تھین ؟ بہت کچہ روئین ۔ چلائین ۔ آخر کوسنے کوسنے چیخنے لگین ۔ مگر کسی کو اون کے حال پر رحم نہ آیا ۔ گویا دارالحرب کی لوٹ تھی جب یہ لوگ عابد بیمار کے بستر پر پہونچے تو اون پر تلوار کھینچی ۔ مسلم بن حمید کہتا ہے

کہ مین بھی اس لوٹ مین شمر کے ساتھ تھا۔ سب لوگ مال و اسباب لوٹ رہے تھے۔ عورتین سہمی ہوئی ادہر اودہر کھڑی تھین۔ بچے چلا چلا کر رو رہے تھے۔ اور ماؤن کے پیچھے چھپ جاتے تھے۔ ایک خیمہ مین امام زین العابدین بچھونے پر پڑے تھے۔ چہرہ پر ناتوانی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اون کو دیکھتے ہی شمر نے تلوار کھینچی تو مین نے کہا۔ کیا تم کو اس بیمار لڑکے کے حال پر رحم نہین آتا ہے؟ اب تمہارے پیغمبر کے خاندان مین صرف یہی تو رہ گیا ہے۔ اوس نے جواب دیا۔ تم کیا جانو؟ دشمن کو کبھی حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے۔

ہم اس گفتگو مین تھے کہ کسی نے اندر گھس کر وہان کا سارا سامان اوٹھا لیا۔ ایک نے اون کے نیچے سے بچھونا کھینچ لیا۔ اور وہ زمین پر پڑ گئے۔ شمر چاہتا کہ اون پر تلوار اوٹھائے۔ اتنے مین عمر بن سعد آگیا۔ اوس کو دیکھ کر تمام اہل حرم فریاد و فغان کرنے لگے۔ اور ایک شور محشر برپا ہو گیا۔ خدا جانے اوس کے دل مین کیونکر رحم آیا۔ عورتون کی آہ و زاری اور بیقراری دیکھ کر اوس نے غارتگرون کو بزور باہر نکالا۔ اور کہا کہ جو کچھ لیا ہے واپس دیدو۔ اور اس بیمار لڑکے کو بھی چھوڑ دو۔ خدا کو بچانا منظور تھا۔ وہ یون بچ گئے۔ اور بمشکل سب لوگ باہر ہوئے۔ مگر جو کچھ لے لیا تھا اوس مین سے کسی نے کچھ واپس نہین دیا۔ الغرض اس تمام کارروائی مین شام ہو گئی۔ عمر بن سعد نے مع اپنے لشکر کے بدستور اوسی جگہ قیام کیا۔ اور حرم سرائے اہل بیت پر پہرہ بٹھا دیا۔

دوسرے روز محرم کی گیارہوین تاریخ عمر بن سعد نے دوپہر تک کربلا مین

شمر کر چکا تھا ۔ اپنی فوج کے مقتولین کی لاشون کو اٹھوا کر ... دفن کر چکا
اور اون کی تجہیز و تکفین کی ۔ مگر یہ بہتر تن اوسی حالت مین بے گور و کفن جا بجا
زمین پر پڑے ہوئے تھے ۔ اور ان کے سر کاٹ کر کوفے کو بھیجے جا چکے تھے
اور ان فوج کو ... ہو رہے ۔ جب فوج نے کوچ کیا تو حکم دیا گیا کہ اہل بیت
کے خیمے جلا دو ۔ اور پس ماندگان حسین کو حراست مین ساتھ لے لو ۔ اس حکم کی تعمیل
فوراً ہو گئی ۔ جس وقت اہل بیت کی حرمین خیمون سے نکالی گئین اور اون کے
خیمون کو آگ دی گئی تو وہ عورتین جن پر اب تک فرشتون کی بھی نظر نہین
پڑی تھی اس ہیئت سے نکلین کہ نہ سر پر چادر ہے نہ پانون مین جوتی ہے ۔
زار زار رو رہی ہین اور سپاہیون کے نرغہ مین قیدی بنی ہوئی چلی جاتی ہین
یہان تک کہ اوس ہیئت مین پہونچین جہان نونہالان گلشن رسالت کٹے پڑے
تھے ۔ مین اپنے ناظرین کو اوس وقت کا سمان کیسے دکھاؤن ؟ میرے
قلم مین اتنا دم کہان ہے جو اوس نالہ درد انگیز کو کھینچ کر بتا سکے جو ساکنان
ملاء اعلی کے جگر کو چیر کر پار ہو گیا ہو ۔ اور وہ شور و شین قیامت خیز تحریر
مین لا سکے جس نے زمین و آسمان کو ہلا دیا ہو ۔ بی بی زینب نے حضرت کی
لاش بے سر کو دیکھا تو فریاد کرنے لگین کہ "وا محمداہ صلی اللہ علیک و ملائکہ
السماء" یہی تمہارا حسین ہے جس کا جسم چور چور ہو گیا ہے ۔ اور جس کا سر جسم
سے دور ہو گیا ہے ۔ یہی تمہاری بیٹیان ہین جو قیدی بنکر چلی ہین ۔
اب تم کہان ہو ؟ ہماری حالت کیون نہین دیکھتے ؟ ہماری فریاد کیون
نہین سنتے ؟ اے میرے مظلوم مسافر ! مین اور میرے مان باپ تجھ پر

قربان ، تیرا سر تن سے کس نے جدا کیا ؟ اے میرے پیارے بیٹے! میں اور میرے ماں باپ تجھ پر قربان ، تیرا لباس بدن سے کس نے اوتار لیا ؟ اس تپتی دھوپ میں تجھے کیسی نیند آگئی ؟ تیرے نازک جسم پر کیسی گھوڑے دوڑ گئی ؟"

ایک طرف بالی سکینہ حضرت کی لاش پر لوٹ رہی ہے ، اور رو رو کر کہتی ہے کہ "بابا! خدا کے لیے ذرا صورت دکھا دو! میں صدقے ہوتی ہوں مجھے نہ بہلاؤ "

اسی طرح ایک ایک لاش پر وہ جگر خراش بین ہوتا تھا جس کے سننے پر دشمن بھی رو دیتا تھا ⁂

⁂ ابو مخنف نے طرماح بن عدی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ "میں کربلا میں بہت سے زخم کھا کر لاشوں میں پڑا تھا ، دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں بھی ایک مقتول ہوں ، خدا کی قسم ہے یکا یک میں نے دیکھا کہ کچھ سوار آئے ، اون کے آنے سے تمام جنگل میں خوشبو پھیل گئی ، میں سمجھا کہ شاید عبیداللہ بن زیاد آیا ہے ، اون سواروں میں سے ایک شخص حسین کی لاش کے پاس آکر گھوڑے سے اوترا اور بیٹھ گیا ، اور لاش کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا " اے میرے فرزند! آخر اس قوم ناحق شناس نے تجھے قتل کر ڈالا ، تجھے کچھ نہیں پہچانا ان لوگوں نے خدائے منتقم حقیقی کے مقابلہ میں بہت بڑی جرات کی ۔

حضرت امام زین العابدین کا حال شدت غم سے اس درجہ پر پہونچا تھا کہ بار بار سینہ مین دم رکتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب نکلا جاتا ہے۔ چہرہ پر بے انتہا یاس وحسرت برستی تھی۔ اون کی آنکھوں مین ایک بوند بھی آنسو کی نہ تھی۔ یکایک بی بی زینب کی نظر اون کے چہرہ پر پڑ گئی تو کہنے لگین یہ کیا غضب کرتے ہو؟ ہم بیکس مصیبت زدہ رانڈون کا اب تمہارے سوا کون وارث ہے؟ اگر اتنا ضبط کروگے تو دشمنون کا دم گھٹ کر نکل جائیگا۔ پھر ہم کو منزل پر کون پہونچائیگا؟ سجاد نے فرمایا "پھوپی! مین کیا کرون۔ ایک دکھ ہو تو سہون۔ دو ہون تو برداشت کرون۔ حضرت کے سامنے نہ مرنے کا غم۔ زندہ رہکر اون کی تجہیز وتکفین نہ کرنے کا غم۔ تمہاری اسیری کا غم۔

پھر اپنے ہمراہیون سے کہا۔ "اے میرے باپ آدم وابراہیم واسمعیل! اے میرے بھائی زکریا و موسیٰ وعیسیٰ ویحییٰ! تم نے دیکھا کہ میری امت کے سرکشون نے میرے فرزند کے ساتھ کیا کیا؟ خدا اون کو میری شفاعت نصیب نہ کرے"۔

طرماح کہتا ہے کہ اوس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ ہمارے پیغمبر ہین۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ جس روز حضرت امام حسین شہید ہوئے عبد اللہ بن عباس اور ام سلمہ نے خواب مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسی پریشانی کی حالت مین دیکھا تھا۔ یہ روایت بھی اوسی کی موید ہے ۱۲

قوم کی بے کسی کا غم۔ کسی مونس غمخوار کے نہ ہونے کا غم۔ اتنے غم ہوتے واحد ہیں کوئی
کیونکر اوٹھا سکتا ہے؟ کہاں تک روتے اور کس کس کے لیے روتے۔ میرا جینا خود
میرے لیے وبال ہوگیا ہے۔ تمہیں انصاف کرو حضرت کی لاش اس طرح بے گور و
کفن جنگل میں چھوڑ کر چلا جانا کیا کچھ مصیبت کا سامنا ہے۔ وہ بیٹا کس کام کا جو
باپ کے کام نہ آئے۔ اور کام بھی کونسا؟ باپ کی لاش کو زیر زمین کرنا۔ جس کے
بعد پھر اور کوئی کام کرنا نہیں پڑتا۔ مگر کیا کرون؟ مجبوری ہے۔ کچھ بن نہیں آتا۔
اتنا کہنا تھا کہ بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ اور سسکیاں بندھ گئیں تو ایسے کہ پھر زینب کا
روکنا مشکل ہوگیا۔ بیمار طبیعت اتنی بڑی مصیبت کس طرح اوٹھا سکتی تھی؟ آخر
زمین پر گر پڑے۔ افسوس! واقع میں حضرت سجاد کی زندگی وبال جان
ہوگئی تھی۔ اگر سب کے برابر قتل ہو جاتے تو عمر بھر کا رونا کیوں نصیب ہوتا۔
جن کے رونے کی نظیر دنیا میں بہت کم ملتی ہے ؂ بچوں کی بددعا سے یا رسولوں کا

؂ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ امام زین العابدین بعد شہادت حضرت
امام حسین کے چالیس برس زندہ رہے۔ ہمیشہ اون کی یہ عادت تھی کہ دن کو
روزہ رکھتے اور تمام رات عبادت میں بسر کرتے۔ افطار کے وقت روٹی
اور پانی سامنے آتا تو آپ اوس کو دیکھ کر بار بار فرماتے کہ "قتل ابن رسول اللہ
جائعًا۔ قتل ابن رسول اللہ عطشانًا" اور اتنا روتے اتنا روتے کہ وہ
روٹی بھیگ جاتی اور وہ پانی تلخ ہو جاتا۔ یہی حال تا دم انتقال
رہا۔ ۱۲ منہ۔

روتا اور چلانا دیکھکر عمر بن سعد نے کہا ۔ چلو ! ان کو یہان سی ہٹاو اور اونٹون پر بٹھاو ۔ سپاہی ایک ایک کا ہاتھ پکڑکر اوٹھاتے ہین اور اونٹون پر بٹھاتے ہین ایسے موقع پر اونکو پردہ دار محملین کہان سی ملتی تھین ؟ اور ایسی کسی پڑی تھی کہ انکی ذاتی محملین لگا رکھتا ۔ وہ تو اونکی اونٹون سمیت کبھی کی لٹ گئین ۔ اب اوسکے لیے وہ اونٹ آئے جو ننگا رین پکڑے ہوئے تھے ۔ کسی پر کجاوہ ہے تو کوئی ننگی ہی پیٹھ ہے ؛ غرض جون تون کرکے یہ لٹا ہوا قافلہ آگی بڑہا ۔ حضرت سجاد کے بھی گلے مین طوق اور ہاتھون مین زنجیر ڈالکر ایک اونٹ پر بٹھای گئی ۔ اور اونکے دونون پانون اونٹ کے پیٹ سی باندھ دیے گئی ۔ اوس وقت اونکے دلی خیالات کیا تھے کون بتا سکتا ہے ؛ ایک ایسا شخص جو بخیال دنیاوی حیثیت کے مالک رقاب الامم ۔ اور بلحاظ دینی منزلت کے جگر گوشہ رسول اکرم ہو ۔ اس ذلت وخواری کے ساتھ اوس ملک مین جائے جہان اوسکی تعظیم مسلمان سی لیکر کافر تک برابر کرتے ہین اور پھر وہ اکیلا بھی نہین ۔ مان بہنین وغیرہ ساری کنبے کی عورتین بحالت تباہ اوس کے ساتھ ہون اوسکے دل کا اندازہ کیا ہوسکتا ہے ؛ بار بار دل یہی کہتا ہے کہ کاش اگر یہ سفر بجای اس ملک کے ملک عدم کو ہوتا تو اچھا تھا ۔ ایسی حالت سی اون لوگون کو منہ دکھانا جنکو ہمارے جد امجد کا کلمہ پڑہنے کا فخر ہے مر جانے سے کچھ کم نہین ۔ جس گھر کی بدولت یہ ملک دولت ایمان سی بہرہ ور ہوا اوس گھر کا وارث یون ذلیل ہو ۔ اے دہر ناپایدار ! تیری کسی بات مین قیام نہین ۔ تیری نظر وہ بلائے بے درمان ہے کہ جسپر پڑی اسپر وہ "ظلم یکن شیئاً مذکورا" ہو گیا ۔ راستہ مین جو جو تکلیفین اس قافلہ کو اوٹھانی پڑین وہ محتاج بیان نہین ۔ ناظرین خود غور کرسکتے ہین کہ مسافرت ایک ایسی چیز ہے جو اختیاری سفر کرنے والون کو انواع و اقسام کے مصائب مین مبتلا کر دیتی ہے

چہ جائیکہ یہ لوگ قیدی تھے ۔ اور قیدی بھی کیسے ؟ جن کے ساتھ شخصی عداوت بدرجہ ہے ۔ پھر ان کے لیے جو کچھ تکلیف ہو کم ہے ۔ پیٹ بھر کھانا نہین پر پانی نہین ۔ اور ہنے بچھونے کا تو ذکر ہی کیا ہے منھ چھپانے تک کو کپڑا نہیں یہان تک کہ اگر کوئی اونٹ ذرا آہستہ چلا تو سوار کی شامت آگئی ۔ سخت و سست کہدینا تو ادنی بات تھی بلکہ اونٹ کو مارنے کے بہانہ سے سواری کو ماردیا ۔ بھلا سکینہ کی عمر ایسی کیا تھی ؟ اوسپر اس جرم مین کہ اوس نے ساربان سے کہا تھا کہ تمام رات چلتے چلتے تھک گئی ہون ذرا دم لو ۔ اور دیکھو تو میرے پانؤن رگڑ رگڑ کھا کھا کر چھل گئے ہین ۔ تو اوس نے اونٹ کو اور تیز کیا ۔ اور شکنجہ کی پشت پر بھی ایک کوڑا رسید کیا ۔ جب وہ رونے لگی تو وہ تین کوڑے اور لگا دیئے ۔ بارے بہزار خرابی کوفہ پہونچے ۔

چودہوان بان

ہان ای قلم یہ وقت ہی فریاد و آہ کا
قیدی بنا ہی کنبہ رسالت پناہ کا

جس وقت قیدیان اہل بیت کی آمد آمد کی خبر حاکم کوفہ عبید اللہ بن زیاد کو پہونچی تو اوس نے حکم دیا کہ بارہ ہزار سوار آگے بڑہکر جائین ۔ اوران لوگون کو بڑے اہتمام کے ساتہہ شہر کے اندر لائین ۔ جس سے یہ مطلب تہا کہ گورنمنٹ شام کی قوت و سطوت ظاہر ہو ۔ اور نیز محبان اہل بیت کو کسی قسم کی شورش کرنیکا حوصلہ باقی نرہے ۔

عمر ابن سعد کو اطلاع دی گئی کہ مقتولان اہل بیت کے سر نیزون پر چڑہا کر آگے کرو اور قیدیون کو اوس کے پیچھے رکھو ۔ چنانچہ بموجب اس حکم کے تمام شہیدون کے سرون کو نیزون پر چڑہا کر آگے آگے اور حضرت سجاد کو مع اون کے کنبے کے اون سرون کے پیچھے رکھا گیا ۔

جب یہ لوگ اس جلوس کے ساتھ کوفہ میں داخل ہوئے تو شہر کی خلقت اونکو دیکھنے کے لیے اپنے گھروں سے باہر نکل پڑی ۔ جو شخص ان قیدیوں کی بیکسی اور بے نوائی کو دیکھتا تھا افسوس کرتا اور رو دیتا تھا ۔ اکثر عورتیں جو اس سانحہ سے بے خبر تھیں ایک ایک کا منہ دیکھ کر حیرت میں تھیں کہ الہی یہ کون لوگ ہونگے جنکے چہروں سے شرافت ٹپکتی ہے پھر مجرم کس امر کے ہیں ؟ آخر اون میں سے ایک نے جی کڑا کرکے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو ؟ اور کہاں کے قیدی ہو ؟ بی بی زینب نے کہا کہ "ہم قیدی آل محمد ہیں جنکا تم لوگ کلمہ پڑھتے ہو" ۔

وہ عورت اتنا سنتے ہی اپنا سر پیٹنے اور ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگی ۔ اور بی بی کا سر برہنہ دیکھ کر اپنا برقع اوتار کر پھینک دیا ۔ پھر تو تمام عورتیں اس ماجرے سے واقف ہو کر رونے اور چلانے لگیں ۔ یہاں تک کہ وہ تمام راستہ ایک ماتم کدہ بن گیا ۔ اور حسرت کا ایسا سماں بندھا کہ مردوں سے بھی ضبط نہو سکا وہ بھی بے اختیار رونے لگے ۔

یہ کیفیت دیکھ کر بی بی زینب کو غصہ آیا اور کہا " اے اہل کوفہ ! تمہاری مثال اوس عورت کی ہے جس نے سوت کاتا اور کپڑا بنا اور پھر اوس کو پھاڑ پھوڑ کر تار تار کر دیا ۔ اوسی طرح تم نے بھی اپنے ایمان کو غارت کر دیا ۔ تو خوب یاد رکھو کہ وہ دن کچھ دور نہیں ہے کہ منتقم حقیقی تمہارے اس مکر و فریب کے عوض میں تم کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دے ۔ تمہیں نے ہم کو ہمارے وطن سے نکالا ۔ ہمارے مردوں کو قتل کیا ۔ ہماری

عورتون کو دارالحرب کے قیدیون کے مانند پکڑا ۔ اور اب ہمارے حال پر روتے بھی ہو ۔ خدا کی قسم ہے کہ تم رونے ہی کے لائق ہو ۔ خوب روؤ ۔ مرحبا ! صد مرحبا ! تم نے اپنے پیغمبر کے لخت جگر کی خوب توقیر کی ۔ اور اون کے کنبے کے عورتون کی اچھی حرمت رکھی ۔ تمہاری اس خوش اعتقادی سے پیغمبر بہت خوش ہونگے ۔ اور حشر کے روز خاطر خواہ تمہاری شفاعت کرینگے ۔"

یہ فقرے اس قدر تیز آتش ریز تھے کہ سننے والونکے دل کو جلا کر کباب کر دیا ۔ جس طرح کباب سیخ پر تراوش کرتا ہے اوسی طرح ہر ایک کی انکھ سے آنسو ٹپکتے تھے ۔

اس کے بعد حضرت سجاد نے لوگون کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اُے اہل کوفہ ! تم نے اون لوگون کو قتل کیا ہے جن کی خدا کے پاس بڑی عزت و حرمت ہے ۔ مین نہین سمجھتا کہ خدا تم سے پوچھیگا تو کیا جواب دوگے ؟ یقین مانو کہ تمہاری اس حرکت ناشایستہ کی سزا بجز اس کے اور کچھ نہوگی کہ تم ہمیشہ عذاب دوزخ مین رہوگے ۔ کیا تم نے میرے والد حسین بن علی کو اپنا رسوخ جتا کر بڑے اصرار سے نہین بلایا ؟ کیا تم نے جنگل مین گھیر کر اون کا اور اون کے عزیزون کا گلا نہین کاٹا ؟ کیا تم نے اون کو اور اون کے ساتھ والون کو تین دن تک لب نہر پیاسا نہین مارا ؟ کیا تم نے اون کی لاش کو گھوڑون کے پانون سے چور چور نہین کیا ؟ کیا تم نے اون کی اور اون کے ساتھ والون کی لاشون کو

سبھی گور و کفن جنگل مین نہین ڈال دیا ؟ اور اب اون کے عیال و اطفال
قیدی بنکر چلے ہین تو تاسف بہی کرتے ہو ؟ بڑی شرم کی بات ہے ۔ یہ
تمہارا تاسف کس پر ہے ؟ ان سب باتون کا مواخذہ ایک دن تم سے ضرور
ہونے والا ہے ۔ کیا تم نے قرآن مین یہ آیت نہین پڑہی کہ ؟ فمن
یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ " جو شخص
اچھا کام ایک ذرہ کے برابر بہی کریگا تو وہ اوس کو نظر آ جائے گا ۔
اور اگر برا کام ایک ذرہ کے برابر بہی کریگا تو وہ بہی اوس کو نظر آ جائیگا "
حضرت سجاد کی اس تقریر سے لوگون کے دلون مین ایسی ہیبت
سما گئی کہ نقش دیوار بن گئے ۔ اون کو کہنے کے لیے کیا منہ تہا ؟ بجز
سر بگریبان ہونے کے کوئی چارہ نظر نہین آیا ۔
الغرض یہ قیدی ابن زیاد کے دربار مین حاضر کیے گئے ۔ اور حضرت
امام حسین کا سر ایک طبق مین روبرو رکہا گیا ۔ ابن زیاد کی اس وقت کی
خوشحالی کچہ نہ پوچہیے ۔ جامہ مین پہولا نہین سماتا تہا ۔ کیونکہ پیغمبر کے کنبے
کو تباہ کرکے نیک نامی حاصل کی تہی ۔ اور امیر شام سے امیدوار رسوخ کا
تہا ۔ تبسم کرتا جاتا تہا اور لب مبارک پر بار بار چہڑی سے مار کر کہتا تہا کہ
حسین کے ہونٹہ اور دانت بہت ہی پیارے ہین ۔
اوس مجلس مین زید بن ارقم صحابی موجود تہے ۔ اونکو یہ حرکت نہایت
ناگوار ہوئی ۔ کہا " تم اپنی چہڑی اوٹہالو ۔ مین نے اکثر دیکہا ہے
کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان لبون کا بوسہ لیتے تہے "

اون کی زبان سے اتنا نکلا تھا کہ پہلو میں دل تڑپ گیا ۔ زار زار رونے لگے ۔ ابن زیاد نے کہا ۔ "خدا تجھے ہمیشہ رونا نصیب کرے خدا نے ہم کو فتح دی اور تجھے برا معلوم ہوا ۔ کیا کروں ! تو بڈھا از کار رفتہ ہو گیا ہے ۔ نہیں تو تیری گردن بھی اوڑا دیتا"۔

زید نے کہا ۔ "میں اس سے بھی زیادہ غضب آور بات سناتا ہوں ۔ جناب رسول خدا نے حسن اور حسین کو اپنی گود میں بٹھا کر دعا کی ہے کہ "اللھم انی استودعک ایاھما وصالح المومنین" بار خدایا ! یہ دونوں میری امانت ہیں اور نیک مومن ہیں ۔ میں نے ان کو تیرے سپرد کیا ہے" افسوس ہے ! کہ تم نے پیغمبر کی امانت کو اس حالت پر پہونچایا"۔

زید بن ارقم اتنا کہہ کر وہاں سے اوٹھ گئے ۔ اس کے بعد ابن زیاد کی نظر بی بی زینب پر پڑی ۔ اوس نے دیکھا کہ ایک عورت پھٹے کپڑے پہنی بیٹھی ہے ۔ پوچھا "یہ کون عورت ہے ؟" لوگوں نے کہا ۔ یہ فاطمہ بنت رسول اللہ کی بیٹی زینب ہے ۔ ابن زیاد نے بی بی زینب کی طرف خطاب کر کے کہا ۔ "شکر ہے خدا کا کہ اوس نے ہم کو تیرے بھائی پر فتح دی ۔ اوس کا جھوٹا پن لوگوں پر ظاہر کر دیا ۔ اور تم لوگ خوب رسوا ہوئے"۔ زینب نے جواب دیا کہ ایسا نہیں "بلکہ شکر ہے خدا کا کہ اوس نے ہم کو پیغمبر کی قرابت سے عزت بخشی ۔ اور ہمارے لیے آیت تطہیر نازل فرمائی ۔ وہی بدکاروں کو رسوا اور ناہنجاروں کو

جھوٹا کرے گا" ابن زیاد نے کہا "ظاہر ہے کہ خدا نے تمہارے خاندان کے ساتھ کیا کیا؟" زینب نے جواب دیا کہ "ازل سے اون کے لیے رتبہ شہادت مقرر ہو چکا تھا۔ خدا نے اون کو اپنے دامن رحمت مین لے لیا۔ کل کے روز اون کو اور تم کو ایک ایسے مقام پر ملائیگا جہان اون کو تم پر دعوی کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اوس وقت معلوم ہوگا کہ تمہاری کارروائی کیسی تھی؟"

ابن زیاد کو اس بات پر غصہ آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ بی بی زینب کے ساتھ کچھ بدسلوکی کرے۔ لیکن عمر ابن حریث کی سفارش پر درگزر کی۔

اس کے بعد حضرت سجاد کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا "یہ کون ہے؟" حضرت نے کہا "مین علی بن حسین ہون" ابن زیاد نے کہا "مین نے سنا تھا کہ وہ اس ہنگامہ مین مارا گیا پھر یہ جیتا رہا کیسا ہے؟" اونہون نے جواب دیا کہ "وہ میرے بڑے بھائی تھے۔ اون کا نام علی اکبر تھا لوگون نے اون کو قتل کیا"۔ ابن زیاد نے کہا "تم بھی وہی ہو" اور حکم دیا کہ ان کو بھی قتل کر ڈالو۔

اوس وقت کی بی بی زینب کی گھبراہٹ خارج از تحریر ہے۔ امام زین العابدین کو پکڑتی ہین اور ابن زیاد سے کہتی ہین۔ "اگر تمہارا دل اہل بیت مصطفے کے قتل کرنے سے اب تک سیر نہوا ہو تو بہتر ہے کہ اس لڑکے کے ساتھ مجھے بھی قتل کر ڈالو"

ابن زیاد کو بی بی کے اضطرار اور جان دینے پر تیار ہو جانے نے

سخت حیرت مین ڈال دیا ۔ اوس نے غور کیا کہ ایسے موقع پر یہ جرأت خالی از جوش محبت نہین ہوسکتی ۔ پھر اپنے لوگون کی طرف مخاطب ہوکر کہا ۔ "مجھے اس عورت کے حال پر رحم آتا ہے کہ اپنا قتل کیا جانا اس لڑکے کے ساتھ پسند کرتی ہے ۔ اچھا جانے دو ۔ ان سب کو لیجاکر اوس مکان مین رکھو جو مسجد جامع کے عقب مین خالی پڑا ہے ۔ اور حسین کے سر کو تمام شہر مین پھرا کر لاؤ تاکہ سب کو معلوم ہوجائے کہ امیر شام کی مخالفت کا یہ نتیجہ ہے ۔"

چنانچہ اس حکم کے موافق عمل کیا گیا ۔ دو تین روز کے بعد ان قیدیون کی روانگی جانب دمشق ٹھیری اور یہ سب لوگ اوسی حالت سے جیسے کربلا سے آئے تھے مع سرہائے شہدا اور حضرت سجاد با طوق و زنجیر پانچہزار سوار کی حراست مین بسرکردگی شمر ذی الجوشن دمشق کو روانہ ہوئے ۔ ∴ اثنائے راہ مین جو کچھ حالات پیش آئے وہ محتاج بیان نہین ہین ۔ کیونکہ پیشتر ہی ہم نے گزارش کردیا ہے کہ اس قافلہ کے ساتھ شخصی عداوت کا بدرقہ ہے ۔ پھر ان لوگون کی حیرانی و پریشانی مین کیا کلام ہے

∴ جب لشکری حضرت امام حسین اور اور شہیدون کے سر اور قیدیان اہل بیت کو لیکر دمشق کی طرف روانہ ہوئے تو پہلی منزل پر ایک بتخانہ کے قریب اوترے ۔ وہان کے پوجاری نے جب قیدیونکی کیفیت دریافت کی اور سر مبارک جناب سید الشہدا کا نیزے پر دیکھا تو اوسکے دل پر بڑا اثر ہوا

خیر! جو تون کر کے وہ سفر ختم ہوا۔ اور جب شہر دمشق (دار السلطنت شام) مین پہونچے تو ان کا راستہ اوس دروازہ سے نکالا گیا جس کو باب الساعات کہتے ہین۔ یہ دروازہ عام رہگزر کا ہے۔ اس راستہ مین آنے جانے والون کی

سرگروہ لشکر سے کہا کہ مین ایک ہزار درہم دیتا ہون۔ رات کی رات یہ سر میرے حوالہ کرو۔ صبح کو تم جب کوچ کروگے تو واپس لے لینا۔ یہ لوگ تو دین کو دنیا کے ہاتھ بیچ ہی چکے تھے جھٹ سے راضی ہوگئے۔ اور سر مبارک کو اوس کے حوالہ کردیا۔ پوجاری نے سر مبارک کو اپنی خلوت مین لیجا کر غسل دیا اور خوشبو ملی اور اپنے زانو پر رکھ کر خدا کے نور کا تماشا دیکھنے لگا۔ وہ اپنی آنکھون سے دیکھتا تھا کہ ایک نور کا جھیلا آسمان سے سر مبارک پر پے در پے اترتا چلا آرہا ہے گویا ایک ستون نور کا زمین سے آسمان تک بنا ہوا ہے۔ صبح تک یہی حال رہا۔ جب صبح ہوئی تو اوس نے ہزار درہم اور سر مبارک لشکریون کو دیدیا۔ اور وہ مسلمان ہوگیا۔ آگے چل کر سپاہیون نے اون درہمون کو تقسیم کرلینے کی غرض سے نکالا تو وہ سب کے سب مٹی کے سکے ہوگئے تھے مگر صورت ہر ایک کی بگڑی تھی اور بجائے سکے کے ایک طرف یہ آیت کندہ تھی کہ "ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون" یعنے "تم یہ نہ سمجھو کہ خدا ظالمون کے عمل سے غافل ہے"۔ اور دوسری طرف یہ آیت تھی کہ "وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" یعنے "عنقریب ظالمون کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کونسی گردش مین چلکر کھا ئینگے"۔ منہ

بھی کثرت رہتی ہے ۔ اگرچہ اس دروازہ کے علاوہ اور بھی دروازے شہر
مین داخل ہونے کے ہین ۔ لیکن حارسین کی مراد برلانے کے لیے بھی ایک دروازہ
بہت موزون تھا ۔ اون کی خواہش یہ تھی کہ رسول مقبول کے کنبے کی خاطر خواہ
ہتک ہو ۔ ان کی ابتر حالت کو ہر ادنی و اعلی دیکھے جس مین امیر شام کی ناموری
ہے ۔ یہ بات اسی دروازہ سے داخل ہونے پر منحصر تھی ۔ شہر کے اندر بڑے
سلیقہ سے آراستگی کی گئی تھی ۔ راستہ کے دورویہ دوکانون کی ایسی آرائش ہوئی
تھی کہ دیکھنے والون کا جی وہان سے ہٹنے کو نہین چاہتا تھا ۔ یہ تمام تکلف سرکاری
حکم سے قیدیان آل نبی کی تقریب مین ہوا تھا جس سے اظہار مسرت عام مقصود تھا
جب یہ لوگ دروازہ کے اندر داخل ہوئے تو تماشائیون کا ایسا ہجوم ہوا کہ راستہ
بند ہوگیا ۔ نیزون پر چڑھے ہوئے سرون کا آگے آگے اور عورتون کا اور
بچون کا بحال تباہ اون سرون کے پیچھے پیچھے ہونا ۔ پانچہزار سوارون کا اون کو
چارون طرف سے گھیرے ہوئے چلنا شہر والون کے لیے بہت اچھا تماشا ہوگیا تھا ۔
مگر افسوس ہے اون قیدیون کے حال پر جنکے پاس منہ چھپانے کے لیے بھی کوئی کپڑا نہین ہے ،
حالانکہ یہ وہ عورتین تھین جن کی پردہ داری مین اسلام کی پردہ داری تھی ۔ اور وہ
بحالت مجبوری اپنے سر کے بالون سے منہ چھپاتی تھین اور حارسین کی منت کرتی تھین
کہ مقتولون کے سرون کو ذرا آگے بڑھا دو تاکہ تماشائی ادھر متوجہ ہوجائین اور ہم پر
نظر نہ ڈالین ۔ اوس سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ اون کی اتنی درخواست
بھی کسی نے منظور نہ کی ۔ اور اوسی صورت سے اون کو لیے چلے گئے یہان تک کہ
جامع مسجد کے پھاٹک پر پہونچے ۔ ظہر کا وقت ہوگیا تھا ۔ نماز پڑھنے کی لیے وہان ٹھیرے ۔

مین کہتا ہون کہ یہ نماز تو ضرور خدا نے قبول کی ہو گی ۔ مگر فکر اس بات کی ہے کہ ان لوگون نے نماز مین جب درود پڑھی ہو گی تو "اللھم صل علی محمد" کے بعد "علی آل محمد" کہا ہو گا یا نہین اگر کہا ہو گا تو یہ خیال بھی آیا ہو گا یا نہین کہ آل محمد کون ہین کیا یہ وہی تو نہین ہین جن کو ہم نے قید کر کے لایا ہے اور سر بازار کھڑا کیا ہے

جب شہر کے لوگ نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو ایک شخص سورہ کہف پڑھتا ہوا سر مبارک حضرت امام حسین کے سامنے آیا اوس وقت اوس کی زبان پر یہ آیت تھی کہ "ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا" اوس کے جواب مین سر مبارک سے یہ آواز نکلی کہ "میرا قصہ اون سے زیادہ تعجب انگیز ہے" *

اس عرصہ مین امیر شام (یزید) نے دربار عام جس مین علاوہ معمولی درباریون کے بہت سے کم درجہ کے لوگ بھی باریاب تھے منعقد کر کے ان قیدیون کی حاضری کا حکم دیا ۔

* اصحاب کہف کا قصہ یہودیون کے ہان ایک تعجب انگیز قصہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ایک غار مین تین سو برس تک سوتے رہے ۔ ایک بار اونھون نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور امتحان کے اوس قصہ کی کیفیت دریافت کی تو اللہ جل شانہ نے اون کا قصہ اس تمہید سے بیان فرمایا کہ "اے محمد کیا تم سمجھتے ہو کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری نشانیون مین تعجب انگیز تھے" یعنے اون کا قصہ کچھ تعجب انگیز نہین ہے ۔ اس کے بعد لوگون کا خیال اوس

قصہ کی نسبت بیان کرکے اپنی طرف سے صحیح واقعات ظاہر کر دیئے ہیں جو
شروع سے آخر تک سورہ کہف میں مندرج ہیں ۔ اور یہ بھی ہدایت کی کہ
اس بارہ میں زیادہ اصرار نکرو ۔ جس کا نتیجہ فضول ہوگا کہ لوگ نہ سمجھینگے نہ مانینگے
اور ناحق کی دردسری ہوگی ۔

دقیانوس کے عہد سلطنت میں بت پرستی کا بہت زور چلا تھا ۔ جتنے بچے بادشاہ
سے لیکر رعایا تک سب کے سب بت پرست ہو گئے تھے ۔ یہ اصحاب کہف بھی
اوسی زمانہ میں ایک معمولی متوسط درجہ کے آدمی تھے ۔ اور شہر افسوس میں رہتے
تھے ۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے پانچ سے لیکر سات تک بتلائے
جاتے ہیں ۔ ان سے کہا گیا کہ تم بھی بتون کی پوجا کیا کرو ۔ چونکہ یہ لوگ
عیسائی مذہب کے خدا پرست تھے اپنا مذہب چھوڑ کر بتون کی پوجا کرنے
سے انکار کیا ۔ جس پر دقیانوس نے اون کو ڈرایا اور کہا کہ تم کو تین روز
کی مہلت دی جاتی ہے اگر اس عرصہ میں تم اپنا مذہب چھوڑ کر ہمارے
بتون کی پرستش نکروگے تو تم کو پھانسی دی جائیگی ۔ یہ لوگ خدا پر
سچے دل سے ایمان لائے تھے بت پرستی کس طرح قبول کر سکتے تھے ۔ جب یہ
بادشاہ کے دربار سے نکل کر اپنے گھر کو آئے اور جب کہ کسی اور جگہ چلے جانے
کا منصوبہ کر کے رات کو شہر کے باہر ہو گئے ۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ
دن نکلا ۔ جنگل میں اون کو ایک چرواہا ملا جس کے ساتھ ایک کتا بھی تھا
اور وہ بھی عیسائی مذہب کا خدا پرست آدمی تھا ۔ اوس نے ان سے پوچھا
کہ کہاں جاتے ہو ۔ اونہوں نے اوس کو اپنا ہم خیال جان کر سارا قصہ بادشاہ کی

ہمارے ناظرین خیال فرما سکتے ہین کہ اہل بیت رسول کی عورتون کو شاہی عام دربار کے ساتھ کہان تک مناسبت ہے۔ مزید بران برہنہ سری! بڑی ہی شرم کی بات ہے۔ جس شخص کو ذرا بھی اسلام کا پاس ہوگا وہ کبھی ایسی بات نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھنا تو بہت دور ہے۔ مگر ہمارا حامی اسلام والی شام کر گزرا۔ اسلام کی عزت مسلمان بادشاہون کو ایسی ہی کرنی چاہیے۔ [illegible] شمر قیدیان اہل بیت کو لے کر دربار مین آیا اور سلام کر کے امیر شام کے روبرو کھڑا ہوا۔ امیر شام (یزید) نے پوچھا کیا کیفیت ہے؟ شمر نے عرض کیا مین مبارکباد دیتا ہون کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے دشمن پر فتح دی۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ حسین بن علی بن ابیطالب

زبردستی کا بیان کیا۔ چرواہے نے کہا۔ چلو مین تم کو قریب مین ایک غار بتلاتا ہون وہ ایسی محفوظ جگہ ہے کہ اگر تم اوس مین ساری عمر بھی رہو تو کسی کو خبر نہ ہو۔ اور مین بھی تمہارے ساتھ رہتا ہون۔ وہ رہا کیا ضرور ہے۔ یہ لوگ اوس کی بات کو پسند کر کے اوس غار مین گئے اور دیکھا تو فی الواقع وہ غار مقام امن پایا گیا۔ رات کے جاگے ہوئے تھک گئے تھے وہان یہ لوگ سو گئے۔ ان کے سونے کی مدت تین سو برس سے زیادہ کی بیان کی جاتی ہے۔ جب یہ لوگ بیدار ہوئے تو بھوک لگی۔ ایک شخص اون مین روٹی لانے کو شہر مین گیا جس کی وجہ سے اون کا حال لوگون کو معلوم ہوا اور بادشاہ کے حکم سے اوس غار کا منہ چنوا دیا گیا۔ منہ

اسی اسم کے ساتھ جس میں اٹھارہ تو اون کے خویش و قرابتدار تھے اور باقی اسم اون کے دوست اور جان نثار تھے وارد کربلا ہوئے ۔ اس بات کی خبر پاتے ہی ہم بحکم عبیداللہ بن زیاد بہت سی فوج لیکر اون کے سر پر پہونچ گئے اور آپ کی بیعت کا اون سے سوال کیا گیا مگر اونھون نے نہ مانا اور مقابلہ کرنے کو مستعد ہوگئے ۔ پھر تو ہم نے اونکو چارون طرف سے گھیر لیا اسی آدمی کی کیا حقیقت تھی دم کے دم میں سب کو مار کر پھینک دیا ۔ اب اون کی لاشین جنگل میں پڑی سڑ رہی ہیں ''

اتنا کہہ کر حضرت امام حسین کا سر ایک طشت میں رکھ کر بطور نذر کے پیش کیا ۔ دوسرے شہیدون کے سر بدستور نیزون پر چڑھے ہوئے صحن میں تھے ۔

حضرت سجاد ایک خونی مجرم کے مانند زنجیرون میں جکڑے ہوئے اور اون کے ساتھ اہل حرم تلوارون کی چھاؤن میں روبرو کھڑے کر دیے گئے ۔

یزید پلید کو اس تباہی کی حالت میں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور لب مبارک حضرت امام حسین پر چھڑی رکھ کر نشۂ حکومت میں یہ اشعار پڑھے کہ '' لیت اشیاخی ببدر شہدوا ۔ جزع الخزرج من وقع الاسل ۔ فاہلوا و استہلوا فرحاً ۔ ثم قالوا یا یزید لا تشل ۔ لست من خندف ان لم انتقم ۔ من بنی احمد ما کان فعل ۔ لعبت ہاشم بالملک فلا ۔ خبر جاء و لا

وے منزل ۶ رکوع

ان اشعار کے مضمون سے امیر شام (یزید) کا اسلام اور اوس کا ایمان صاف ظاہر ہوتا ہے۔ جنگ بدر میں جو کفار مارے گئے اون کو شہید کہنا۔ اور اون کے بدلہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو قتل کرانا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو شعبدہ بازی اور ملک گیری کی پولیٹکل کارسازی قرار دینا۔ اون کے الہام اور وحی سے انکار کرنا۔ درحقیقت دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے۔ جس شخص کے دل میں کفار قریش کے خونبہا لینے کی آرزو ہو اوس کو ہم کیونکر مسلمان کہہ سکتے ہیں؟ ایسے اعتقاد کا آدمی اگر اپنے آپ کو مسلمان کہے تو اوس کو منافق کہنا کچھ بیجا نہو گا۔ اور منافقون کی نسبت اللہ جل شانہ نے اپنے کلام مجید میں بہت جگہ ذکر کیا ہے کہ جو اون کے جہنمی ہونے پر کافی دلیل ہے۔ ازانجملہ یہ بھی ایک آیت ہے کہ "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار" منافق دوزخ کے غار میں ہونگے"

ترجمہ۔ کاش! میرے بزرگ جو جنگ بدر میں شہید ہوگئے اگر زندہ ہوتے تو خوشی کے واقعہ اصل میں ہو رہے تھے دیکھتے کہ میں نے کیسا بدلا لیا ہے۔ اور خوش ہوکر مجھ سے کہتے کہ شاباش تھکنا نہیں۔ میں خندف کے پشت سے نہیں پیدا ہوا ہوں گا اگر میں بنی احمد سے بدلا نہ لوں۔ یہ ساری شعبدہ بازیان بنی ہاشم کی ملک لینے کی تھین۔ حقیقت میں نہ الہام ہوا نہ کوئی وحی اتری تھی

امیر شام کے اوس دربار مین ابوبرزہ اسلمی صحابی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تھے ۔ اونھون کہا ۔ اے یزید ! تم اتنی بے ادبی نکرو ۔ مین نے بارہا دیکھا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ ان لبون کا بوسہ لیتے تھے ۔ کل قیامت کے روز ان کے شفیع تو جناب رسول خدا ہون گے ۔ اور تمھارا شفیع عبید اللہ بن زیاد ہوگا ۔

یزید کو یہ بات بری لگی ۔ خفا ہوکر کہا کہ مجھے تمھارے صحابی ہونے کا لحاظ ہے ۔ نہین تو ابھی قتل کرا دیا ہوتا ۔ ابوبرزہ نے کہا سبحان اللہ ! پیغمبر کی صحبت کا تو اتنا لحاظ اور اوس کے خاص نواسے کے ساتھ یہ سلوک ؟ ہزار حیف ہے ! یہ کہکر وہان سے اوٹھ گئے ۔

سبط ابن جوزی نے عبید بن عمیر سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب سید الشہدا کا سر یزید کے سامنے لاکر رکھا گیا ایک نصرانی سفیر بادشاہ انگلستان کا وہان حاضر تھا ۔ اوس نے پوچھا کہ یہ سر کس کا ہے ؟ یزید نے کہا ۔ یہ سر حسین بن علی کا ہے ۔ یہ شخص ہماری خلافت کا دعویدار بنا تھا لہذا قتل کیا گیا ۔ سفیر ۔ یہ شخص کون تھا ؟ ذرا صراحت سے بیان فرمائیے ۔ یزید ۔ یہ شخص ہمارے پیغمبر (محمد) کا نواسا اور اون کے چچیرے بھائی (علی) کا بیٹا ہے ۔ سفیر ۔ لعنت ہے تمھارے اسلام پر ۔ تمھارا اعتقاد کسی بات پر مضبوط نہین ۔ سنو ! ہمارے ملک مین ایک جزیرہ ہے اوس مین ایک گرجا ہے اور گرجا مین گدہے کا ایک سم ہے ۔ کہتے ہین کہ اوس گدہے پر حضرت مسیح سوار ہوئے تھے ۔

اسی بنا پر ہر سال ہزار ہا آدمی دور دور سے [illegible] زیارت کرنے کو
وہاں جاتے ہیں اور صد ہا روپیہ کی نذر و نیاز چڑھاتے ہیں ۔ افسوس ہے کہ
تم لوگ اپنے پیغمبر کے خاص نواسے کو [illegible] قتل کرتے ہو ۔
میں بالیقین کہتا ہوں کہ تمہارا مذہب باطل ہے [illegible]
بھی باطل ہے "

اس کے بعد قیدیان اہل بیت کی پیشی ہوئی ۔ شمر نے آگے بڑھ کر
ایک ایک عورت کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ زینب ہے یہ ام کلثوم حسین کی [illegible]
بہنیں ہیں ۔ یہ فاطمہ اور یہ سکینہ اون کی لڑکیاں ہیں ۔ اسی طرح دوسری
عورتوں کا بھی نام لے لے کر بتلایا کہ یہ فلانی اور یہ فلاں ہے ۔ ان سب کے
بعد حضرت سجاد کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ حسین کا فرزند ہے ۔ اس کو سید سجاد
کہتے ہیں ۔ یزید نے حضرت سجاد کی طرف متوجہ ہو کر کہا ۔ اے علی!
تیرے باپ نے ہمارے ساتھ برا سلوک کیا ۔ ہمارے رشتہ قرابت کو توڑ ڈالا
اور ہماری خلافت کا دعویدار بنا ۔ اب تو نے دیکھا کہ خدا تعالی نے اوس کا بدلا
کیسا لیا ؟ اس کے جواب میں حضرت سجاد نے یہ آیت پڑھی "ما اصاب من
مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب" یعنی کوئی مصیبت زمین پر اور تمہاری
ذات پر نہیں پڑتی ہے جو لوح محفوظ میں لکھی نہ ہو ۔ روز ازل سے ہر ایک کی
تقدیر میں جو لکھا ہے وہی ہوتا ہے "

اس اثناء میں ایک شامی نے اوٹھ کر یزید سے عرض کیا کہ یہ لڑکی (فاطمہ
کبریٰ کی طرف اشارہ کر کے) مجھے عنایت کیجئے ۔ یہ بات سنتے ہی فاطمہ

بی بی زینب کو لپٹ گئیں اور تھر تھر کانپنے لگیں ۔ وہ سمجھیں کہ یہ مجھ کو لونڈی بناتا ہے ۔ بی بی زینب کو اس بات کی تاب نہ آئی ۔ غصہ ہو کر اوس مرد شامی سے کہا "ایسی بات کرنا تجھے جائز ہے نہ تیرے مالک یزید کو ۔" یزید نے کہا "مجھے اختیار ہے جس کو چاہوں دیدوں" ۔ زینب نے کہا ، "ہرگز نہیں! جب تک مذہب اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار نکرے یہ بات نہیں ہو سکتی ۔ یزید نے برہم ہو کر کہا "ایسی بات تو میری نسبت کہتی ہے ۔ حالانکہ تیرا باپ اور تیرا بھائی دونوں دین اسلام سے خارج ہو گئے ہیں" ۔ زینب ۔ "ہمارے باپ دادا کے دین سے تو اور تیرے باپ دادا نے ہدایت پائی ہے" ۔ یزید ۔ "جھوٹ بولتی ہے تو خدا کی دشمن ہے" ۔ زینب ۔ "شاید تو اپنی سلطنت پر بھولا ہوا ہے ۔ مسلمانوں کا حاکم ہو کر اپنی ذات پر اتنا ظلم کیوں کرتا ہے ۔ کچھ تو خدا کا خوف کر ۔ یہ سلطنت چلتی پھرتی چھاؤں ہے اوس پر اتنا اترانا نہ چاہیئے" ۔

یہ بات یزید کے دل کو لگی ۔ شرما کر خاموش ہو گیا ۔ اس گفتگو سے شامی کو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی خاندان رسالت کی ہے ۔ پھر تو اوس نے نادم ہو کر کہا ۔ للہ میرا قصور معاف فرمایئے ! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ لڑکی ایسے بڑے خاندان کی ہے ۔ بلکہ میں سمجھا تھا کہ یہ قیدی کفار روم و فرنگ کے ہیں ۔ اس گفت وشنود کے بعد حکم دیا گیا کہ حسین کے سر کو شہر کے دروازہ پر لٹکا دو اور قیدیوں کو ایک مکان میں مقید کرو ۔ اس حکم کے موافق سر مبارک

[illegible] دروازہ پر لٹکا دیا گیا اور قیدیان اہل بیت کو ایک ایسے مکان میں پہنچایا

[illegible] چہت [illegible] اور [illegible] تھا اور ان کے [illegible] ناکافی تھا

ان لوگوں نے [illegible] کے دن بہت تکلیف سے گزارے . ان میں کے

اکثر لوگوں نے دن اور رات زیر سما بسر کی . دہوپ کی شدت سے ان کے

جسم کی کہال اوتر گئی تہی . چنانچہ اونہیں دنون منہال بن عمر نے حضرت سجاد

کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچہا کہ یا ابن رسول اللہ ! کس طرح آپ کی صبح سے

شام ہوتی ہے ؟ تو آپ نے فرمایا . جیسے بنی اسرائیل کی قوم فرعون میں

اے منہال ! عرب کو عجم پر ناز ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب سے ہیں .

اہل قریش اور دیگر تمام عرب بہی فخر کرتے ہیں . مگر ہم کو جو اوسی محمد کی اہل بیت

ہیں قتل کرتے ہیں . قیدی بناکر گانون گانون شہر شہر پہراتے ہیں . ہم بہی

راضی برضاء پروردگار ہیں . اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں .

چونکہ یہ واقعہ ایسا نہ تہا کہ بلا پرسش رفت وگزشت ہوجاتا . یہ تو ایک

ایسی حیرت انگیز بات تہی جو آج تک کسی کے کان میں نہیں پڑی تہی .

فوراً اس کا چرچا تمام ملک شام میں ہوگیا اور مسلمانوں سے لے کر یہود و نصاریٰ

تک امیر شام (یزید) کی اس حرکت پر نفرین کرنے لگے . گویا تمام ملک میں

عام ناراضی پہیل گئی . ؎

؎ ابن سعد نے محمد بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ راس جالوت نامی

ایک یہودی نے اس واقعہ کا تذکرہ کرکے کہا کہ داود علیہ السلام کا میرے ساتھ

اس بات سے یزید کو بہت ہوا کہ مبادا یہ عام ناراضی کہین حد سے گذر کر باعث زوال سلطنت ہو ۔ اسوا اس کا دفعیہ ضرور ہے تاکہ لوگون کو دلون پر بدگمانی باقی رہے ۔ اس خیال پر اوس نے اپنی طبیعت کا رنگ بدلا ۔ ایک روز دربار منعقد کرکے کہنے لگا ۔ مین نے حسین کے قتل کا حکم نہین دیا تہا ۔ خدا ابن مرجانہ کا خانہ خراب کرے اور اوسپر خدا کی لعنت ہو ۔ یہ سارا فساد اوسی کا ہے ۔ اب مین تم سے (ارکان سلطنت کی طرف خطاب کرکے) پوچھتا ہون کہ ان باقیماندہ لوگون کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ ایک بے دین نے کہا "آپ تک جو کچھ ہوا وہ اچھا ہی ہوا ۔ آیندہ مناسب یہ ہے کہ حسین کے فرزند کو بہی حوالۂ شمشیر اجل کیا جائے تاکہ حسین کی اولاد دنیا مین باقی نرہے ۔ یہ لوگ آپ کی سلطنت کے دشمن ہین ۔ دشمن کو قابو مین آنے کے بعد چہوڑ دینا خلاف عقل ہے"

یزید خاموش رہا ۔ کچھ جواب نہ دیا ۔ اوس کی خاموشی نے اہل دربار کو جتا دیا کہ امیر شام کو اس امر مین تردد ہے ۔

اس اثنا مین نعمان بن بشیر نے عرض کیا ۔ "اے امیر المومنین!

ستر پشت کا واسطہ ہے ۔ اتنے دور دراز کے واسطہ پر بہی بنی اسرائیل میری اوسی قدر تعظیم و تکریم کرتے ہین جیسے کسی قریب کے رشتہ دار کی ہوتی ہے۔ وائے برحال مسلمانان! انہون نے اپنے پیغمبر کے خاص نواسے کو قتل کر ڈالا ۔ اتنے قریب بلکہ ایک ہی پشت کے رشتہ دار کا کچھ بہی پاس نہ کیا ۔ منہ ۔

زمانہ ہر چند خاصکر شامیون ہی کی بدولت یزید کی تعریف ہوتی تھی کہ ان لوگون نے کربلا کے شہدا اور
واقعہ کی روایت کی ہے کہ جس طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان
کی یہ حالت دیکھ کر رعایت کرتے تھے۔ یزید کو ندامت پیدا آئی۔ اور حکم
دیا کہ قیدیان اہل بیت رسول کو حمام میں لے جاؤ۔ اور عمدہ لباس پہنا کر
محل میں پہونچاؤ۔ اس وقت حضرت سجاد کی بیڑی کٹی۔

جب یہ لوگ نہا دھو کر اور عمدہ پوشاکیں پہنکر اندر شاہی کے محل میں داخل
ہوئے تو دربار کے خاندان کی عورتین ان کو پرسا دینے آئین۔ اور تین دن
عزاداری کرتی رہیں۔ تین روز تک اہل بیت رسول انکے ساتھ ماتم کرتی رہین
یزید نے امام زین العابدین کی التفات بھی ان کے حال پر توقع سے زیادہ کیا۔ چنانچہ
حضرت سجاد کو اور نیز دوسرے اطفال اہل بیت کو دونون وقت اپنے بچون کے برابر
دسترخوان پر بٹھلا کر کھلانے اور بہت کچھ لطف و مدارات کی باتین بنانے لگا۔
رفتہ رفتہ ایک روز حضرت سجاد سے کہا۔ کیا تمہاری مرضی یہان رہنے کی
یا اپنے وطن کو جانے کی؟ اگر رہنے کا ارادہ ہے تو شوق سے رہو۔ یہ گھر تمہارا
ہے۔ اور اگر وطن جانا منظور ہے تو مین خوشی سے تم کو رخصت کر دونگا۔"
سجاد نے فرمایا۔ مجھے اپنے وطن کو جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جناب
رسول خدا کے روضہ کی جاروب کشی سلطنت سے بہتر سمجھتا ہون۔" یزید نے
کہا اچھا! تمہاری روانگی کا انتظام بہت اچھی طرح سے کر دیا جائیگا۔"
نعمان بن بشیر کو حکم دیا گیا کہ خاندان مصطفوی کو بہت آرام سے لیجا کر
مدینہ پہونچا دو۔ اور کچھ سوار بھی ان کی ہمراہی میں لے لو۔ نعمان بن بشیر نے

چونکہ ایسا [illegible] اہل بیت کی طرف [illegible] جانے کے لیے تیار ہو تو وقت [illegible]

[illegible] کیا ۔ [illegible]

[illegible] کو غارت کرے [illegible] بہت [illegible] کیا ۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

کے مر جانے کا بھی [illegible] ۔ [illegible]

کر سکتا ہے [illegible] میں تم سے کہتا ہوں کہ ہمیشہ اپنی خیریت [illegible]

مجھے اطلاع کرتے رہو ۔ اور جو کچھ خواہش [illegible] کیا کرو [illegible]

اوس کو پورا کر دیا کروں گا "

غرض بہت سی دل [illegible] کی باتیں کر کے سامان سفر [illegible] کا [illegible] کروایا ۔ اور زاد راہ کے لیے بھی بہت سا زر نقد دے کر رخصت کیا ۔

شاید ہمارے ناظرین امیر شام کی اس غیر معمولی [illegible] سے خوش [illegible] ہو نگے کیا اوس نے اہل بیت کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ۔ اگر ایسا [illegible] تو اوس پر کیا زور چلتا تھا ۔ لیکن [illegible] غور کرنے [illegible] ہوگا کہ یہ بھی ایک [illegible] چال تھی ۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اس واقعہ [illegible] ناراضی [illegible] ہے وہ جاتی رہے ۔ لوگ یہ خیال کریں کہ اس میں امیر شام کا کوئی قصور نہیں ہے ۔ جو کچھ کیا وہ عبید اللہ بن زیاد نے کیا ۔ ہم بھی [illegible] ابن زیاد نے کیا ۔ اور عمر بن سعد نے اوس پر دار نقش پھیرا ۔ مگر ابن زیاد کو حکم کس نے دیا ؟ اگر امیر شام کا حکم نہ ہوتا تو ابن زیاد کا کیا مقدور تھا جو ایسی [illegible]

کرتا ۔ اور قیدیان اہل بیت کی آمد کے روز دمشق مین اتنا اہتمام اور اظہار سرور
کس کے حکم سے ہوا ؟ اور جب سر مبارک امام حسین کا دربار مین لایا گیا تو وہ
اشعار کس کی زبان سے نکلے تھے ؟ جن سے اوس کے دل کا بخار ظاہر ہو گیا ۔ اور
جب اہل بیت رسول قیدی بنے ہوئے دربار مین آئے تو اوس وقت یہ ہمدردی
کہان گئی تھی ؟ یہ تمام باتین تو امیر شام کی خوشی اور رضامندی پر شاہد ہین ۔
پھر اب جو اظہار تاسف اور اظہار تلطف کیا جاتا ہے تو کیا لوگون کے دلون سے
وہ نفرت جاتی رہیگی ؟ اور کیا ملک مین اس خون ناحق کی عام شورش نہوگی ؟
بے شک ہوگی ۔ اور ضرور ہوگی ۔ خدا اپنے نافرمان بندون کو سر دست نہین
پکڑتا ۔ اون کو مہلت دیتا ہے تاکہ اون کی معصیت کا پیالہ لبریز ہو جاے ۔ اور جب
پکڑتا ہے تو توبہ بھی قبول نہین ہوتی ۔ اس کی کیفیت ہم انشاء اللہ خاتمہ مین لکھینگے
کہ جتنے لوگ اس ہنگامہ مین شریک تھے اون کا حشر کیا ہوا ۔ جس وقت اہل بیت
دمشق سے کوچ کر کے نکلے ۔ نعمان بن بشیر کی طرف سے منزل بمنزل خاطر خواہ سربراہی
ہوا کی ۔ اور یہ لوگ بہت آرام کے ساتھ اپنا سفر طے کرنے لگے ۔ یہان تک کہ
قریب کربلا کے پہونچے اور وہ مقام نظر پڑا جہان شہیدان بلاکش کی لاشین پڑی
تھین ۔ اور اب وہان مٹی کی قبرین بنی ہوئی ہین ۔ مین کیا بیان کرون کہ اوس کے
دیکھنے سے ان مصیبت زدون کے دل پر کیا کچھ صدمہ گذرا وہ سارا سمان آنکھون
مین پھر گیا جو چند روز پیشتر نظر سے گذر چکا تھا ۔ تمام عورتین اونٹون پر سے
گر پڑین اور ایک شور محشر برپا ہو گیا ۔ ایک ایک عورت ایک ایک قبر سے لپٹ کر
اسقدر روئی کہ وہ تمام جنگل ماتم سرا بن گیا ۔ کس کا کھانا ۔ اور کہان کا پانی ۔

وہ دن اور تمام رات رونے مین گزر گئی ۔ گویا نہر فرات اب بھی ان کے سینے نہ تھی بشہیدون کی تشنگی اور اون کی جانبازی دل مین ایسی سما گئی تھی کہ اون کو اپنی مصیبت اور گرفتاری فراموش ہو گئی ۔ [!]

اتفاقاً جابر بن عبد اللہ انصاری صحابی رسول اور چند جوانان بنی ہاشم حضرت امام حسین کی شہادت کی کیفیت سنکر کربلا مین آئے ہوئے تھے وہ بھی ان کے ساتھ عزاداری مین شریک ہو گئے ۔ حضرت سجاد ایک ایک بات مصیبت کی بیان فرماتے تھے اور یہ سننے والے روتے روتے بیہوش ہو ہو جاتے تھے دوسرے روز وہان مقام ہوا تو اطراف و جوانب کے دیہات والے خبر پاکر آئے ۔ اون کی شرکت سے بزم ماتم اور بھی دوبالا ہو گئی ۔ تیسرے روز وہان کوچ ہوا اور چلتے چلتے مدینہ کے قریب پہونچے ۔ شہر کے باہر میدان مین خیمے استادہ کرا کے اوترے ۔ حضرت سجاد نے ایک سوار ہمراہی سے جس کا نام بشیر بن جذلم

[!] محرم کی گیارہوین تاریخ شام تک میدان کربلا مین فوج کی روانگی کا ہنگامہ رہا رات کو حضرت امام حسین کی لاش کے ساتھ اور دیگر کل شہیدان دشت کربلا کی لاشون کی حفاظت سوا خدا کے کون کرنے والا تھا ؟ اوسی نے اپنی قدرت کاملہ سے ان سب لاشون کو جنگلی درندون سے بچایا ۔ صبح کو بارہوین تاریخ میدان خالی دیکھہ کر موضع غاضریہ کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد کے لوگون نے ان لاشون کو دفن کیا ۔ جیسے کہ اب زائرین کربلائے معلی کو وہ نورانی مزار نظر پڑتے ہین ۔ منہ ۔

تہا فرمایا کہ تمہارا باپ تو شاعر تہا کیا تم کو بہی شاعری کا مذاق ہے ؟ اوس نے عرض کیا ۔
یا ابن رسول اللہ ! ہان مجہے بہی شاعری مین دخل ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ بہتر ہے کچہ
اشعار مرثیہ جناب سید الشہدا کے بناکر مدینہ والون کو سنا دو ۔ اور ہمارے آنے کی خبر
بہی کر دو ۔ بشیر بن حزلم ہے جب بحکم حضرت کے مدینہ مین پہونچا اور روضہ مبارک جناب
سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے دروازہ پر کہڑا ہوا اور رو رو کر یہ اشعار کہنے لگا ۔
یا اہل یثرب لا مقام لکم بہا ۔ قتل الحسین فادمعی مدرار ۔ الجسم منہ بکربلا مضرج ۔
والراس منہ علی القناۃ یدار ۔ اے مدینہ والو تم کو یہان رہنا نہ چاہیے ۔ حسین قتل کیے
گئے اور مین روتا ہون کہ اون کا جسم تو زخمون سے چور چور ہو کر کربلا مین پڑا ہے
اور اون کا سر نیزے کی انی پر گانون گانون پہر رہا ہے ۔ اب اون کا پس ماندہ
لٹا ہوا کاروان تمہارے پاس آیا ہے مین بشیر ہون اوس کا ایک نوحہ خوان سفیر
ہون ۔ بشیر کہتا ہے کہ میری زبان سے اتنی بات نکلی تہی کہ مدینہ کے لوگ کیا عورت
اور کیا مرد سب کے سب روتے ہوئے گہرون کے باہر نکل پڑے ۔ اور وا ویلا !
وا حسینا ! کی فریاد و فغان اسقدر بلند ہوئی کہ تمام شہر مین دوسری آواز سنائی نہین دیتی
تہی ۔ اور جس طرف یہ قافلہ اوترا تہا اوس طرف ہر ایک شخص ایسا دوڑتا ہوا چلا جاتا تہا
جیسا تشنہ لب پانی کی طرف لوٹتا ہے ۔ مین نے بہت کچہ ہاتہ پانون مارے کہ جلدی سے واپس
جاؤن ۔ مگر لوگون کی کثرت نے مجہے راستہ نہین دیا ۔
ابو جعفر طبری کہتا ہے کہ ایک عورت خاندان عبد المطلب کی اوس مجمع مین سب کے
آگے روتی اور وا ویلا کرتی ہوئی چلی جاتی تہی ۔ اوس کے گیسو نکلے پریشانی اور اوس کے
رخسارون پر سے گریبان تک آنسو کی بہتی ہوئی صاف تبلاتی تہی کہ درد دل کیسا ہوتا ہے

اور کمال بیقراری سے یہ کہتی تھی " ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ۔ ماذا فعلتم وانتم آخر الامم ۔ بعترتی و باہلی بعد مفتقدی ۔ منہم اساری و منہم قتلی مرجو بدم ۔ ما کان ہذا جزاء اذ نصحت لکم ۔ ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم " تم کیا جواب دوگے جبکہ تم سے پیغمبر پوچھینگے کہ تم نے آخر امت ہوکر میرے بعد میری اولاد کے ساتھہ کیا کیا کہ اونمین سے کچھہ تو قیدی بنائے گئے اور کچھہ قتل کیے گئے کیا یہی بدلا اوس نصیحت کا تھا کہ اونکی اولاد کی ساتھہ برائی سے پیش آو ۔ جس وقت مدینہ والے نالہ و زاری کرتے ہوئے اوس قافلہ مین پہونچے تو ایک قیامت برپا ہوگئی ۔ اوس وقت کی کیفیت مین کس طرح بیان کرسکتا ہون یہ تو اوس شخص کا کام ہے جو کہ اوس مجلس مین حاضر رہا ہو ۔ تمام مدینہ کی عورتین بی بی زینب کی اطراف حلقہ باندھکر ماتم کر رہی ہین ۔ اون کی بینوں نے اہل حرم کے دل پر از سر نو کربلا کا نقشہ کھینچ دیا ہے ۔ اونکے زخم جگر جو ابھی تک نہ بھرے تھے پھر ہرے ہوگئے ہین ۔ ایک ایک بی بی اپنے وارث کا نام لے لیکر رونے لگی ہے کوئی اپنے بھائی کو روتی ہے کوئی اپنی اولاد کو ۔ اور سب سے زیادہ بی بی زینب اپنے پیارے بھائی امام حسین کے نام پر جان دیتی ہین ۔ باہر حضرت سجاد ایک کرسی پر جلوہ افروز ہین ہجوم غم و الم سے اون کا گلا بند ہوگیا ہے اور آنکھون سے اسقدر آنسو جاری ہین کہ بار بار رومال سے پونچھتے ہین مگر اونکی روانی کم نہین ہوتی ۔ گویا سمندر مین طوفان آگیا ہے ۔ یہ ایک معمولی بات ہے کہ مصیبت مین جب کوئی اپنا دوست ملجاتا ہے تو دل قابو مین نہین رہتا ۔ بہت عرصہ کی بعد بڑا ضبط کرکے فرمایا " اے اہل مدینہ ! تم کو معلوم ہے کہ فرزند رسول الثقلین ابا عبد اللہ الحسین (اس نام کے ساتھہ پھر آنسو نکلے) اپنے ہمراہیون سمیت کربلا کے جنگل مین دریائے فرات کی کنارہ پر تین روز تک پیاسے رکھے گئے ۔ چوتھے روز

اوسی حالت تشنگی مین وہ مع برادرون و فرزندون و عزیزون اور دوسرے ہمراہیون کے
قتل کیے گئے ۔ صرف ایک مین تن تنہا باقی رہگیا وہ بہی بیماری کی وجہ سے ۔ اون کے
سر نیزون پر چڑہائے گئے ۔ اونکی لاشون پر گہوڑے دوڑائے گئے اونکے
عیال و اطفال بطور قیدی شہر بشہر پہرائے گئے ۔ یہ وہ مصیبت ہی جو ابتدائے آفرینش
عالم سے اب تک کسی پر نہین پڑی ہی ۔ اور جسکے غم مین عرش سے لیکر فرش تک تمام
مخلوق روئی ہے ۔ کون ایسا دل ہوگا جو اس سانحہ ہوش ربا پر خون ہوکر آنکہون سے
ٹپک نہ جائے ؟ اور کون ایسا جگر ہوگا جو اس صدمہ جانفرسا کی تاب لائے ؟ مگر شکر ہے
اوس پاک پروردگار کا جس نے اونکو ایسی سخت مصیبت مین صبر عطا فرمایا ۔ وہی ہم کو اونکے
نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیگا ۔ ہم کو بہی اونہین کی پیروی کرنا نصیب کریگا ۔ رونے کو تو ساری عمر پڑی ہی اوسکا
روکنا آدمی کی اختیار سے باہر ہے ۔ جب دل دکھتا ہی تو خود بخود رونا آتا ہے ،،

حضرت سجاد نے تقریر ختم کی تو سامعین ایک آہ جگر سوز کہینچکر رہگئے ۔ اوسوقت
وہ مجلس ایسی معلوم ہوتی تہی کہ یہ بہی ایک مرقع حیرت ہی ۔ اسکے بعد ان مصیبت زدون نے
مدینہ کا رخ کیا ۔ جب شہر کے اندر داخل ہوئے تو ام کلثوم نے شہر کو مخاطب کرکے یہ اشعار پڑہے ۔
مدینۃ جدنا لا تقبلینا ۔ فبالحسرات والاحزان جئنا ۔ خرجنا منک بالاہلین جمعاً ۔
رجعنا لا رجال ولا بنینا ۔ وہولینا الحسین لنا انیس ۔ رجعنا والحسین بہ رہینا ۔ الا
فاخبر رسول اللہ عنا ۔ بانا قد فجعنا فی اخینا ۔ وقد ذبحوا الحسین ولم یراعوا ۔
جنابک یا رسول اللہ فینا ،، اے ہمارے نانا کے شہر ! تو ہم کو آنے نہ دے ۔ ہم لوگ
سراسر ننگ و ذلت اور بہت کچہ غم و حسرت اپنے ساتہہ لائے ہین ۔ جبکہ ہم تجہ سے
رخصت ہوئے تہے سب لوگ ہمارے ساتہہ تہے اور اب جو پلٹ کر آئے ہین

تو نہ مرد ہیں نہ فرزند ہیں ۔ اور ہمارا والی جو حسین تھا اوس کو بھی وہیں چھوڑ کر آئے ہیں ۔ تو رسول خدا کو خبر کردے کہ ہم نے اپنے بھائی کے غم میں بہت صدمے اوٹھائے ہیں ۔ تمہارے حسین کو ذبح کر ڈالا ۔ اور ہمارے ساتھ تمہارا بھی کچھ لحاظ نکیا ؛؛

وہاں سے آگے بڑھکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پہونچے مرقد منورہ پر نظر پڑتے ہی فریاد وامحمداہ ! واجداہ ! اور نالہ واحسیناہ ! اتنا بلند ہوا کہ شاید آسمان کے پار ہو کر عرش معلی تک پہونچ گیا ہوگا ۔ وہاں سے نکل کر حظیرۂ جنۃ البقیعہ میں گئے اور بی بی فاطمہ زہرا کی تربت سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے ۔ ام کلثوم نے وہاں یہ اشعار بطور نوحہ کے کہے " افاطم لو نظرت الی السبایا ۔ بنا تک فی البلاد مسلبینا ۔ افاطم لو نظرت الی الحیارٰی ۔ ولو ابصرت زین العابدینا ۔ افاطم لو رائیتنا سہاریٰ ۔ ومن سہر اللیالی قد عمینا ۔ فلو دامت حیاتک لم تزالی ۔ الی یوم القیامۃ تندبینا " ۔ اے فاطمہ ! اگر تو دیکھتی کہ تیری بیٹیاں لٹ کر قیدی بنی ہوئی شہر شہر کیسے پھری ہیں ۔ اے فاطمہ ! اگر تو دیکھتی کہ ہم کیسے حیران وپریشان ہوگئے ہیں اور زین العابدین کی کیسی حالت ہوئی ہے ۔ اے فاطمہ ! اگر تو دیکھتی کہ ہم راتوں کو جاگتے جاگتے کیسے اندھے ہوگئے ہیں ۔ پھر تو اگر ہمیشہ جیتی رہتی تو قیامت تک تیرا رونا کم نہوتا ؛؛

اس اثنا میں ام سلمہ فاطمہ صغری کو ساتھ لیے ہوئے پہونچیں ۔ اور دیکھا کہ سارا لٹا ہوا قافلہ سیاہ پوش اور خود فراموش ہے ۔ ان کو دیکھتے ہی دریائے غم نے ایک اور جوش مارا ۔ سب فاطمہ صغری کو گلے لگا لگا کر خوب روئے ۔ یہانتک کہ ہچکیاں بندھ گئیں ۔ فاطمہ صغرے کا حال کچھ نہ پوچھیے ۔ اوسکے دل کو چھوٹے سے پہلو میں تڑپنے کے لیے

جگہ نہین ہلتی ہے ۔ وحشت کے مارے صورت تصویر بنا گئی ہے ۔ نہ روتی ہے نہ کچھ بولتی ہے ۔ گویا وہ ایک آئینہ ہے جس نے چاہا اوٹھا کر منہ دیکھہ لیا ۔ پھر ام سلمہ ان سب نوحہ گرون کو اپنے گھر لے گئین ۔ اور ہاشمی خاندان کی عورتون نے وہان آکر بزم ماتم کو برپا کیا ۔

خاتمہ

متفرق حالات

حضرت امام حسین کا خون ناحق رایگان نہین جا سکتا تھا ۔ جبکہ قانون فطرت کسی ظالم کے ظلم کو بے مکافات نہین چھوڑتا ہے تو اہل بیت رسول پر جو ظلم کیا گیا اوس سے کیونکر چشم پوشی کی جا سکتی ہے ۔ اور خصوصاً ایسا ظلم جو آجتک دنیا کی کسی تاریخ مین اپنی نظیر نہین رکھتا ہے ۔ اس کا بدلا جو کچھ دار آلاخرت مین بموجب فرمان خدا کے ہونے والا ہے وہ تو ضرور ہوگا ۔ اور انشاء اللہ ہمارے ناظرین حشر کے روز جسکا ظہور کچھ بہت دور نہین ہے اوس کو دیکھہ ہی لینگے ۔ لیکن اس دار دنیا مین بھی جو کچھ بدلا ہوا ہے اوس کو تو ہم ابھی دکھائے دیتے ہین تا کہ ہمارے غمگین ناظرین کے دل کے پھپولے پھوٹ جائین ۔

زہری کہتے ہین کہ معرکہ کربلا مین جو لوگ شریک قتل جناب سید الشہدا تھے

یا اوس کے مددو معاون سبہی وقتاً فوقتاً بغیر عذاب شدید کے دنیا سے نہ گئے۔ اکثر تو قتل کیے گئے۔ اور بعض جل کر مر گئے۔ بعض اندہے ہو گئے۔ بعض کا منہ کالا ہو گیا۔ بعض تونگری سے بینوائی کو پہونچ گئے۔ بعض پر تشنگی ایسی غالب ہوئی کہ پانی پیتے پیتے مر گئے مگر پیاس نہ بجہی۔

ابو الشیخ کہتے ہین کہ ایک مجلس مین بہت سے لوگ جمع تہے اور اودہر اودہر کی باتین کر رہے تہے۔ اثنائے گفتگو مین یہ بہی ذکر آیا کہ حسین کے قتل مین جو شخص شریک تہا وہ کسی نہ کسی مصیبت مین مبتلا ہوا۔ یہ بات سنکر ایک بوڑہا بول اوٹہا کہ "مین بہی حسین کے قتل مین شریک تہا مگر اب تک مجہ پر کوئی آنچ نہ آئی"۔ تہوڑی دیر کے بعد اوس نے چراغ کی بتی کو بڑہانا چاہا تو چراغ سے ایک شعلہ نکلا اور اوس کو گہیر لیا۔ وہ بوڑہا جلتا ہوا مجلس مین بہاگتا پہرتا تہا اور "النار النار" کہتا تہا۔ کسی کو اوس کے بچانے کی قدرت نہ تہی۔ آخر نہر فرات کی طرف نکل گیا اور پانی مین گر پڑا۔ وہ آگ تو ایک غضب الہی تہی نہر کا پانی اوس کے حق مین تیل ہو گیا۔ وہین وہ جل کر خاک سیاہ بن گیا۔ اہل مجلس کو اس واقعہ سے ایک عبرت ہو گئی۔

سبط ابن الجوزی نے سدی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے میری دعوت کی تہی اور اوس دعوت مین اور لوگ بہی شریک تہے۔ باتون باتون مین معرکہ کربلا کا تذکرہ آیا تو حاضرین محفل کہنے لگے کہ جو شخص شریک قتل حسین تہا کہ وہ ضرور دنیا مین گرفتار مصیبت ہوا۔ اس کے جواب مین میزبان نے کہا کہ "مین بہی اوس معرکہ مین موجود تہا مگر اب تک سب آفتون سے محفوظ ہون"۔

کسی طرح کی کوئی مصیبت مجھ پر نہین پڑی " ابھی یہ کہہ رہا تھا کہ ایک شعلہ چراغ سے نکلا اور اوس کے بدن پر گر کر بالکل جلا دیا ۔ راوی کہتا ہے کہ قسم خدا کی مین نے اوس کو دیکھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک کوئلہ جلا ہوا پڑا ہے ۔

سبط بن الجوزی نے واقدی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نابینا تھا لوگون نے اس کا سبب پوچھا تو اوس نے کہا کہ ہم دس آدمی قوم کے ساتھ معرکہ کربلا مین حاضر تھے ۔ لیکن مین نے نہ تلوار کھینچی نہ نیزہ اوٹھایا اور نہ تیر چلایا ۔ چپ چاپ کھڑا تھا ۔ جبکہ حسین قتل کیے گئے اور اون کا سر کوفہ کو لے گئے تو مین اپنے گھر چلا آیا ۔ اوس وقت تک میری آنکھین روشن تھین ۔ شب کو مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک شخص آیا اور کہا چلو تم کو رسول خدا نے بلایا ہے ۔ مین نے جواب دیا کہ مجھے رسول خدا سے کیا کام ہے ۔ اوس شخص نے خفا ہو کر میرا ہاتھ پکڑا اور گردنیان دیتا ہوا ایک مکان مین لے گیا جہان بہت سے لوگ جمع تھے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہان تشریف رکھتے تھے ۔ سر پر عمامہ تھا ۔ آستینیں چڑہی ہوئین ہاتھ مین ننگی تلوار تھی ۔ پاس مین ایک چمڑا بچھا تھا اور وہ دس آدمی جو میرے ساتھ تھے سب کے سب ذبح کیے ہوئے اوس چمڑے پر پڑے تھے ۔ مین نے آنحضرت کو سلام کیا تو فرمایا "خدا تجھے سلامت نہ رکھے ۔ اے دشمن خدا ! اے ملعون ! تجھے شرم نہین آتی ۔ تو نے میری اولاد کو قتل کیا ۔ میرے خاندان کی ہتک کی ۔ میرے حقوق کی کچھ بھی رعایت نہ کی !!"

مین نے عرض کیا ۔ "یا رسول اللہ ! مین نے جنگ نہین کی ہے" ۔ آپ نے فرمایا ۔ "سچ ہے ۔ لیکن تو نے اوس جماعت کی رونق تو بڑہادی" ۔ پھر مین نے دیکھا کہ آنحضرت کے سیدہے ہاتھہ کی طرف ایک طشت رکھا ہے اور اوس مین خون بھرا ہوا ہے ۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ خون حسین کا ہے ۔ پھر مجھے بیٹھنے کا حکم ہوا اور مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دوزانو بیٹھہ گیا تو ایک سلائی اوس خون مین تر کر کے میری دونون آنکھون مین پھیر دی گئی ۔ جبکہ مین اس خواب سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ دونون آنکھین اندہی ہو گئی ہین ۔

"قاسم بن اصبغ مجاشعی سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص گورا اور حسین جوان تھا مگر تہوڑے دنون سے اوس کا منہ توے کی ایسا سیاہ ہو گیا تھا ۔ لوگون نے پوچھا کہ تمہارا رنگ روپ تو بہت ہی اچھا تھا پھر کیا سبب ہے کہ ایسا کالا ہو گیا ۔ اوس نے کہا ۔ ایک روز حسین کا سر مین اپنے شکاربند سے باندہکر لے گیا تھا ۔ جب سے ہر شب خواب مین دیکھتا ہون کہ دو شخص میرے دونون بازو پکڑ کر دہکتی ہوئی آگ کے پاس لے جاتے ہین اور مجھے اوس مین ڈالا چاہتے ہین اور مین پیچھے ہٹا جاتا ہون ۔ مگر وہ آگ ایسی تیز ہے کہ جس کی بھاپ سے میرا منہ جل جاتا ہے"۔

"امام احمد سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تہے کہ قتل اللہ الفاسق ابن الفاسق الحسین" ۔ غیب سے ایک ستارہ ٹوٹ کر اوسپر گر پڑا اور دونون آنکھین اندہی ہو گئین"۔

بازری سے ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ ملک شام مین مین نے دیکھا کہ

ایک آدمی کی صورت سور کے جیسی ہے ۔ میں نے اسکا سبب پوچھا تو اوس نے کہا کہ میں ہر روز نماز کے بعد ہزار بار اور جمعہ کے روز چار ہزار بار اہل بیت پر لعنت کرتا تہا ۔ ایک روز جمعہ کا دن تہا اور میں اپنی عادت کے موافق چار ہزار بار اہل بیت پر لعنت بہیجکر مسجد سے اپنے گہر آیا اور دیوار سے تکیہ دیکر بیٹہہ گیا تو آنکہہ جہپک گئی ۔ میں نے دیکہا کہ جنت میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹہے ہیں ۔ حسین کے ہاتہہ میں صراحی اور حسن کے ہاتہہ میں گلاس ہے ۔ جو شخص آنحضرت کے سامنے جاتا ہے اوس کو پلاتے ہیں ۔ آنحضرت کی نظر مجہہ پر پڑی تو حسین سے فرمایا ۔ "اے فرزند ! اوس شخص کو بہی پلاؤ جو دیوار سے تکیہ دیکر بیٹہا ہے " حسین نے منہ پہیر کر کہا ۔ "باباجان ! میں اسکو کیسے پلاؤں ۔ وہ تو ہم پر روز ہزار بار لعنت کرتا ہے ۔ اور آج تو چار ہزار بار لعنت کی ہے " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر غصہ آگیا اور مجہے لعنت کرکے فرمایا : "تجہے کیا ہو گیا جو میرے گوشت اور خون کو لعنت کرتا ہے ۔ تجہہ پر خدا کی لعنت ہو" اتنا کہہ کر میرے منہ پر تہوک دیا ۔ جب میری آنکہہ کہلی تو دیکہا کہ میری صورت ایسی ہو گئی ہے جیسی کہ اب تم دیکہتے ہو

منصور بن عمار نے ابو محمد ہندلی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حسین کے قتل میں شریک تہا ۔ اوس کو ایسی پیاس لگی کہ ایک دم میں ایک ایک گہڑا پانی پی جاتا تہا مگر پیاس نہ بجہتی تہی یہاں تک کہ اوس کا پیٹ پہٹ گیا اور مر گیا "

ایسی ایسی بہت سی روایتیں ہیں جن میں قاتلان امام حسین پر آسمانی

آفتوں کے نازل ہونے کا ذکر ہے ۔ اس مقام پر بخوف طوالت چھوڑ دی گئیں ۔ اور یہ بھی خیال کیا گیا کہ حضرت امام حسین کی ذات جو فخر کائنات ہے وہ ایسی رواتیوں کی محتاج نہین ۔ جنکو خدا اور اوس کے رسول نے سراہا ہے اون کے لیے ایسی روایتین باعث افتخار نہین ہوسکتین ۔

امیر شام (یزید) کی بے اعتدالیان اور بداعمالیان حد سے تجاوز کر گئی تہین اوس نے علاوہ قتل امام حسین اور ہتک اہل بیت کے مدینہ منورہ اور نیز مکہ معظمہ پر فوج کشی کا حکم دیا ۔ واقعہ کربلا کے بعد تیسرے سال عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے جنہون نے مکہ معظمہ مین اپنا عمل دخل کر لیا تہا (جیسا کہ ہم پہلے اوس کا ذکر کر چکے ہین) اور اہل مدینہ بہی اون سے رجوع ہو گئے تہے ۔ مسلم بن عقبہ کو مامور کیا ۔ اور بارہ ہزار شامی فوج اوس کی ماتحتی مین دی گئی ۔۔ یہ فوج ماہ ذی الحجہ ۶۳ھ ہجری مین مدینہ پہونچی ۔ مسلم بن عقبہ نے پہلے مدینہ منورہ پر دہاوا کیا ۔ اس لڑائی مین علاوہ اور لوگون کے سات سو اصحاب رسول مقبول قتل ہوئے ۔ ان مین مہاجر و انصار سب ہی تہے ۔ تین روز تک مدینہ منورہ مین ایک قیامت برپا رہی ۔ سپاہیون نے اہل مدینہ کے مال و اسباب کو خاطر خواہ لوٹا ۔ یہان تک کہ ام سلمہ (ام المومنین) کا گہر بہی لوٹا گیا ۔ اور مسجد نبوی مین گہوڑے باندہے گئے ۔ جس کے باعث اوس مسجد مین جو سب سے اول ابتدائے اسلام مین بنی تہی اور جس کی تعمیر خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تہی تین روز تک اذان و صلوۃ نہین ہوئی ۔ اور وہ مقام مطہر جس کی تعظیم بلحاظ عبادت گاہ ہونے کے تمام مسلمانون پر فرض تہی

گہوڑون کے آخور سے ناپاک رہا ۔ ان مسلمانون کو ذرا بہی خیال اس بات کا
نہ آیا کہ خود مدینہ مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تہا ۔ اونہین
کی ذات سے یہ شہر نامور ہوا ہے ۔ اور اب روضہ مطہرہ بہی وہان موجود ہے
اور متعلقان آنحضرت وہان رہتے ہین ۔ ایسے متبرک مقام پر ایسے مقدس
لوگون کے ساتہ بے ادبی کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسقدر ناگوار ہوگا ۔
اور اسلام کے دامن پر کتنا بڑا دہبہ لگیگا ۔

جب اس کام سے فراغت حاصل ہوئی تو وہ فوج مکہ معظمہ پر جہکی ۔ اثنائے
راہ مین مسلم بن عقبہ کی اجل آئی اور وہ مر گیا تو اوس کا قائم مقام حصین بن نمیر
ہوا ۔ وہان عبداللہ بن زبیر سے ایک سخت لڑائی ہوئی ۔ اور منجنیق کے
ذریعہ سے کعبۃ اللہ مین بڑے بڑے پتہر پہینکے گئے ۔ جس سے خانہ خدا کو
بڑا صدمہ پہونچا ۔ اور ستون ٹوٹ گئے ۔ ابن زبیر نے دیکہا کہ خانہ کعبہ کی
بے حرمتی ہو گئی تو وہ بیت اللہ سے باہر نکل گئے تاکہ اوس مقام متبرک
مین خونریزی نہو ۔ شامی سپاہی موقع پاکر حرم مین گہس گئے ۔ لباس
کعبہ جلا دیا گیا ۔ اور اوس مکان مقدس کی لکڑیان توڑ توڑ کر کہانا پکایا گیا ۔

یہ حادثہ تیسری ربیع الاول ۶۴ھ ہجری مین ہوا ۔ ابن زبیر حرم کے
باہر اون کے مقابلہ پر موجود تہے ۔ مدینہ والے پناہ گزین اور ملک حجاز
کے لوگ اون کے شریک تہے ۔ ہر روز جنگ ہوتی تہی ۔ سیکڑون آدمی قتل
ہوتے تہے مگر کسی کو کسی پر فتح نہوتی تہی یہان تک کہ امیر شام (یزید) کی مرنیکی
خبر آگئی ۔ تب کہین شامی فوج نے ابن زبیر کا پیچہا چہوڑا ۔

امیر شام (یزید) کو نقرس کی بیماری تھی ۔ اور وہ اوسی بیماری سے چودہویں ربیع الاول ۶۴ ہجری کو اس دنیا سے انتقال کر گیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ شکارگاہ میں جل کر مر گیا ۔ اوس کی عمر اڑتیس سال کی تھی ۔ اوس کی حکومت ساڑھے تین برس رہی ۔ اس قلیل مدت میں اوس نے اتنے بڑے بڑے کام کیئے اوسکے بعد اوس کا بیٹا معاویہ اوس کا جانشین ہوا ۔ مگر قضا نے بالکل اوس کو مہلت نہ دی ۔ تین مہینے کے اندر ہی اوس نے اپنی جگہ خالی کر دی ۔ ایک روز سب لوگوں کو جامع مسجد میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور منبر پر چڑھ کر کہا ۔ "شکر ہے خدا کا کہ میں نے تم لوگوں پر بہت کم حکومت کی ۔ اور جسقدر کی مجلس شوریٰ کی رائے کے موافق کی ۔ چونکہ خلافت ایک امر عظیم ہے ۔ ہر شخص اس منصب کے لائق نہیں ہوتا ۔ یہ منصب خلفاء باصدق وصفا کا ہے ۔ میرا دادا معاویہ بن ابی سفیان ناحق پر علی مرتضیٰ سے لڑا ۔ کیونکہ وہ ہر صورت سے لائق اور سزاوار خلافت کے تھے ۔ بعد اوس کے میرا باپ (یزید) جو کسی طرح کی اہلیت اور حقیت نہیں رکھتا تھا مسند خلافت پر بیٹھا ۔ اور اپنی حکومت کے استحکام اور بقا کیلئے فرزند رسول الثقلین حسین کو قتل کیا ۔ اور اہل بیت رسالت کو اذیت پہونچائی ۔ آخر کو جوان مرا ۔ اور بطمع دنیا اپنی عاقبت خراب کی ۔ جو شخص اہل بیت رسول کو قتل کرے اور اذیت پہونچائے اور مدینہ منورہ کو لوٹے اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرے اوس کا ٹھکانا جہنم ہے ۔ میرے سامنے اس سلطنت کی کچھ حقیقت نہیں ہے ۔ میں اس کو ہرگز قبول نہیں کر سکتا ۔ تم لوگ مختار ہو

جس کو پسند کرو اپنا حاکم بنا لو "

اتنا کہہ کر منبر سے اوترا اور گھر مین جا کر زہر کھا لیا ۔ جس وقت وہ مرا اوسکی اکیس سال کی عمر تھی ۔

امیر شام (یزید) کے اخلاق و اطوار سے لوگ سخت متنفر تھے ۔ اوس کی میخواری اور زناکاری اور دوسرے اون افعال نے جو خلاف شریعت تھے مسلمانون کے دل سے اوس کو گرا دیا تھا ۔ سب اوس کی جان کے دشمن اور اوس کی موت کے خواہان تھے ۔ اس مین سب سے اول نمبر کوفیون کا تھا ۔ بمجرد وقوع واقعہ کربلا کے خدا نے اون کی انکھین دی تھین اون کو اپنی بیوفائی اور دغابازی صاف نظر آنے لگی ۔ اون کی ندامت نے اون کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ حضرت کے خون کا بدلا شامیون سے لیا جاے اور اس کام کی سرانجام دہی کے لیے خفیہ طور پر سازشین بھی کرنے لگے ۔ مگر اوس وقت اون کا منصوبہ پورا نہو سکا تین سال کے بعد ۶۴ھ ہجری مین جبکہ امیر شام (یزید) اور اوس کا بیٹا معاویہ دونون اجل کے منہ مین دفعتاً چلے گئے اور گورنمنٹ کی حالت بدل گئی تو بہت سے لوگ سلیمان بن صرد الخزاعی وغیرہ کی طرف جو بہت معزز اور اکابر کوفہ خیال کیے جاتے تھے رجوع ہوئے ۔ اور اپنی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے اون سے التجا کی ۔ سلیمان نے ایک روز مقرر کر کے اپنے مکان پر تمامی ہواخواہان اہلبیت کو حاضر ہونے کا حکم دیا ۔ اور اس امر کی مشورت کرنے کے کیٹی کی ۔ جس کے ارکان سلیمان ۔ مسیب بن نجبة الفزاری ۔ عبداللہ بن سعد ازدی ۔

عبداللہ بن وال التیمی ۔ رفاعہ بن شداد تھے ۔ سب سے پہلے مسیب بن نجبہ نے
حاضرین جلسہ کی طرف خطاب کر کے کہا ۔ اے لوگو! سابق ہی ہمین نے
اسی مکان مین ایک جلسہ کیا تھا جس مین حضرت امام حسین کو مکہ سے کوفہ بلانیکی
تجویز ہوئی تھی ۔ اوس کا نتیجہ جو کچھ نکلا وہ صرف ہماری کم ہمتی اور بیوفائی کا
تھا ۔ خدا نے ہم کو جو درازی عمر عطا کی ہے وہ شاید اس سبب سے کی ہے کہ
ہم انواع مصیبت مین گرفتار ہو جائین ۔ ہم کو خدا سے التجا کرنی چاہیے کہ وہ
ہم کو ان لوگون مین نکرے جو آج کا کام کل پر اوٹھا رکھتے ہین ۔ جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اکثر میری امت کی عمر
ساٹھہ اور ستر برس کے درمیان ہے" ۔ اب تمہین کہو کہ ہم مین کوئی
ایسا نہین ہے جو اس حد کو نہ پہونچا ہو ۔ ہم لوگ بہت اچھے تھے ۔ ہمارا
دل بہت پاک وصاف تھا ۔ مگر افسوس ہے کہ ہم نے اوس کو خراب کر دیا ۔
ہم خدا کے پاس دغاباز بے ایمان ٹھیرے ۔ ہماری کوئی بات سچی نہین
نکلی ۔ ہم نے اپنے پیغمبر کے نواسے کے ساتھہ وہ بدسلوکی کی ہے جس کا
اظہار کرنے کو کوئی لفظ نہین ملتا ۔ ہمین نے اون کی طلب مین خطوط
لکھے ۔ قاصد روانہ کیے ۔ بڑی مضبوطی اور شدید قسم وعہد کے ساتھہ
اون کی یاری و مددگاری کا اقرار ۔ اور اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا گیا ۔
جب وہ ہم پر بھروسا کر کے آئے تو ہم سے کچھ بھی نہو سکا ۔ یہان تک کہ
وہ ہماری آنکھون کے سامنے قتل کیے گئے ۔ نہین نہین! بلکہ ہمین نے
اونکی جان لی ۔ نہ ہم نے اپنی ذات سے کچھ مدد کی ۔ نہ ہم نے اپنی زبان سے

کچھ سفارش کی ۔ نہ ہم نے اون کے لیے کچھ پیسا اوٹھایا ۔ نہ ہم نے اونکی کمک پر کسی کو بلایا ۔ ہم نے اپنے عہد و پیمان کو ایسا بھلا دیا جیسے وطن مین سفر کو یا خواب مین گھر کو بہولتے ہین ۔ (نعرہ الاریب) پھر ہم کو خدا کے نزدیک کونسا عذر پیش کرنا ہے اور پیغمبر کے سامنے کیا منہ لیکر جانا ہے ۔ [illegible] ہمارے ہاتھون مین اوس کے صاحب کا فرزند قتل ہوگیا ۔ اوس کا گھر لوٹا گیا ۔ اوسکی حرم بے پردہ ہوگئی ۔ (سب لوگ روتے تھے اور آہ و فغان کرتے ہین) خدا کی قسم ہے ! ہم کو بجز اس کے اور کوئی عذر نہین ہے کہ ہم اوس کے قاتلون کو چن چن کر قتل کر ڈالین یا اس کام کے پورا کرنے مین ہم خود قتل ہوجائین ۔ (نعرہ آمین) اس تجویز سے شاید ہمارا خدا ہم سے راضی ہوجائے ۔ بغیر اسکے اور کوئی ذریعہ ہم کو عذاب سے نجات پانے کا نہین ہے ۔ اب ہم کو ضرور ہے کہ کسی کو اپنا افسر بنا کر اوس کی رائے کے موافق عمل کرین ۔ کیونکہ بغیر افسر کے کوئی کام انجام کو نہین پہونچتا "

مسیب بن نجبہ نے اپنی تقریر ختم کی تو رفاعہ بن شداد نے اوٹھ کر کہا ۔ "شکر ہے اوس منتقم حقیقی کا جس نے آپ صاحبون کے دل مین یہ بات ڈالی ۔ مسیب بن نجبہ نے بہت عمدہ تمہید کے ساتھ نفس مطلب کو ادا کیا ۔ ہمارے ایسے بڑے بھاری گناہ کی توبہ بجز اون ظالمون سے جہاد کرنے کے نہین قبول ہوسکتی جنہون نے ہمارے پیغمبر کے لخت جگر کو قتل کیا ہے ۔ اور اوس کے سرانجام کے لیے مسیب نے کسی کو اپنا افسر بنانے کی جو رائے دی ہے وہ بہت صائب ہے ۔ مین دیکھتا ہون کہ ہمارے گروہ مین ایک تو خود مسیب بن نجبہ

اس کام کے لائق ہے ۔ وہ ہمارا سچا دوست اور ناصح مشفق اور ہر دل عزیز ہے ۔ اور دوسرا یہ ہمارا شیخ صحابی رسول مختار اور پرانا تجربہ کار ۔ عقیدت مین یکتا ۔ ارادت مین یگانہ ۔ سلیمان بن صرد ہے ۔ اب تم کو اختیار ہے ان دونون مین سے جس کو چاہو اپنا افسر بنا لو ۔ یہ بات بہت صحیح ہے کہ بغیر افسر کے کام نہین چل سکتا "۔

عبداللہ بن سعد نے کہا ۔ "سبحان اللہ ! رفاعہ بن شداد نے بہت خوب کہا ۔ یہی دو صاحب افسری کے لائق ہین ۔ مجھے اوس کی رائے سے اتفاق ہے "۔

اس کے بعد سلیمان بن صرد نے کہا ۔ "الحمد للہ ! کہ آپ لوگون کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا ۔ مجھے خوف ہے کہ ایسے بُرے زمانہ مین جس مین ہماری عاقبت خراب ہو گئی اور جس مین بڑے بڑے فساد واقع ہوئے ۔ اور جس مین سراسر ظلم اور بے ایمانی بھری ہے ۔ مین تم سب محبان اہلبیت سے کیونکر افضل ہو سکتا ہون ۔ مین نہین سمجھ سکتا کہ کل کے روز ہمارے سر اہل بیت رسول کے قدمون پر کس طرح جھکینگے ۔ ہم اون سے کس طرح شفاعت کے خواستگار ہونگے ۔ اوس روز ہمارا عجز و نیاز کیا کام دیگا ۔ جبکہ ہمارے پیغمبر کا فرزند ۔ ہمارے پیغمبر کا جانشین ۔ اوس کے لہو اور گوشت کا ٹکڑا ۔ ہم مین ذبح ہو گیا ۔ اس کے اہل بیت برچھون کا نشانہ بنگئے ۔ اور اوس کا سر سولی پر چڑھایا گیا ۔ ہم کو متنبہ ہو جانا چاہیئے کہ خدا ہم سے بہت ناخوش ہے ۔ جب تک خدا ہم سے راضی نہو دنیا کا

عیش و آرام چھوڑ دینا فرض ہے ۔ خدا کی قسم اپنا خیال کرتا ہون کہ خدا ہم سے کبھی راضی نہوگا تاوقتیکہ اوس کے قتل کا معاوضہ نکرین ۔ اگر ہم ایسا نکرین تو کیا ہم کو ملک الموت بھول جائیگا ؟ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کو موت سے سابقہ نہین پڑا ہے ؟ اور وہ پیوند زمین نہین ہوا ہے ؟ اب ہم کو لازم ہے کہ قوم بنی اسرائیل کے مانند قتل ہو جائین جس کی خبر خدا نے اپنے کلام پاک مین دی ہے کہ "اذ قال موسی لقومہ یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم" (ترجمہ) جبکہ موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ تم نے اپنی ذات پر ظلم کیا جو گوسالہ کو پوجا ۔ اب تم خدا کی بارگاہ مین توبہ کرو ۔ اور آپ اپنے کو قتل کر ڈالو ۔ یہی بات تمہارے لیے خدا کے نزدیک بہتر ہے" ۱۲ ۔ اور گھوڑون پر چڑھکر باگین ڈھیلی کردین ۔ ایسے بڑے گناہ کا بدلا بجز قتل ہو جانے کے اور کچھ نہین ہے ۔

فرعون کے غرقاب ہونے کے بعد جبکہ بنی اسرائیل مصر کے بادشاہ بن گئے تو اونھون نے موسی علیہ السلام سے یہ درخواست کی کہ ہماری ہدایت اور عملدرآمد کے لیے ایک آسمانی کتاب ہونی چاہیے ۔ اوس وقت موسی بموجب حکم باری کتاب لانے کے لیے کوہ طور پر گئے ۔ اور اپنے بھائی ہارون کو قوم کی نگہداشت تفویض کی تو موسی کی غیبت مین بنی اسرائیل کو بت پرستی کا شوق پیدا ہوا ۔ اونھون نے سامری نامی ایک سونار سے ایک گوسالہ کی مورت سونیکی بنوائی سامری نے اوس گوسالہ مین یہ صنعت کی تھی کہ وہ حرکت کرتا اور آواز دیتا تھا

بنی اسرائیل بڑی خوشی سے اوس کی پوجا کرنے لگے ۔ ہارون کی ممانعت بالائے
طاق رکھی رہی ۔ جب موسی کتاب توراة لیکر واپس آئے اور قوم کو بت پرستی کی
حالت مین پایا تو ہارون کو سخت ملامت کی کہ چند روز کے لیے بھی قوم کو برائی سے
بچا نہ سکا ۔ پہر قوم کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تمہاری تقصیر کا معاوضہ یہی ہے کہ تم
قتل ہو جاو ۔ چونکہ موسی کا رعب قوم پر چہایا ہوا تہا چار ناچار وہ قتل ہونے پر
راضی ہوگئے ۔ موسی نے اون کو آبادی کے باہر لے جاکر ایک میدان مین
بٹہادیا ۔ جب وہ بیٹہے تو اون کی چہ صفین کردی گئین ۔ ہر ایک صف مین
پچاس پچاس ہزار آدمی تہے ۔ اس حساب سے اون کا شمار تین لاکہ کا ہوا ۔
موسی علیہ السلام نے حکم دیا کہ دوسری صف کے لوگ اوٹہکر پہلی صف والون کو
قتل کرین جب وہ سب قتل ہو چکین تو دوسری صف کو تیسری صف والے اسی طرح
سب قتل کیے جائین ۔ اوس وقت وہ میدان قیامت کا نمونہ ہوگیا تہا ۔ بنی اسرائیل
قتل ہوتے چلے جاتے تہے اور موسی برہنہ سر دونون ہاتہ اوٹہاکر بارگاہ بے نیاز
مین التجا کرتے تہے کہ خداوندا ! ان لوگون نے اپنی ذات پر ایسا ظلم کیا ہے
جو کسی طرح قابل عفو نہین ہے لیکن تو غفور اور رحیم ہے ۔ تیرا رحم ان کے گناہ
سے بہی زیادہ ہے ۔ اب تو ان کی خطا معاف کردے ۔ یہ لوگ تیرے حکم پر
بڑے سخت امتحان مین پورے اوترے ہین ان کی توبہ تو ہی قبول کرنے والا
ہے ۔ جب دو صفین قتل ہوچکین اور تیسری صف کی نوبت آئی اور اوس مین
بہی آدہی صف قتل ہوچکی تو اوس وقت توبہ کا دروازہ کہلا اور باقی ماندہ کی
جان بچی ۔

جب وہ لوگ تمہارے مقابلہ پر آئیں اون کو تلوار و سنان سے جواب دو جتنی قوت تم مین ہے اوس مین سے کچھ بچا کر نہ رکھو۔ اور جتنا سرمایہ نقد و جنس کی قسم سے ہے اس کام مین لگا دو ؛؛

اس جلسہ مین خالد بن سعد بول اوٹھا " قسم ہے خدا کی۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ مین اپنے گناہ سے نجات پاونگا اور جان دیدینے پر خدا مجھ سے راضی ہو جائیگا تو مین بے شک اپنی جان دیدونگا۔ مین حاضرین جلسہ کے روبرو اقرار کرتا ہون کہ جو کچھ میری ملک مین ہے سوائے ہتیار کے جس سے مین اپنے دشمنون کے ساتھ جنگ کرونگا وہ سب مسلمانون پر صدقہ ہے۔ مین اون کو فاسقون سے لڑنیکے لیے اوس مال سے قوت پہونچاونگا ؛؛

ابو المعتمر بن حبس نے بھی ایسا ہی کہا۔ اس کے جواب مین سلیمان نے کہا۔ " بس ہے تم لوگ جو کچھ اس کام کے لیے دینا چاہو وہ عبد اللہ بن وال کے پاس جمع کردو۔ اوس مین ہم سامان جنگ درست کرلینگے "۔ اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا اور بحسب رضامندی اہل مجلس سلیمان بن صرد الخزاعی افسر مقرر کیے گئے۔ جلسہ برخاست ہوا۔ اس کے بعد اطراف و جوانب کی باشندگان ملک کو اس تجویز کی اطلاع دی گئی۔ اسپر بہت سے لوگ ان کی شرکت دینے پر آمادہ ہوگئے۔ اور سعد بن حذیفہ والی مداین نے بھی شرکت کا وعدہ کیا۔

ذکر خروج توابین

شروع سال ۶۵ھ ہجری مین سلیمان بن صرد الخزاعی نے اپنی جماعت کو لیکر کوفہ سے

کوچ کیا اور مقام (نخیلہ) کو اپنی فرودگاہ قرار دیا ۔ اوس وقت اون کے ساتھ بیس ہزار سے زیادہ لوگ تھے ۔ ان لوگون نے اپنا نام "توابین" رکھا اور سلیمان کو "امیر التوابین" کے لقب سے نامزد کیا ۔

موضع نخیلہ مین چند روز قیام کرنے کے بعد لشکر کا داخلہ دیکھا گیا تو چار ہزار سے زیادہ نہ نکلا ۔ لیکن توابین کے جوش نے اس کی لشکر کی کچھ پروا نہ کی ۔ وہ مستقل ارادے سے شام کی طرف روانہ ہوئے ۔ شامیون کو ان کے آنے کی خبر بارادۂ قصاص حضرت امام حسین معلوم ہوئی تو گھبرا کر اونھون نے عبید اللہ بن زیاد سے کمک کی درخواست کی ۔ اوس نے ایک معتدبہ فوج بسرکردگی شرحبیل بن ذی الکلاع ان کے مقابلہ پر بھیجدی ۔ یہ دونون لشکر (عین الوردہ) کے قریب مل گئے ۔ توابین نے [illegible] اور عین الوردہ کے [illegible] ج [illegible] بن نجبہ کی ہمراہی مین فوج مخالف پر جا پڑے اور بہت سے شامیون کو کاٹ کر پھینکدیا ۔ اوس وقت شامیون سے بجز بھاگنے کے کچھ بن نہ پڑا مگر توابین کی تلوار نے اون کو بھاگنے نہین دیا ۔ نہ پانون زمین پر ٹھیرتا تھا اور نہ سر بدن پر ۔ حاصل کلام جو کچھ توابین کی نظر سے بچے جان بچا کر نکل گئے ۔

جب ابن زیاد کو اس ہزیمت کی خبر پہونچی تو اوس نے دوبارہ ہزار کی فوج حصین بن نمیر کے ساتھ کر کے بھیجدی ۔ حصین بن نمیر نے آتے ہی سلیمان کو کہلا بھیجا کہ لڑنے مین کیا فائدہ ہے ۔ مروان اس وقت خلیفہ ہے اوس کی اطاعت قبول کر لو ۔ سلیمان نے جواب دیا کہ ہم کو کسی کا ملک لینے کی خواہش نہین ہے ۔ ہم صرف حسین کے خون کا

بدلا لینے والے ہین ۔ اگر تم عبید اللہ بن زیاد کو ہمارے حوالہ کر دو تو ہم اوس کو اوسکے گناہ کے بدلہ مین جو اوس سے سرزد ہوا ہے قتل کرکے اپنا دل ٹھنڈا کر لینگے ۔ نہین تو آو! یہی تلوار اور یہی میدان ہے ۔ حصین ابن نمیر کی خاطر مین یہ بات نہ آئی اور جنگ پر کمر باندہی ۔ صبح سے شام تک طرفین مین تلوار چلتی تھی ۔ کسی کو دم لینے کی فرصت نہ ملتی تھی ۔ آخر کو شامیون کے پانون اوکھڑ گئے ۔ اور وہ بھاگ نکلے ۔ توابین خدا کا شکر کرکے اپنی چھاونی مین آگئے ۔ دوسرے روز شرجیل دس ہزار کی فوج لیکر شامیون کی مدد پر پہونچا ۔ اوس روز بھی توابین ایسا لڑے کہ اوس وقت کی موجودہ خلقت کبھی ایسی لڑائی نہ دیکھی تھی ۔ تمام میدان جنگ لالہ زار بن گیا تھا اور سر دے ایک پر ایک پڑے تھے ۔ صبح سے شام تک تلوار کی جھنکار تھی اور بس ۔ اس روز دونون فریق برابر رہے ۔ تیسرے روز ادہم بن محرز نے شامیون کی مدد کو دس ہزار سوار لیکر آیا ۔ توابین کی مدد بجز خدا کے کون کرنے والا تھا ۔ دو روز کی جنگ مین ان کے بھی بہت سے لوگ قتل ہو چکے تھے ۔ تھوڑے باقی رہگئے تھے ۔ مگر ان کی ہمت اور جرأت ہرگز اس بات کی مقتضی نہوئی کہ دشمن سے صلاح کرین ۔ اس روز بھی دو پہر تک برابر کا مقابلہ رہا ۔ باوجود سپاہیونکی کمی کے شامیون کا دھوان اوڑا دیا ۔ اور اپنے ثبات و استقلال کا میدان جنگ مین ڈنکا بجا دیا ۔ حصین بن نمیر کو توابین کی بے جگری اور سرفروشی سے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ موت کے آرزومند ہین ان کو بجز مارنے اور مرنے کے دوسرا کوئی خیال نہین ہے ۔ ہرچند یہ لوگ تھوڑے رہ گئے ہین مگر بہتون کی جان لینے والے ہین ۔ ایسی صورت مین بہتر یہ ہوگا کہ اپنی تمام فوج کا ان پر حلقہ کیا جاے

اور چاروں طرف سے تیروں کا مینہہ برسایا جائے ۔ جب لڑائی کا نقشہ یوں بندہا تو سلیمان نے اپنے لوگوں سے کہا ۔ دیکھو یارو! تم نے خدا سے جو عہد کیا ہے اوس کو پورا کرو ۔ اگر تم کو اپنی نجات کی آرزو ہے تو اس فوج کو مار کر ہٹا دو اور بہشت میں جانے کا راستہ کر لو ۔ توابین اس بات کے سننے سے اور بہی زیادہ دلیر ہو گئے اور ایک بڑا ہی سخت حملہ کر کے دشمنوں کے دل میں گہس گئے ۔ اوس وقت ان کی تلوار سے شامیوں کے سر یوں اوڑ رہے تھے جیسے چوگان سے گیند ۔ اس ہنگامہ میں ایک تیر آنکر سلیمان بن صرد کی پیشانی میں لگا جس کے باعث وہ جان بحق تسلیم ہوئے ۔ انکے بعد مسیب بن نجبہ علم لیکر آگے ہوئے اور خوب دل کہول کر لڑے ۔ یہانتک کہ وہ بہی مارے گئے ۔ انکے بعد عبداللہ بن سعد نے علم اوٹہایا ۔ اونہوں نے باوجود اپنے دو افسروں کے مارے جانیکے جنگ کی سرگرمی میں کسی طرح کی افسردگی کو آنے نہیں دیا ۔ آخر اونہوں نے بہی لڑتے لڑتے اپنی جان دیدی ۔ انکے بعد عبداللہ بن وال نے علم لیا ۔ وہ اپنے باقیماندہ لوگوں سے کہتے تھے کہ خبردار ہمت نہ ہارو! یہ حسین کا قصاص ہے کہیں بہولنا نہیں ۔ تمہارے لئے توبہ کا دروازہ کہل گیا ہے اوسکو بند ہونے نہ دو ۔ اسی راستہ میں تمہاری نجات ہے" انکی باتوں پر توابین کا جوش تازہ ہو جاتا تہا اور وہ جان توڑ کر لڑتے تھے ۔ اب شام ہونیکو آئی سپاہ شام کے پانوں اوکہڑنے لگے ۔ یا تو وہ لوگ انکو گہیرے ہوئے تھے یا اب پیچہے ہٹنے لگے ۔ اس عرصہ میں عبداللہ بن وال کا بہی خاتمہ ہو گیا ۔ انکے بعد رفاعہ بن شداد علم لیکر آگے بڑہے اور لڑائی کا ٹہاٹہہ بدستور بندہا رہا ۔ اتنے افسروں کے قتل ہونے پر توابین کا دل ہٹنا نہونے پایا ۔ یہانتک کہ رات آگئی

اور اندھیرا چھا گیا ۔ اوس وقت جنگ سے ہاتھ رکا ۔ اور دونون فریق اپنے اپنے کیمپ مین آ گئے ۔ اس روز کی جنگ ایسی ہوئی تھی کہ آیندہ کسی کو پھر جنگ کا حوصلہ اور طاقت باقی نہ رہا ۔ صبح کو دونون فریق (کوفی اور شامی) اپنے اپنے گھرون کو چلے گئے ۔ نہ انھون نے انکو روکا نہ اونھون نے ان کا پیچھا کیا ۔ گویا برابر کی جنگ ہوئی ۔ مگر آفرین ہے توابین کو کہ بغیر مدد کے اتنی بڑی فوج کا دل چھوڑا دیا ۔ اگر انکو شامیون کی جیسی مدد ملتی تو معلوم نہین کہ کیا کچھ کر گذرتے ۔

ذکر خروج مختار بن عبید ثقفی

یہ مختار وہ شخص ہے کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ کو آئے تھے تو پہلے اسی کے گھر مین اوترے تھے ۔ اور اس نے اون کی بہت خاطر و مدارات کی تھی ۔ اسی باعث سے وہ ابن زیاد کا مورد عتاب ہوا تھا ۔ اور ابن زیاد کی زیادتیون سے تنگ ہو کر مکہ چلا گیا تھا اور وہان عبد اللہ بن زبیر کی نوکری کر لی تھی ۔ چند روز کے بعد وہ نوکری چھوڑ کر مدینہ مین آ کر رہ گیا تھا ۔ جب کوفیون کی سرگرمی حضرت امام حسین کا قصاص لینے کے بارہ مین زبان زد عام ہو گئی تو اوس کو بھی حرارت پیدا ہوئی ۔ اور اس نے کوفہ کو آ کر اپنے آپکو محمد بن حنفیہ کا نائب مشہور کیا ۔ اور لوگون سے اون کی بیعت لینے لگا ۔ کوفہ کے لوگ تو ایسے موقع کے منتظر بیٹھے ہی تھے تھوڑے سے عرصہ مین بہت لوگ اوس کے زیر فرمان ہو گئے ۔ اوس وقت کوفہ مین ابن زبیر کی طرف سے عبد اللہ بن مطیع نائب تھا ۔ وہ مختار کا زور و شور دیکھ کر ڈر گیا ۔ مقابلہ اور مقاتلہ ہوا ۔ کوفہ کے [illegible] دونون کی خوب جنگ ہوئی ۔ [illegible] نے ابن مطیع کی فوج کو شکست

دی اور ابن مطیع بہاگ کر بصرہ چلا گیا ۔ اب مختار کوفہ مین حاکم مستقل ہوگیا ۔ اور اپنے
زور بازو سے موصل ۔ آرمینیہ ۔ آذربائیجان اور حلوان پر بہی قبضہ کرلیا ۔ اسی
اثناء مین مروان نے انتقال کیا اور اوسکا فرزند عبدالملک سریر آرائے سلطنت ہوا
اوس نے مختار کی تنبیہ کے لیے ابن زیاد کو مامور کیا ۔ ابن زیاد ایک لاکھ کی فوج لیکر
مقام (نصیبین) پر پہونچا ۔ اور وہان سے بیس ہزار سوار بطور یلغار موصل کی طرف
روانہ کیا ۔ موصل کا نائب عبدالرحمن بن سعید جو مختار کی جانب سے تہا (تکریت)
کی طرف نکل گیا اور مختار کو صورت حال کی اطلاع دی تو اوس نے یزید بن انس کے
ساتھہ تین ہزار سپاہی کرکے شامیون کے مقابلہ پر بہیجا ۔ جب یہ سپاہی تکریت مین
پہونچے تو عبدالرحمن بہی ایک ہزار سپاہی لیکر اون کے ساتھہ ہوگیا ۔ یزید بن انس
نے یہ تمام فوج لیکر موصل کے قریب دس میل پر مقام کیا ۔ ابن زیاد نے کوفیو نکا بڑہتا ہوا
حوصلہ گہٹانے کیلیے اور تین ہزار سوار ربیعہ بن مخارق کی افسری مین دیکر ابن انس کے
مقابلہ پر روانہ کیا ۔ دونون طرف کی فوجین نوین تاریخ ماہ ذیحجہ ۶۶ھ ہجری عرفہ کے
روز آپس مین بہڑ گئین ۔ اوس وقت کوفیون کو شامیون سے بدلا لینے کا اچہا موقع
ملا ۔ مختار کے جیسے زبردست حاکم کی حمایت نے اون کے حوصلہ کو اور بڑہا دیا ۔
اگرچہ شامی فوج کے مقابلہ مین یہ لوگ پانچوین حصہ سے بہی کم تہے مگر یہ اوس پر
ایسے برس پڑے جیسے ساون کی جہڑی برستی ہے ۔ انکی تلوار اوس کالی گہٹا مین
بجلی سی چمکتی تہی اور خون کے نالے بہہ رہے تہے ۔ بہلا ! ایسے مقابلہ کی کون
تاب لاسکتا تہا وہ سب کے ہوش اوڑ گئے ۔ اور جوش کے ساتھہ وہ خود بہی لڑ رہے تہے ۔ کوفیون
کو فیون نے اون کے افسر ربیعہ کو پکڑکر قتل کرڈالا ۔ اوسی روز اور تین ہزار فوج

عبد اللہ بن حملہ کی افسری میں شامیون کی مدد پر پہونچ گئی۔ یہ فوج کیا آئی گویا شامیون کے تن میں جان آئی۔

دوسرے روز عید الضحیٰ تھی دل کھکہ بوبلکے ہوئے اور رستے آئے ہوئے شامی دونون نے ملکر میدان جنگ میں پڑا جمایا۔ اور مختار کی کوفی فوج بھی اون کے مقابلہ پر تل گئی۔ دونون فریق نے اوس روز عید کی قربانی کا خوب مزا اوڑایا۔ دونون طرف کے آدمی بکرون کے عوض قتل ہو ہو کر زمین پر گرتے تھے اور نیم بسمل تڑپتے تھے۔ ایسی قربانی اون کو کبھی کیون نصیب ہونے لگی۔ اب ہم کوفیون کو مبارکباد دیتے ہین کہ انہون نے اچھی عید منائی شامیونکو اوس روز شکست فاش دیکر اپنی فتح کا نقارہ بجا دیا۔ اور تین سو شامیونکو قید کر کے اپنے افسر یزید بن انس کے روبرو لا کھڑا کر دیا۔ اسی کو تائید غیبی کہتے ہین۔ یزید بن انس گو اوس وقت سخت بیمار تھا مگر مرتے دم اوس کو یہ بڑی خوشی نصیب ہوئی کہ اوس نے اون سب شامی قیدیون کے قتل کا حکم دیا۔ بعد انتقال یزید بن انس کے کوفیون نے مختار سے کسی افسر کے مقرر ہونے کی درخواست کی تو اوس نے ابراہیم بن مالک اشتر کو سات ہزار فوج دیکر روانہ کیا۔ ابراہیم کوفہ سے کوچ کر کے موصل کے قریب دس میل پر اوس جگہ پہونچا جہان ایک پہاڑ کے دامن میں اوس طرف ابن زیاد کے لشکر کی چھاونی پڑی تھی اور اپنی فوج کو پہاڑ کے اس طرف اوتار دیا۔ بیچ میں دونون لشکر کے بیچ مین پہاڑ حائل تھا۔ ان کے ساتھ والے ... گئے مگر ... طبیعت بے چین رہی اور ... اوس کے ... ات کا حاصل

یہ تھا کہ [illegible] باقی وقت [illegible] دن سب کا سر [illegible]
اوس کا اور میرا مقابلہ ہونے والا ہے۔ اگر میں نے اوس کو مار لیا تو گویا حسین کے قتل کا
پورا بدلہ ہو گیا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ [illegible] ایک
اوس ظالم کے پاس فوج بہت ہے۔ [illegible] کس طرح آسکیگا [illegible]
کہ میں اوس ظالم کو پہچانتا نہیں [illegible] میں نے کبھی اوس کی صورت دیکھی نہیں۔ اگر میں
دریافت کروں تو اس شبہ [illegible] اوس کا پتا کیسے لگیگا [illegible] وہ کچھ اپنی ذات سے
مقابلہ کے لئے کو سامنے تو آئیگا [illegible] اپنے ماتحت افسروں [illegible]
ہے۔ پھر اوس کی صورت [illegible] مگر [illegible] جانتا
ہوں کہ اگر اب وہ میرے [illegible] پہنچ گیا تو پھر کسی [illegible] آئیگا۔ خدا اگر
میرا اور اوس کا سامنا ہو جائے تو میں اوس کو مار کر پھینک دوں۔ گو مجھے معلوم
نہیں کہ وہ کون ہے"۔

جب صبح ہوئی تو ابراہیم نے اول وقت نماز صبح سے فارغ ہو کر اپنے لشکر کو ترتیب دی۔ اور اون کو بہت کچھ پند و نصیحت کر کے حکم دیا کہ ایک ایک کالم جدا ہو ہو کر ایک پیچھے ایک اس پہاڑ پر (اونگلی سے اشارہ کر کے جس کے دامن میں شامی فوج اوتری تھی) چڑھ جاو۔ دیکھو تو خدا کیا کرتا ہے۔

بہو جب ابراہیم کے کوئی اوس پہاڑ پر چڑھ گئے تو اون کو دیکھتے ہی شامیوں کے چہرے فق ہو گئے۔ کیونکہ اول تو اون کو کوفیوں کے آنے کی خبر بالکل نہ تھی اور اب آئے تو سر ہی پر آگئے۔ دوسری وجہ یہ کہ کوفیوں کا قبضہ ایسے مقام پر ہو گیا جہاں طرف ثانی کا قابو نہیں چل سکتا تھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے؟ ابن زیاد نے

دیکھا کہ اب بجز جنگ کرنے کے کوئی علاج نہیں ہے تو چار ناچار اوس نے فوج کو ترتیب دی اور ابراہیم کی صف کے سامنے صف آرائی کی ۔ ابراہیم بن اشتر ایک ہوئی گھوڑے پر سوار ہیں اور اپنی فوج کے سامنے کھڑے ہو کر یا آواز کہتے ہیں ۔ "اے جان نثاران اہل بیت رسول ! تم خوب جانتے ہو کہ ابن زیاد اس لشکر میں ہے ۔ کون ابن زیاد ؟ وہی ابن زیاد ۔ جس نے حسین پر اور اون کے ساتھ والوں پر اسی نہر فرات کو (او نگلی سے بتا کر جو سامنے بہ رہی تھی) بند کر دیا اور تین روز پیاسا رکھا ۔ وہی ابن زیاد ۔ جس نے حسین کو باوجود بہت سی خواہش کے اون کے وطن کو جانے نہیں دیا ۔ یہاں تک کہ اون کو اور اون کے اہل بیت کو قتل کروا یا ۔ وہی ابن زیاد جس نے پیغمبر کے نواسے پر ایسا ظلم کیا جو فرعون نے بھی بنی اسرائیل پر نہیں کیا تھا ۔ اوس کو خدا نے آج تمہارے بس میں کر دیا ہے ۔ اب تم پر فرض ہے کہ تیر سے ۔ سنان سے ۔ شمشیر سے جس سے بن پڑے اوس کو مار ڈالو ۔ اور اپنے دل کی تسکین کر لو ۔"

اتنا کہہ کر اپنے علم کے نزدیک آگئے اور جنگ شروع ہو گئی ۔ سپاہیوں کی ہل چل اور جنگی باجوں کی آواز سے وہ پہاڑ گونج اوٹھا ۔ طرفین کے لوگ تلوار اور برچھیاں تول تول کر ایک ایک کے مقابلہ پر آگئے ۔ لوگ قتل ہونے لگے ۔ حصین بن نمیر نے اپنا میمنہ کوفیوں کے میسرہ پر ڈال دیا ۔ کوفیوں کے میسرہ پر علی بن مالک جو افسر تھا مارا گیا ۔ اوس کی جا اوس کا بیٹا محمد بن علی علم لیکر کھڑا ہوا تو وہ بھی مارا گیا ۔ اس واقعہ نے کوفیوں کے

پانون اوکھاڑ دیے اور وہ پراگندہ سے گئے ۔ ابراہیم بن مالک اشتر نے جو یہ ابتری دیکھی تو ندا کی کہ اسے گروہ خدا ! مین ابن اشتر ہون ۔ ذرا پہچانو اور میری طرف آو ! تم کچھ خوف و ہراس کو اپنے دل مین جگہ نہ دو ۔ پھر اونہون سنے اپنی فوج کی تشفی کے لیے سر سے خود کو اوتار کر لوگون کو اپنا چہرہ دکھایا ۔ کوفی ابراہیم کی آواز سنکر اور اون کا چہرہ دیکھ کر فراہم ہوگئے ۔ اور اونکے دل مین دشمن کا خوف جو گھس گیا تھا وہ نکل گیا ۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ اب تم اپنا میمنہ شامیون کے میسرہ پر ڈال دو ۔ اور خود ابراہیم نے بھی اون کے ساتھ شریک ہوکر اسقدر جوانمردی دکھائی کہ اگر اون کے والد بزرگوار زندہ ہوتے تو وہ بھی آفرین کہتے ۔٭ سیکڑون آدمی ان کے ہاتھ سے مارے گئے ۔ اور کوفیون نے ان کا اچھا ساتھ دیا ۔ اس دار و گیر مین ابراہیم کی نظر ایک شخص پر پڑی جو نہر ازاب پر کھڑا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا ۔ سر پر ریشمی شملہ ہے اور بدن مین بیش قیمتی بکتر ہے ۔ ابراہیم کو خیال ہوا کہ یہ کوئی معزز شخص ہے اس کو مار لینا چاہیے ۔ لپک کر پھرتی کے ساتھ اوس پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کے دو ہوکر زمین پر گرپڑا ۔ ابراہیم سنے وہان سے پلٹ کر اپنے لوگون کو کہا کہ مین سنے

٭ ابراہیم کے والد بزرگوار مالک اشتر صحابی رسول خدا تھے ۔ یہ بزرگ صفین کے جنگ مین جناب علی مرتضے کے ساتھ تھے ۔ ان کے ہاتھ سے اوس جنگ مین ایک ہزار سپاہی طرف ثانی کے قتل ہوئے ۔ انکی بہادری ضرب المثل تھی ۔

دشمن کے ایک آدمی کو جو لب نہر علقمہ کے نزدیک مرا تھا اور اوس کے کپڑون سے مشک کی بو آتی تھی اور سواری مین گھوڑا بھی بہت اچھا تھا ۔ تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالا ہے ۔ میرا گمان غالب ہے کہ یہی ابن زیاد ہوگا ۔ تم جاکر دیکھو کہ وہی ہے یا کوئی اور ہے ۔

کوفیون نے جاکر دیکھا تو ابن زیاد ہی تھا جو مرا پڑا تھا ۔ دونون پانون ایک طرف اور دونون ہاتھ ایک طرف کٹے پڑے تھے ۔ وہ بڑی خوشی سے اوس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے سامنے لائے ۔ ابراہیم نے خدا کا شکر کر کے حکم دیا کہ اب دوسرے سرکشون کے سر بھی اوتار لو ۔ ابن زیاد کے قتل ہونے سے کوفیون کے دل شیر ہو گئے ۔ ایک ہی حملہ مین حصین ابن نمیر اور شرجیل بن ذی الکلاع دونون افسرون کو بھی لیا ۔ اس حملہ مین شامیون کی فوج کا ایک بڑا حصہ تہ تیغ ہوا ۔ اور بہت سے لوگ نہر فرات مین ڈوب کر مر گئے ۔ اور کچھ لوگ سراسیمہ و ابتر حالت سے ادہر اودہر روپوش ہو گئے ۔ کھیت ابراہیم کے ہاتھ رہا ۔

یہ معرکہ دسوین محرم ۶۷ہجری مین واقع ہوا ۔ ابراہیم نے ابن زیاد کے سر کے ساتھ دوسرے نامور سردارون کے بھی سر کاٹ کر کوفہ کو مختار کے پاس بھیجدئے ۔

ابراہیم کی اس کارگزاری کا مختار بہت ممنون ہوا اور حکم دیا کہ جس جگہ حسین کا سر لٹکایا گیا تھا وہان ان سرون کو لٹکا دو ۔

کوفہ مین جتنے محبان اہل بیت تھے بہت خوش ہوئے ۔ مختار کو

اور ابراہیم کو دعا دینے لگے ۔ مگر جو لوگ ابن زیاد کے طرفدار تھے اونکو ابن زیاد کا قتل ہونا سخت ناگوار گزرا ۔ مختار کی حکومت اونکے لیے بلاے جان ہوگئی ۔ وہ لوگ آپس مین اتفاق کرکے غدر کرنے پر آمادہ ہوگئے ۔ مختار کو اونکے اس فاسد خیال پر غصہ آیا ۔ اوسنے ابراہیم بن اشتر کو بلاکر کہا ۔ "تم نے جس طرح شامیون کی سرکوبی کی ہے ویسے ہی اب کوفیون کی خبر لینی چاہیے ان لوگون کی سرکشی حد سے تجاوز کر گئی ہے ۔ حسین کے قتل پر یہ لوگ جتنے خوش ہوئے تھے اوس سے زیادہ ابن زیاد کے قتل پر ناخوش ہوئے ہین ۔ ان کی نیت بلوہ کرنے کی ہے ۔ بہتر یہی ہے کہ ایسے لوگ نیست و نابود کر دیے جائین تاکہ دشمن اہل بیت روے زمین پر باقی نہ رہے" ۔

ابراہیم نے مختار کی راے سے اتفاق کیا ۔ اور شہر مین منادی کر دی گئی کہ جو محب اہل بیت ہے وہ علحدہ ہو جائے ۔ باقی لوگون کے ساتھ اونکی تلوار ہے اور ہم ہین ۔

طرفداران ابن زیاد تو اس بات کے خواہان تھے ہی ۔ جھٹ پٹ مقابلہ پر آگئے ۔ اون کو یہ خیال تھا کہ جو کام ہم سے ہوگا وہ مختار سے نہوگا ۔ مگر اون کا یہ خیال غلط تھا ۔ آج مختار حاکم ہے اور ابراہیم بن اشتر سپہ سالار ہے بھلا! ان کے سامنے ابن زیاد کا کچھ زور چل ہی نسکتا ۔ پھر یہ بیچارے مشت استخوان کیا کر سکتے ہین ۔ غرض آپس مین تلوار چلنے لگی ۔ اور چلی بھی تو خوب چلی ۔ آخر ابراہیم نے اون کو پسپا کر دیا ۔ بہت سے سرغنے تو قتل ہوگئے اور باقی بھاگ گئے ۔ ان بھاگنے والون مین پانسو آدمی گرفتار بھی ہوگئے ۔

ان کی نسبت مختار کا حکم صادر ہوا کہ دیکھو جو شخص حسین سے لڑنے کو عمر بن سعد کے ساتھ گیا ہو اوس کو تو قتل کر ڈالو ۔ اور باقی لوگون کو چھوڑ دو ۔

بعد دریافت کے دوسو چالیس آدمی قتل کیے گئے جو عمر بن سعد کے ہمرکاب تھے ۔ مختار نے کوفہ مین پھر ایک منادی کرائی کہ کوفہ مین جو لوگ حسین کے قاتل ہون اون کا خون حلال ہے جس کا جی چاہے اون کو قتل کر ڈالے ۔

اس غل کے سنتے ہی شرکاے قتل حسین کوفہ سے بھاگ گئے ۔ اون مین شمر ذی الجوشن بھی تھا جو بھاگ کر ایک گانون مین چھپ گیا تھا اور وہان سے مصعب بن زبیر کے نام ایک خط لکھ کر کسی شخص کے ہاتھ بصرہ بھیجا تھا ۔ چونکہ شمر ایک مشہور آدمی اور سب سے زیادہ دشمن اہل بیت تھا مختار نے اوس کی تلاش کے لیے جاسوس مقرر کیے تھے ۔ اون مین سے ایک جاسوس نے اوس نامہ بر کو پکڑ کر شمر کی جاے سکونت دریافت کی ۔ اور مختار کے حکم سے کچھ لوگون نے جا کر اوس گانون کو گھیر لیا ۔ شمر گھبرا کر باہر نکل آیا ۔ مختار کے لوگون نے پکڑ کر اوس کا سر کاٹ لیا ۔ مالک بن بشیر بھی گرفتار ہوا اور مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار نے کہا ۔ "تو وہی ہے جس نے حسین کا لباس اوتار لیا تھا ۔ اچھا ! اس کے دونون ہاتھ اور پانون کاٹ ڈالو ۔" اوس کے ہاتھ پانون کاٹ ڈالے گئے وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا ۔ عبد اللہ بن اسید جہنی کو بھی سخت عذاب دیکر قتل کرایا ۔ خولی بن یزید کے مکان مین لوگ گھس کر اوس کی تلاش کرنے لگے تو وہ تہ خانہ مین چھپ گیا ۔ اوس کی عورت سے پوچھا کہ تیرا شوہر کہان ہے تو اس نے کہا مجھے

معلوم نہین ۔ مگر جبسے کہ وہ امام حسین کا سر لایا تھا اوس کی عورت اوس کو لعنت و ملامت کرتی اور اوس سے سخت نفرت رکھتی تھی ۔ اونگلی کے اشارہ سے بتا دیا کہ تنخانہ مین ہے ۔ لوگون نے وہان جاکر اوس کو پکڑ لیا اور مختار کے روبرو حاضر کر دیا ۔ مختار نے کہا کہ اس کو ذبح کرو اور جسم آگ مین جلا دو ۔ حکیم بن الطفیل کو گرفتار کرنے کا حکم ہوا تو اوس کے قرابتدار عدی بن حاتم کے پاس دوڑ گئے تاکہ عدی مختار سے اوس کی شفاعت کرے ۔ چونکہ لوگون کو علی عباس کا قتل اوس کے ہاتھ سے ہونیکے باعث اوس سے سخت عداوت تھی ۔ عدی کے واپس آنے تک اوس کو قتل [illegible] مختار کے گھر پر جوان پہونچے ۔ اوسکا [illegible] پیچھے پسلیوں کو قتل کیا [illegible] تیر تلوار لکڑی لگا تھا جوانون نے اوس کو سنگسار کرکے زمین پر گرا دیا اور ابھی اوس مین جان باقی تھی کہ آگ مین جلا دیا ۔ سنان بن انس اور محمد بن اشعث کی تلاش کیگئی تو معلوم ہوا کہ یہ دونون بھاگ کر بصرہ چلے گئے ہین ۔ مختار نے حکم دیا کہ انکے گھر توڑ کر ہل چلا یا جائے ۔ اسیطرح جو لوگ بھاگ گئے تھے اون سبکے گھر مسمار کر دئے گئے ۔ اب رہا عمر بن [illegible] ابن زیاد کی طرف سے سپہ سالار فوج کربلا تھا اوس کے قتل کا حکم ہوا تو وہ گھر گھر چھپنے لگا ۔ جب یہ خبر مختار کو پہونچی تو کہا [illegible] کی گردن مین حسین کے خون کی زنجیر ہے کہان جا سکتا ہے ۔ اگر آسمان پر بھی پرجائیگا تو وہ زنجیر اوس کو کھینچ لائیگی ۔ آخر پتا لگا ۔ اوس نے وہان سے بھی بھاگنا چاہا مگر دامن پانون مین اولجھا اور گر پڑا اور ابو عمرہ نے اوس کا سر کاٹ کر مختار کے روبرو حاضر کیا ۔ اوس وقت مختار کے دربار مین عمر بن سعد کا بیٹا حفص بیٹھا تھا ۔ مختار نے اوس سے پوچھا ۔ تو جانتا ہے کہ یہ سر کس کا ہے؟

اوس نے کہا ۔ "ہان جانتا ہون کہ یہ سر میرے باپ کا ہے ۔ اب مجھے زندگی تلخ معلوم ہوتی ہے" مختار نے کہا ۔ "سچ کہتا ہے" اور حکم کیا کہ اس کا سر بھی کاٹ لو ۔ ایک حسین کے بدلے مین اور ایک علی اکبر کے بدلے مین ۔ اسکے بعد حکم کیا کہ یہ دونون سر اور نیز دوسرے سرکشون کے سر مدینہ کو محمد بن حنفیہ [illegible] اور کہو کہ خدا نے مجھے جو قوت دی ہے وہ صرف اسی لیے دی ہے کہ اہل بیت کے دشمنون کو صفحہ ہستی سے مٹا دون ۔ اب تک مین نے تمہارے بہت سے دشمنون کو قتل کیا ہے اور پھر بھی تلاش جاری ہے حسین کا قاتل جہان ملیگا اوس کو قتل کرون گا ۔ اگر مین سو مین پچھتر قریش کو قتل کر ڈالون تو سمجھون گا کہ حسین کی ایک اونگلی کا بدلا بھی نہین ہوا ۔

قطعۂ تاریخ از [illegible] جناب سید امیر اللہ صاحب [illegible] صدر عدالت [illegible]

این چه [illegible] [illegible]

[illegible] وارداتِ [illegible]

[illegible] سالِ ختم [illegible]

[illegible] واردات [illegible] دلِ [illegible]

دل پُر درد + وارداتِ کربلا

۴۴۴ + ۸۶۵ = ۱۳۰۹ ہجری